



حضور غوثِ اعظم کی مرح و شاپرستبل امام احمد رضاؑ کے لاجواب قصیدہ "کسیر اعظم" اور انہیؓ کے قلم سے اس کی بے مثال شرح "محیی موعظہ" کی تخلیص و تشریف

شانِ عوّتِ اعظم

بریانِ مُحدِّد اعظم

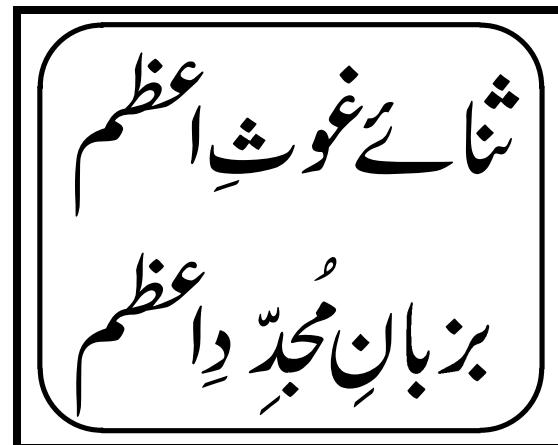
مرتب

مُفتَنِیٰ حَمَدَ عَابِدٌ حُسَيْنٌ قَادِرٌ بُورَىٰ مُصَبَّاحٌ

شیخ الحدیث جامع، فیض العلوم، رہنگیدی، جمشید پور

الْمُجْمَعُ الْفَالَّدِيُّ جَمْشِيدُ بُورُ

حضور غوثِ اعظم کی مدح و شاپرمشتمل امام احمد رضا کے لاجواب قصیدہ
”اکسیرِ اعظم“ اور انہی کے قلم سے اس کی بے مثال شرح ”مجیرِ مُعظَّم“ کی
تلخیص و تسهیل مسمیٰ ہے



مُرَتَّب

مفتی محمد عبدالحسین قادری نوری مصباحی
شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، جھارکھنڈ

ناشر:- المجمع القادری فیض العلوم، دھرتکیدیہ، جمشید پور۔

پن کوڈ ۹۸۳۵۵۵۳۳۸۰ ۸۳۱۰۰۱
Mob:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|-------------------|--|
| نام کتاب | - شاگرد اعظم بزبانِ مجدد اعظم |
| مرتب | - محمد عبدالحسین قادری نوری مصباحی ولد الحاج مولانا |
| شیخ | شیخ محمد یوسف قادری رضوی حامدی، مدرسہ فیض العلوم دھنکیدہ یہ، جمشید پور |
| اصل کتاب کا نام:- | اکسیر اعظم و مجبر معظم |
| از قلم | مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ |
| پروف ریڈنگ :- | مولانا مبشر الاسلام فیضی، دمکا۔ جھارکھنڈ |
| کمپوزنگ :- | محمد شمشیر عالم مصباحی، امام و خطیب گلموری مسجد |
| سن اشاعت | ۱۳۳۹ھ/۱۹۱۸ء |
| صفحات | ۲۸۶ |
| قیمت | ۱۳۰ روپے |
| ناشر | ابوعالی مدرسہ فیض العلوم، دھنکیدہ یہ، جمشید پور |

”اکسیر اعظم“، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ایک عظیم قصیدہ ہے جو عند اللہ و عند الغوث مقبول ہے، اسی طرح اس کی شرح ”مجبر معظم“، بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی یہ تلخیص بھی مقبول ہوگی۔ محمد عبدالحسین نوری قادری

فہرست مضمایں

| | |
|----|---|
| ۱۲ | آغازِ سخن |
| ۳۶ | اکسیر اعظم کی چمن بندیاں، وجہ تالیف خود امام احمد رضا کے قلم سے |
| ۴۹ | حضرت خواجہ کی زیارت |
| ۵۳ | قصیدہ اور اس کے اجزاء |
| ۵۴ | قصیدہ کے اجزاء اچار ہیں |
| ۵۶ | کچھ اکسیر اعظم اور محیرِ عظم کے بارے میں |
| ۶۰ | محیرِ عظم شرح اکسیر اعظم |
| ۶۱ | اشعارِ تشیب کی تلخیص |
| ۶۳ | تشیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ |
| ۶۵ | گریز کے اشعار |
| ۶۶ | ربط آمیز گریز ذوق انگیز مرح کی جانب |
| ۶۷ | ”عشق اور حسن“، کام کالمہ اور غوث اعظم کا مقام مند |
| ۷۱ | خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن و عشق کی جامعیت کا بیان |
| ۷۳ | غوث اعظم وہ شمع و چراغ ہیں، جو ہر جہت سے فروزاں ہو |
| | مرح کا پہلا مطلع |
| ۷۶ | غوث اعظم پیران پیر ہیں۔ ۷۲ رویں شعر کے اجالے میں |

غوث اعظم جان بھی ہیں اور جانا بھی، حسن مطلع

۷۸

یعنی اٹھائیسویں شعر کی روشنی میں

غوث اعظم ظلِّ الٰہی اور عکسِ حسنِ مصطفیٰ ہیں،

۷۹

رویں شعر کی روشنی میں

جس نے غوث اعظم کو دیکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا

۸۱

آپِ مصطفیٰ علیہ السلام کے آئینے ہیں، ۳۰ رویں شعر کے آئینے میں

۸۳

غوث اعظم اچھے گلستان، باغِ سرداور باغِ مصطفیٰ علیہ السلام کے نوبہار ہیں،

۸۲

آپ پھینکے ہوئے تیر کو قدرتِ الٰہی سے واپس کر دیتے ہیں،
قدرتِ غوثِ اعظم ۳۲ رویں شعر کے آئینے میں۔

۸۵

غوث اعظم ہماری جان لینے والے اور جان بخشنے والے ہیں،

۸۸

جان دے کر جانا کو پایا، ۳۵ رویں شعر کے آئینے میں۔

۹۰

غوث اعظم دریائے علم اور عالمِ سر و عالمِ غیب ہیں

آپ کی نگاہ لوحِ محفوظ پر رہتی ہے، ۳۶ رویں شعر کے اجائے میں

۹۳

حضرت غوث اعظم کی ترقیوں کا ذکر

آپ پاک ہیں اور اونچا سفر فرمانے والے،

۳۷ رویں اور ۳۸ رویں شعر کی روشنی میں

- آپ بلبل ہیں اور بازِ اشہب و شہبازِ لامکانی کہ عرش کے اوپر لامکاں پہنچے۔
۹۷ ۳۹ رویں شعر کے آئینے میں
- حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عند لیب و بلبل بھی ہے
۹۸ غوثِ اعظم ”سُرُّ لَأَيْدُرَكُ“، یہی یعنی رازِ نامعلوم،
۹۹ ۴۱ تا ۴۳ رویں شعر کے آئینے میں
- غوثِ اعظم کمالاتِ ظاہر و باطن کے جامع ہیں،
آپ چمنِ معرفت کی بہار اور بارشِ شریعت کے بادل ہیں،
۱۰۲ ۴۳ رویں شعر کی روشنی میں
- علومِ قرآنی اور آپ کا علمی مقام
آپ دین کی شرح ہیں، ۴۵ رویں شعر کے آئینے میں
۱۰۳ غوثِ اعظم قطبُ الاقطاب اور جہانِ معرفت کے محیط ہیں،
۱۰۵ ۴۶ رویں شعر کے آئینے میں
- آپ عرشِ اعظم ہیں اور اہلِ تمکین و اہلِ تلوین کے بادشاہ،
۱۰۸ ۴۷ رویں شعر کے اجائے میں
- آپ انبیا اور ان کے خلفاء کے وارث و نائب ہیں،
۱۱۰ ۴۸ رویں شعر کے آئینے میں
- فضلِ الہی سے امر و نہی کا اختیارِ مصطفیٰ ﷺ کو اور کرسیِ دیوان پر بیٹھنے کا
۱۱۰ شرفِ غوثِ الوریٰ کو حاصل ہے، ۴۹ رویں شعر کے آئینے میں

آپ کی نشوونماقلب ابراہیم پر ہوئی، آپ حضرت موسیٰ کے ہم نشیں رہے،

۱۱۱

۵۰ رویں شعر کے آئینے میں

آپ خلیل، ذبح، نوح، موسیٰ وغیرہم ہیں ۵۲۔ ۵۲ رویں شعر کی روشنی میں۔ ۱۱۳

آپ کے سرپرستا ج صدیقی اور ہاتھ میں تبغ فاروقی ہے،

۱۱۶

۵۳ رویں شعر کے اجائے میں

آپ ذوالنورین ہیں اور حیدرِ دوراں بھی،

۱۱۶

۵۴ رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا دیگر اولیا سے افضل ہونے کا بیان

۱۱۸

۵۵ رویں شعر کے آئینے میں

غوثِ اعظم شانِ اولیا کی شان ہیں، ۵۶ رویں شعر کے اجائے میں

۱۱۹

سارے عارفین باللہ غوثِ اعظم کے محتاج ہیں،

۱۲۰

۵۶ رویں شعر کے اجائے میں

میرا قدم سارے اولیا کی گردنوں پر ہے، آپ کا یہ فرمان حق ہے،

۱۲۱

۵۷ رویں شعر کے اجائے میں

غوثِ اعظم کا مذکورہ فرمان تخصیص کی بہتان سے پاک ہے،

۱۲۲

۵۸ رویں شعر کے اجائے میں

ہند کے خواجہ مقامِ بلند رکھنے والے بادشاہ ہیں، مگر آپ ان سے عظیم تر بادشاہ ہیں،

۱۲۳

۶۰ رویں شعر کے آئینے میں

حضرت سہروردی اور نقشبند نے بھی غوثِ عظیم کے لیے گردان جھکائی۔ ۱۳۷

آپ کے وعظ کے اثر سے رجال الغیب کے بدن میں آگ لگنا پھر اس کا بجھانا،

۱۳۹ ۲۱ رویں شعر کے آئینے میں

مرید کا ایک قدم میں آنا، اس کا توبہ کرنا اور آپ کا اس کی رہنمائی کرنا،

۱۴۱ ۲۲ رویں شعر کی روشنی میں

غوثِ عظیم مقامِ مخدوع یعنی گنجینہ راز اور حجرہ قدس میں ہیں

۱۴۳ ۲۳ رویں شعر کی روشنی میں

آپ نے حضرت طفسونجی کو خلعت عطا کی،

۱۴۶ ۲۴ رویں شعر کے اجائے میں

غوثِ عظیم کی اپنے مشائخ سے افضلیت

اگر مشائخ آفتاب ہیں تو آپ چاند ہیں، ۲۵ رویں شعر کے اجائے میں //

آپ چاند ہیں، اور چاند آفتاب پر باعتبارِ ترقی فضیلت رکھتا ہے،

۱۵۰ ۲۶ رویں شعر کے آئینے میں

بغداد کے چاند کو کوئی نہیں پاسکتا،

۱۵۲ ۲۷ رویں شعر کی روشنی میں

بغداد کا چاند بے پایاں ترقی میں ہے،

۱۵۳ ۲۸ رویں شعر کے اجائے میں

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان
آپ کی زندگی شاہانہ ہے، اور آپ گلستان کی رونق،
۶۹ رویں شعر کی روشنی میں

۱۵۶

اچھا کھانے والے، اچھا پینے والے بادشاہ آپ ہیں،
۱۶۱ اے رویں شعر کے اجائے میں

۱۶۲

حضور غوث اعظم عظیم شان والے نو شہ ہیں اور ہم ان کے باراتی،
۲۷ رویں شعر کی روشنی میں

۱۶۵

یہ سب آپ نے حکم الہی سے کیا،
۳۷ رویں شعر کے اجائے میں

۱۶۷

آپ مجی الدین بھی ہیں اور دین و ایمان بھی،
۵۷ رویں شعر کے اجائے میں

۱۶۹

سرکار بغداد کسی کی تعریف کے محتاج نہیں،
۶۷ رویں شعر کی روشنی میں

۱۷۰

عرض حاجت کی تمہید
بنواؤں کے لیے آپ کے ذکر کو حیات کا سامان کر دیا ہے،
شعر نمبر ۷۷ کے آئینے میں

۱۷۲

آپ کریم بن کریم کے کریم فرزند ہیں،
۸۷ رویں شعر کے اجائے میں

حضور غوث اعظم سے استمداد و استغاثہ پر مشتمل مطلع

حضور پر نور سرمایہ بخشش، رحمتِ الٰہی اور حُمّن کے آئینہ ہیں،

۱۷۶

۸۱ رویں شعر کی روشنی میں

غیر کے در پر ہم کیوں جائیں؟ ہر محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں،

۱۸۰

۸۲ رویں شعر کے آئینے میں

آپ ہی درد بھی ہیں اور آپ ہی میرے درد کی دوا بھی،

۱۸۵

۸۳ رویں شعر کے اجائے میں

غوث اعظم سے اسلام کی خاطر استعانت یعنی مدد چاہنا،

۱۸۷

۸۴ رویں اور ۸۵ رویں شعر کے اجائے میں

آپ ہمارے مسیحا ہیں اور امام مہدی کی شان رکھنے والے شیعوں کا رہ،

۱۸۹

۸۶ رویں شعر کے اجائے میں

غوث اعظم سے رضا کی استعانت و استمداد خود اپنی ذات کے لیے

۱۹۶

غوث اعظم کے ہاتھ میں نگ مو میا ہو جاتا ہے،

۲۰۳

۹۱ رویں شعر کے آئینے میں

آپ نے فرمایا: میرا شیدا ہو جا، اچھا و خوش حال ہو جا، اور بے خوف ہو جا،
پھر میرا نغمہ سرا ہو جا، اس فرمانِ غوث کو سن کر میں شاد ہو کر رقص کرنے لگا۔

۲۰۶

۹۲ رویں شعر کے آئینے میں

نیکوں کے دن بہت اچھے اگر غوثِ عظیم نے انہیں محبوب بنالیا،

۲۰۶ میں تکا ہوں، ڈوبنے والا انہیں ۹۳ رشیر کے آئینے میں

۲۰۸ غوثِ عظیم میزان پہ ہوں تو نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے

نسبتِ بندگی پر فخر (بندگی و عبدیت بمعنی غلامی)

میں باپ دادا سے آپ کا غلام ہوں اور قدیمی خانہ زاد ہوں

۲۱۰ ۹۶ رویں شعر کے آئینے میں

۲۱۲ حالاتِ مفتی نقی علی خاں والدگرامی امام احمد رضا خاں

۲۱۳ حالاتِ مفتی رضا علی خاں جدِ اکرم امام احمد رضا

۲۱۶ بندہ غوثِ عظیم یا عبدِ غوثِ عظیم کہنا جائز ہے
مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں،

۲۲۱ ۹۸ شعر کے آئینے میں

رسول اکرم اور غوثِ عظیم کو مالک کہہ سکتے ہیں یا نہیں // ?

سگانِ بابِ عالیٰ کی جانب مدح خواں کا انتساب میں تیرے در کا سگ

۲۲۵ اور تو صاحبِ دستِ خوان ہے۔ ۹۹ رویں شعر کی روشنی میں

۲۲۷ غوثِ عظیم قادر ہیں

۲۳۵ آپ دادو دہش والے ہیں، روٹی کا ایک ٹکڑا عطا کریں

۲۳۷ میری روزی کا ذریعہ آپ، ہی ہیں

۲۳۰ امام احمد رضا حضور غوثِ عظیم کے مهمان ہیں

غوثِ اعظم سرمایہ بخشش ہیں، قادریت نے مجھے باغِ خلد میں پہنچا دیا،

۲۳۲

۱۰ روئیں شعر کے آئینے میں

رضا کی ایک نادر تحریر

۲۳۵

حضور غوثِ اعظم کا رتبہ تمام اولیا سے بلند ہے

۲۳۶

اولیا کے درمیان غوثِ اعظم کا رتبہ

۲۳۸

تخصیصِ صحابہ کی بحث

۲۳۹

تخصیصِ سیدنا امام مہدی کا جواب

۲۵۳

قصیدہ ”اسپیر اعظم“ اور اس کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغازِ سخن

آپ کے ہاتھوں میں ”شانے غوثِ اعظم بزبانِ مجدِ اعظم“ نامی جو کتاب ہے وہ قصیدہ ”اکسیرِ اعظم“، اور اس کی شرح ”مجیرِ معظم“ کی تلخیص و تسهیل ہے۔ نظم اور شرح دونوں پیروں کے پیر، میروں کے میر، روشن ضمیر، سنیوں کے دشگیر، قطبِ رباني، پیر لاثاني، محبوب سجاني، بازاں شہب، شہبازِ لامکاني، محی الدین، غوث صداني سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی شانِ اقدس میں تحفہ لا جواب ہیں، نہایت عمدہ اور دل آویز ہیں اور مقبول بارگاہِ اقدس بھی۔

قصیدہ ”اکسیرِ اعظم“، عاشقِ غوثِ اعظم، مجدِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا کلام ہے۔ اس کے اندر صوری و معنوی ہر طرح کی خوبیاں موجود ہیں، پھر انہوں نے ”مجیرِ معظم“ کے باوزن اور پروقارنام سے اس کی مختصر شرح لکھ کر اس میں چار چاند لگا دیا ہے۔ ان دونوں کی افادیت کو عام کرنے کے لیے محض رضاۓ مولیٰ کی خاطر گدائے قادری راقم السطور نے چاہا کہ اپنے سنی بھائیوں کے سامنے ان کی تلخیص و تسهیل پیش کرے تاکہ وہ بھی بآسانی ان سے استفادہ کریں اور ان کے فیوض و برکات سے سرشار ہوں۔ نظم اور شرح

دونوں فارسی زبان میں ہیں۔ ان کا ترجمہ گرامی وقار مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی ناظمِ تعلیمات جامعہ اثر فیہ مبارک پور نے کیا ہے، جس کا نام ”تاب منظہم“ رکھا ہے۔ اس کتاب میں بعض مقامات پر اس کا ترجمہ بعینہ مندرج ہے اور بعض مقامات پر اس سے الگ۔ اس دور میں مخصوص علماء کو چھوڑ کر چند ہی افراد ہیں جو فارسی زبان کا ذوق رکھتے ہیں اور اس سے سمجھتے بھی ہیں، اس لیے تلخیص میں اصل کلام کو نقل کرنے سے گریز کیا ہے، صرف اس کے ترجمے پر اکتفا کیا۔ البتہ اس کے شاکرین کے لیے ایک مقام پر اسے بھی درج کر دیا ہے۔ آپ اسے پڑھئے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے مثال ولی اور قطبیتِ کبریٰ پر فائزِ محبوب سبحانی قدس سرہ کا سچا عاشق ہونے کی سعی پیغم کیجیے پھر انعام و اکرام اور فیوض و برکات کی موسلا دھار بارش دیکھئے، ہاں رضا بریلوی عاشق صادق ہوئے تو دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو گئی۔

ع۔ احمد رضا کی شمع فروزان ہے آج بھی

بسم الله الرحمن الرحيم

چمن بندیاں

امام احمد رضا محدث بریلوی کے قصیدہ اکسیر اعظم اور اس کی شرح
مجیر معظم کی روشنی میں اصل تلخیص سے پہلے ان عبارات کو پڑھئے۔

محبوب کی شاخوانی کیسے کی جاتی ہے، اور اس کا محبت و عاشق کس طرح ہوا
جاتا ہے، اس کا جلوہ یہاں ملاحظہ کجھے۔ اس کے ضمن میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی خوبیاں اور ان کی شاخوانی بھی ملاحظہ کجھے۔

تم وہ محبوب ہو کہ تمہارے عاشق بہت ہیں۔ تم وہ معشوق ہو جس کے ہر
گوشہ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں۔ سب تم پر فدا ہیں تمہارے عاشق
اس قدر ہیں کہ دامن جھاڑتے ہو تو ہزاروں جانوں کی بارش ہوتی ہے۔

اے میرے محبوب! تم شگفتہ پھول ہو، تمہارے رخسار آئینہ ہیں اور لب
شیریں سخن، اس لیے خوب نغمہ سرا ہوتے ہو۔ (یعنی آپ نہایت خوبصورت میٹھے
کلام والے ہو)۔

تمہاری آنکھیں نرگس ہیں اور بدن پھول۔۔۔۔۔

(نرگس ایک قسم کا پھول۔ مجازً محبوب کی مست آنکھ، نشیلی آنکھ)

تم وہ حسین ہو جس پر حسن کی جان ناز کرتی ہے۔

میرے کمسن و نو خیز غزال (کم عمر ہرن، محبوب) تم ویرانے کی طرف بھاگے جار ہے ہو، جہاں تمہاری جولانی ہو گی، وہ جگہ ہرگز ویرانہ نہ ہو گی۔

دل کے ویرانے میں تم پہنچ، سینہ "حسن آباد" ہو گیا۔

جل گیا، میں جل گیا، تمہارے حسن کے عشق کی آگ میں جل گیا۔

تمہارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے۔ تمہاری آتشِ حسن (حسن کی آگ) میری جان سے کھیلتی ہے۔

تم ایسے چاند ہو کہ تمہارا حسن ابھی بادل میں ہے تو یہ حال ہے، اگر کسی دن بادل ہٹے اور بے پردہ تمہاری درخشانی ہو تو کیا حال ہو گا۔

میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے۔ پھر چاند سے مشابہت کیسے ہو سکتی ہے، اس سے شبیہہ دینا کیوں کر درست ہو گا۔

میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمہارے حسن و جمال، فضل و کمال اور مقام وصال جیسا کہیں نہ پایا۔ بلاشبہ تم بے مثال ہو۔ میں تمہاری یاد میں بہت روتا ہوں، اور میرا رونا بجا ہے، اس لیے کہ تمہارا چہرہ دیکھ لیا ہے۔

ذوقِ انگیز مرح و شنا کی طرف گریز

شمعِ جیلان حضور غوثِ اعظم کے نور کا پرتو جس پر پڑ جاتا ہے، اس میں روشنی اور حرارت دونوں قسم کے سامان جمع ہو جاتے ہیں۔

اے شمعِ جیلان! تم وہ بادشاہ ہو، جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں (دونوں آرام پاتے ہیں)، اے بادشاہ! (غوثِ اعظم) ذرا دونوں کو اشارہ فرمائیئے کہ یہ مجھے بھی مل جائیں، کیونکہ ہمارا ماوی و ملجماتم ہی ہو۔

حسن و جمال اور کمال و خوبی اس بادشاہِ شمعِ جیلان، غوثِ اعظم کا رنگ ہے۔ اور عشق و محبت اس کی بو و مہک ہے، دونوں اس کے ریخ انور پر نثار و قربان ہیں۔ عشق نغمہ سرائی کرتا ہے اور کہتا ہے ”جان توئی“، (اے غوثِ اعظم! تم جان ہو) اور حسن نغمہ زن ہے ”جاناں توئی“، (اے غوثِ اعظم! تم جاناں محبوب ہو) حضور غوثِ اعظم بلبل ہیں، آپ نے خود قصیدہ بائیہ میں فرمایا ہے ”انا بلبل الافراح“، میں فرحت و سرست والا بلبل ہوں۔

قمری: فاختہ پرندہ کی ایک خوبصورت قسم ہے جسے سرو درخت کا عاشق کہتے ہیں۔ بلبل کو پھول کا (گل سرخ کا) عاشق کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم خود سرو ناز اور پھول ہیں یعنی محبوب و معشوق ہیں تو قمری اور بلبل کیسے، جو محب و عاشق ہونے کو واضح کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم اللہ تبارک و تعالیٰ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی، دونوں شان آپ کو ملی ہے۔ اسی لیے عشق ان کے ریخ تاباں پر نثار ہوتے ہوئے نغمہ سرا ہوا کہ جان تم ہوا اور حسن نغمہ

زن ہوا جاناں تم ہو (محبوب تم ہو)

حضور غوثِ اعظم بلبل و عاشق ہیں اور باغ و چمن میں سیر کرنے والے۔
یعنی وصلِ الہی پانے والے۔ اور یہ واضح ہے کہ وصلِ الہی (یعنی اللہ تعالیٰ تک
پہنچنا) عشق و محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ گویا عشق محبوب تک پہنچاتا ہے۔ اس
لیے عشق فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے غوثِ اعظم میں نے تم کو عاشق بنایا اور
محبوب (اللہ و رسول) تک پہنچایا، لیکن حسن اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ حضور
غوثِ اعظم صرف عاشق نہیں، بلکہ معشوق و محبوب بھی ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت جو محبوبین میں ہیں، کی شاخ ہیں، (یعنی حضور علیہ السلام اور ان کے
اہل بیت کرام کے شہزادے ہیں) اس طرح یہ بھی محبوب ہوئے، بلطفِ دیگر۔ عشق
کے جواب میں حسن ترقی کر کے یہ کہتا ہے کہ تم (اے غوثِ اعظم) صرف عاشق
نہیں بلکہ خود محبوب بھی ہو، اور تمہارا قرب خدا اور وصلِ الہی صرف عاشق کی وجہ
سے نہیں بلکہ محبوبیت کی راہ سے بھی ہے۔

اسی لیے عاشقِ غوثِ الوری امام احمد رضا قصیدہ اکسیرِ اعظم کے
۲۱ رویں شعر میں فرماتے ہیں۔

عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا۔ حسن ترقی کر کے کہتا
ہے، تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔ (تو تم محبوب بھی ہوئے)۔

ابھی عشق و محبت اور حسن و خوبی کا مکالمہ ہی چل رہا ہے۔ عشق کہتا ہے کہ
آقا (غوثِ اعظم) اٹھو چہرہ خاک پر رکھو۔ حسن بولا، عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ،

تم تو خدا کا جلوہ و پرتو ہو۔

عشق عاشق کو اس لیے چہرہ خاک پر رکھنے کو کہتا ہے، کہ عاشق جتنی تواضع و عاجزی کرے گا، اتنی ہی زیادہ رفت و بلندی پائے گا۔ حدیث شریف میں ہے، ”مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ“۔ جو اللہ کے لیے فروتنی کرتا ہے اللہ عزوجل اسے رفت و بلندی بخشتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جسے عشق و محبت کا کوئی حصہ عطا ہوتا ہے، وہ ضرور سجدہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور فروتنی اور عاجزی کی زمین پر اپنی قیمتی پیشانی رکھتا ہے، خوب نمازیں پڑھتا ہے اور دیگر عبادات کرتا ہے۔ یہی بات محبوبیت کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی لیے عشق نے کہا اٹھو اپنا چہرہ خاک پر رکھو، لیکن حسن نے کہا نہیں، صرف اتنا ہی نہیں تمہیں تو شدتِ محبوبیت حاصل ہے، تم تو قرب و دصل میں ترقی کر کے خدا نے تعالیٰ کے پرتو اور جلوہ ہو چکے ہو لہذا اب عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ۔

حسن و عشق کی جامعیت کا بیان

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”سُرُّ لَا يُدْرِكُ“ ہیں۔ یعنی سرِ پنهان ہیں، ایک پوشیدہ راز ہیں، ان کو سمجھنا مشکل ہے، اس لیے عاشق حیران رہتا ہے بلکہ یہ استدعا کرتا ہے کہ میری حیرت اور بڑھتی رہے۔ کیونکہ ایسے مقام پر حیرت، عین معرفت ہے، اللہ و رسول اور غوثِ اعظم کے بارے میں جتنی حیرت ہوگی اتنی ہی معرفت بڑھتی جائے گی۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جس قدر باخبری زیادہ ہوگی، حیرت بھی زیادہ ہوگی۔ ”علم و ادراک سے عاجزی، عین علم و ادراک ہے۔“

آپ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہیں، اور راز کو سمجھنا آسان نہیں ہے، آپ نے خود فرمایا ہے، میں جہاں والوں کے کاموں سے ماورا ہوں، میں تمہاری عقولوں سے ماورا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ”میں ان میں سے ہوں، جن کو تم نہیں

جانتے۔” (مجیر معظم ۱۱۹)

اسی لیے رضا بریلوی قدس سرہ قصیدہ اکسیر اعظم کے ۲۳ رویں شعر میں آپ سے خطاب کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

اے سرور! اے روح پرور! میں تمہارے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اور اضافہ ہو، تم ایک پوشیدہ راز ہو۔

اب یہاں بھی دیکھتے چلنے کہ آپ کے اندر حسن و عشق کی جامعیت و امتزاج کتنا چھوتے انداز میں ہے۔

شمع (موم بقی) کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جلتی ہے تو اجالا اور روشنی پھیلاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ پکھلتی بھی ہے اور اپنی ساق پر کھڑی بھی رہتی ہے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت الہی کا لازمہ یہ ہے کہ آپ شمع کی طرح جلتے ہیں، عبادتِ الہی خوب کرتے اور عشق کی آگ میں پکھل جاتے ہیں، رات کو عبادت کے لیے پاؤں پر کھڑے رہتے، دلِ بریاں (جلے دل) کے ساتھ گریاں ہوتے (روتے رہتے) یہ سب عشق کی پیداوار ہے۔

اور آپ کے حسن کا لازمہ یہ ہے کہ آپ وہ شمعِ ہدایت ہیں کہ ہدایت کا اجالا پیدا کرتے، بزمِ جہاں کو روشن کرتے، آپ کے ارد گرد پروانوں کا ہجوم رہتا، کیونکہ جہاں شمع روشن ہوتی ہے پروانوں کا ہجوم ضرور رہتا ہے۔

اور شمع کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا رخ ہر طرف یکساں رہتا ہے، وہ ہر جہت میں یکساں روشنی پہنچاتی ہے، یہی حال ہمارے مددوح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ وہ ہر جہت سے شمع فروزاں ہیں۔

اسی لیے حسن و عشق کی جامعیت کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں یہ سوغات پیش کی گئی۔

اے غوثِ اعظم! جلتے ہو، اجالا پھیلاتے ہو، پکھلتے ہو، روح کی محفل روشن
کرتے ہو، رات کو پاؤں پر کھڑے رہ کر دل برباد کے ساتھ گریاں رہتے ہو۔
تمہارے گرد پروانے ہیں، تمہارا رخ یکساں ہر طرف ہے، مجھ پر روشن
ہو گیا کہ تم ہر جہت سے شمع فروزاں ہو۔

اے رضا بہت دیر ہو گئی، تمہید طول پکڑ گئی، اب حضور غوثِ اعظم کی مدح و
شنا کا مطلع شروع کرو۔ وہ کریم بادشاہ ہیں، وہ اپنے جود و کرم سے شکر (مٹھاں و
چاشنی) بخشیں گے اگر تم طوی مرح خواں ثابت ہوئے۔

غوثِ اعظم کی مدح کا پہلا مطلع

پیروں کے پیر، میروں کے میر، اے شہ جیلاں! آپ ہیں، قدسیوں (فرشتوں)
کی جانوں کے لیے انس (محبت) اور انسانوں اور جنوں کے فریادرس آپ ہیں۔
سر آپ ہیں، سرور آپ ہیں، سر کے لیے سروسامان آپ ہیں، جاناں (محبوب) آپ
ہیں، اور اس آفتاب کی چمک آپ ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ”مَنْ رَأَنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ (جس نے مجھے دیکھا
اس نے حق (اللہ تعالیٰ کو دیکھا) تو بجا ہے، اس لیے کہ آپ طیبہ کے تابناک (چمک
دار) آئینہ ہیں۔

بارک اللہ! (خدامبارک فرمائے) لالہ زارِ مصطفیٰ کے نوبہار، کیا خوب رنگ
ہے، باغِ رضوان کا رنگ آپ ہیں، (حضرت مصطفیٰ علیہ السلام) کے باغ کی نوبہار (نئی بہار)

آپ ہیں، آپ کا کس قدر اچھا رنگ ہے، آپ باغِ رضوان یعنی جنت کے رنگ ہیں، یعنی جنت کی زمینی و خوبصورتی آپ کے اندر ہے۔

آپ کے قد مبارک سے سرو ابل رہا ہے، آپ کے رخ سے گلاب بر س رہا ہے، آپ کتنے اچھے گلستان اور کیا خوب باغِ سرو ہیں۔ (سر و دزخت سرو کا نیا پودا، جس سے محبوب کو اور محبوب کے قد و قامت کو تشبیہ دیتے ہیں)

وہ جو کہتے ہیں ”اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے، وہ آدھے راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں“ آپ وہی ہیں، (آپ ہی وہ ولیٰ اعظم ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وہ قدرت و اختیار ملا ہے کہ پھینکے ہوئے تیر کو راستے سے واپس کر دیتے ہیں، جبکہ یہ عادۃً محال ہے، ہاں عام لوگوں کے لیے تو یہ محال ہے، مگر آپ کے لیے یہ عادت ہے)

ہم آپ ہی سے مرتبے، جیتے اور دامنی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے والے، جان بخشے والے، جان کی پرورش کرنے والے آپ ہی ہیں، ہاں آپ ہی ہیں۔

(مطلوب یہ ہے کہ فَنَا فِي اللَّهِ وَبَقَا بِاللَّهِ، ترقیٰ حیات و درجات، لگاتا رہ سوں برکات اور دامنی زندگی آپ کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔

جان کی قیمت لقاء محبوب ہے، میں نے جان جیسی گراں و قیمتی چیز کو آپ سے فروخت کیا، تو آپ جیسی جان کو اپنی آنکھ میں پایا تو ہم کس قدر گراں (مہنگے) ہیں اور آپ کیسے ارزال (ستا)۔

علام اُمیٰ (نبی اکرم ﷺ) نے آپ کو عجیب تعلیم دی ہے۔ آپ کو بے شمار علوم عطا ہوئے۔ آپ کے علوم پر حیرت و آفرین۔ آپ پوشیدہ چیز اور غائب کو جانے والے ہیں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر

اے جان و دل کے قبلہ (حضور غوثِ اعظم!) آپ آب و گل (پانی و مٹی) میں آلو دھونے سے پاک ہیں۔ قصرِ خاص (خاص محل) سے اوپر زخت سفر لے جانے والے (یعنی سفر کرنے والے اور سامانِ سفر لے جانے والے) آپ ہیں (پاک حضرات آب و گل سے ہیں، آب و گل میں نہیں، آلو دگی جاتی رہی، غوشیت آگئی۔ اجسادُنا ارواحُنا (ہمارے اجسام ہماری روحیں ہیں) میرے شہسوار! (غوثِ اعظم) آپ کی تیز روی (تیز رفتاری) عجیب ہے۔ آپ پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے، مگر دوسرے اولیاً کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔

اگر پروپر واژہ بخشا ہوا کوئی آدمی عرش سے بھی اوپر گیا ہے تو وہ قوی پرواں بازاں شہب، صاحب پرواں آپ ہیں۔

برسون گزر گئے بہت سے سالکوں کا گھوڑا ابھی زیرِ مہمیز ہے، وہ سالکین اپنے گھوڑوں کو ایڑلگار ہے ہیں، ابھی سرحدِ امکان پر نہیں پہنچے، مگر آپ ہیں کہ ادھر لگام ہاتھ میں لی کہ ادھر سرحدِ امکان پر پہنچ گئے۔ یعنی اپنی ذات سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو گئے)

حضور غوثِ اعظم رازِ نامعلوم ہیں

آپ کی یہ شکل کیسے؟ آپ تو ایک سایہ برتر ہیں، مگر مخلوق کے انداز کی

ایک صورت اختیار کر لی ہے۔

یا شاید آئینہ غیب نے اس طرف رخ کیا، اس میں مخلوق کا عکس جوش زن ہے، اس لیے دیکھنے میں آپ ان ہی کی طرح لگتے ہیں۔

یا آپ ایک الگ نوع ہیں۔ مگر وہ نوع بھی بشری کے نام سے موسوم کر دی گئی ہے اور آپ اسی معروف نوع انسانی سے ہیں تو اس نوع انسان پر تعالیٰ اللہ (برتر ہے خدا) یعنی بڑا تعجب ہے۔

آپ جامِ کمالاتِ ظاہر و باطن ہیں

آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع ہیں، شریعت آپ کے چہرے سے برستی ہے، اور معرفت آپ کے پہلو سے چمکتی ہے۔ آپ اس گل (پھول) کی بہار بھی ہیں اور اس بارش کا ابر (بادل) بھی (یعنی آپ گلستانِ معرفت کی بہار اور بارانِ شریعت کا ابر دونوں ہیں۔ یہاں شریعت کی مناسبت بارش سے ہے، جو آسمان سے آتی ہے اور حیات بخش ہوتی ہے۔ اور معرفت و عرفان کی مناسبت پھول سے ہے، جو بارش سے اگتا اور اس کا شمرہ ہوتا ہے)

اپنے رخ سے پرده ہٹاؤ اے چاند! (یاغوٹِ اعظم) اس لیے کہ آپ دینِ اسلام کی شرح ہیں، چہرہ چھپاؤ اے محبوب! اس لیے کہ آپ باطنِ قرآن کا رازِ نہماں ہو، پوشیدہ راز ہو۔ (قرآنِ کریم کے ساتِ باطن ہیں، ہر ایک دوسرے سے زیادہ نازک اور باریک ہے۔ علمِ ظاہر کی رسائی بس پہلے درجہ تک ہے، اس میں بھی بہت عظیم تفاوت و فرق ہے۔ اور اولیائے کرام کی رسائی تین درجوں تک

ہے۔ ان درجات سے آگے چار درجات اور ہیں، جہاں عالم درماندہ و عاجز ہے، اور علوم گم ہیں بجز علم خدا و رسول (عز و جل ﷺ) اور ”وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ“ (اور اللہ وہ چیزیں پیدا فرمائے گا جنہیں تم نہیں جانتے) میں جو پوشیدہ راز ہے، اسی سے ہمارے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جیسا کہ مجید معظم میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے فرمایا ہے، بہجۃ الاسرار میں ہے کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا ہے، ”وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ“ (اور اللہ وہ چیزیں پیدا فرمائے گا جنہیں تم نہیں جانتے) ”وَأَنَا مِمَّا لَا تَعْلَمُونَ“ اور میں ان ہی چیزوں میں سے ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔

اے غوثِ اعظم! آپ قطب جنوب بھی ہیں اور قطب شمال بھی، آپ قطب الاولیا اور قطب الوری ہیں، بلکہ سارے عالم کے قطب اور جہاں معرفت کے محیط ہیں۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ انسانوں کے پیر ہوتے ہیں، جنوں کے پیر ہوتے ہیں، فرشتوں کے پیر ہوتے ہیں اور میں سب کا پیر ہوں۔ ”أَنَا شَيْخُ الْكُلِّ“ - مزید آگے فرماتے ہیں: میرے اور ساری مخلوق کے مشائخ کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔ مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، اور میری طرف کسی کی نسبت نہ دو۔ تو جو مشائخ آسمان کا بھی آسمان ہوگا، یقیناً عرشِ اعظم اور محیطِ عالم ولايت و معرفت ہوگا۔

ثابت ستارے سب فلکِ بروج میں مانے گئے ہیں۔ اور سات سیارے

نیچے کے سات افلک میں مانے گئے ہیں۔ تو کل آٹھ افلک ہوئے۔ جو فلکِ اطلس کے نیچے ہیں، اور فلکِ اطلس آٹھوں سے اوپر ہے۔ فلکِ اطلس کو محیطِ عالم بھی کہتے ہیں جو ستاروں سے یکسر خالی ہے جیسا کہ اہلِ علمِ ہیئت نے بیان کیا۔ اولیا کا دو طبقہ ہے، اہل تمکین اور اہلِ تلوین، اہلِ تمکین وہ اولیا جو صاحبِ استقامت ہیں، گردش میں نہیں، اور اہلِ تکوین وہ حضرات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ اہلِ تلوین ثابتِ ستاروں کی طرح ہیں، جس طرح ثوابتِ اپنی جگہ رہتے ہیں، اسی طرح اہلِ تمکین صاحبِ استقامت ہیں، گردش سے محفوظ ہیں۔

اور اہلِ تلوین آسمانوں کے سیاروں کی طرح ہیں، جس طرح سیارے گردش کرتے رہتے ہیں اسی طرح اہلِ تلوین گردش میں ہیں، اور ہمارے غوثِ اعظم فلکِ اطلس، محیطِ عالم اور عرشِ اعظم ہیں، جہاں ستاروں اور سیاروں کا گزرنہ نہیں۔ اور حضور غوثِ اعظم اہلِ تمکین و اہلِ تلوین دونوں گروہ اولیا کے بادشاہ ہیں، یہ دونوں گروہ آپ کے ماتحت ہیں، اسی لیے ”اکسیرِ اعظم“، میں مجدرِ اعظم سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ عرض کنائیں۔

”ثابت و سیارہ دونوں آپ کے اندر ہیں اور آپ عرشِ اعظم ہیں۔ آپ اہلِ تمکین، اہلِ تلوین دونوں کے بادشاہ ہیں۔“

آپ نبی اکرم اور دیگر انبیاء کے کرام اور ان کے خلفاء کے وارث ہیں

مصطفیٰ ﷺ اعلیٰ مرتبہ والے سلطان ہیں اور آپ ان کی سرکار میں قدر و

منزلت والے، اوچی شان والے، بالا دست ناظم ہیں۔

سلطان و بادشاہ ہونے کی حیثیت سے امر و نبی کا اختیار حق تعالیٰ نے حضرت مصطفیٰ ﷺ کو دیا ہے۔ یا غوثِ اعظم! ان کے زیر تخت کر سی دیوان (کرسی محاسبہ) پر آپ ہیں۔

دورِ آخر میں آپ کی نشوونما حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر ہوئی، اور دورِ اول میں آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم نشیں رہے۔

یا غوثِ اعظم! آپ رفق و نرمی اور مہربانی کے دستخوان کے خلیل ہیں۔ محبتِ خدا اور عشقِ رسول (عز و جل ﷺ) کی توارکے ذبح بھی۔ مسافروں کی کشتنی کے نوح، اور گراہوں کے خضر بھی ہیں یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفق و نرمی اور شفقت و مہربانی کے عکس جمیل ہیں۔ حضرت اسماعیل ذبح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونے کے لیے خود کو پیش کر دیا اور ذبح کا لقب پایا، اے غوثِ اعظم! آپ ان کے مظہر اور ذبح عشق ہیں۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طوفان کے وقت کشتنی ملی، جس میں وہ اور ان کے ہمراہیوں نے سوار ہو کر نجات پائی، اے غوثِ اعظم! آپ مسافروں کی کشتنی کے نوح ہیں یعنی مسلمانوں کو اس پار سے اس پار تک پہنچا کر ان کی ضرورت پوری کرنے والے اور ان کی پریشانی دور فرمانے والے ہیں۔ حضرت

حضر علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں اور گم گشتگانِ راہ (جو راستہ بھول گئے) کو راستہ دکھاتے ہیں، اسی لیے اب حضر کا معنی یہ بھی ہو گیا کہ گمراہوں کو راستہ دکھانے والا، تو اے ہمارے غوثِ اعظم! گمراہوں کو راستہ دکھانے والے، راہِ راست پر لانے والے خضر آپ ہیں۔

واضح رہے کہ ان اسمائے گرامی اور درج ذیل اسمائے گرامی سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتیں مراد نہیں ہیں، بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ بھلی رضی اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ”یوسف ہذہ الامۃ“ (کہ وہ اس امت کے یوسف ہیں)۔ اے غوثِ اعظم! آپ رتبہ کی بلندی میں طورِ جلال کے موسیٰ، فضل و مکال کے لحاظ سے آسمانِ کمال کے عیسیٰ، جمال و خوبصورتی کے لحاظ سے یوسف اور صبر و شکر کے لحاظ سے شہرِ صبر کے ایوب ہیں، یعنی جلال و جمال، حسن و خوبصورتی، فضل و مکال اور صبر و تحمل کے لحاظ سے آپ ان برگزیدہ بندگانِ خدا کے مظہر اتم ہیں۔

سر پر تاجِ صدِ لقیٰ لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں فاروقی تلوار لیے جہاں میں انصاف کرنے والے حاکم آپ ہیں۔

آپ جان و تن کے دونوں بھی رکھتے ہیں۔ تلوار اور جھنڈا بھی۔ اس لیے آپ ذوالنورین بھی ہیں اور حیدر دوراں بھی، یعنی آپ حضرت صدِ لقیٰ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے آئینہ و مظہر ہیں کہ سر پر تاجِ صدِ لقیٰ رکھنے والے بادشاہ ہیں، حضرت عمر اپنے جلال کے ساتھ دشمناں دین کو مٹانے کے لیے ہمیشہ اپنے ہاتھ

میں توار کھتے تھے، آپ ان کے مظہر ہیں، اس لیے اپنے ہاتھ میں فاروقی توار لے کر انصاف کرتے ہیں۔ آپ حضرت ذوالنورین عثمان غنی کے مظہر ہونے کی حیثیت سے جسم و جان کے لیے دونور رکھتے ہیں، اس لیے آپ ذوالنورین ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی شجاعت و بہادری کے اظہار کے لیے وقت کے حیدر کرار صاحب ذوالفقار بھی ہیں۔

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر اولیا سے افضلیت

حضراتِ اولیائے کرام سے آپ افضل و اعلیٰ ہیں، اس لیے کہ اور اولیا کے پاس اگر موئی ہے تو آپ موتیوں کے معدن (سمندر) ہیں۔ اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے، تو سونے کی کان آپ ہیں۔

اے غوثِ عظم اہلِ وصل اولیائے کرام کو مقامِ قرب میں فضلِ الہی سے ایک شان عطا ہوئی ہے، ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی، مگر ان کی شان کی شان تو آپ ہی ہیں۔

صاحبِ معرفت اولیائے کرام کا وصل و قرب اور عرفان و معرفت کے لحاظ سے محل جتنا ہی بلند ہے، وہ اتنا ہی زیادہ آپ کا حاجت مند ہے، آپ اس محل کے نہ صرف معمار اور بانی مبانی ہیں، بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی آپ ہی ہیں۔

اور اولیائے کرام سے آپ کی افضلیت کا عالم یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم سارے اولیائے جہاں کی گردان پر ہے، آپ نے یہ حق فرمایا اور آپ ہی کو یہ فرمانے کا حق بھی ہے۔

اور بعض لوگوں نے جو آپ کے اس فرمان میں تخصیص کی اور کہا ہے کہ ہروی اللہ کی گردن پر حضور غوثِ اعظم کا قدم ہے، اس سے مراد صرف حضور غوثِ اعظم کے زمانے کے اولیاً مراد ہیں کہ صرف ان ہی کی گردن پر حضور غوثِ اعظم کا قدم ہے، یا مشائخ بגדاد مراد ہیں یا جس مجلس میں حضور غوثِ اعظم نے یہ اعلان کیا صرف اسی مجلس کے حاضرین مراد ہیں۔ یہ سب استثناء و تخصیص بے جا ہیں اور ان تخصیصات کی بہتان سے آپ پاک ہیں۔ جنہوں نے ایسا کہایا تو لغزش کے سبب کہایا گمراہی میں چھنسنے کے سبب کہا۔

اے میرے غوثِ اعظم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وہ بلند رتبہ عطا فرمایا ہے کہ جب آپ نے اپنی مجلس وعظ میں اپنے منبر سے یہ اعلان فرمایا، ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ (میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن پر ہے) تو ہندوستان کے خواجہ، وہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے آپ کے قدم کے لیے ”بل علی عینی وراسی“ (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر آپ کا قدم ہے) کہا، ایسے عظیم بادشاہ آپ ہیں۔

خواجہ ہند سے یہاں مراد حضرت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہاں رضا بریلوی قدس سرہ العلی نے جہاں حضور غوثِ اعظم شیخ عبدال قادر جیلانی قدس سرہ کی مدح و ستائش انوکھے انداز میں کی ہے، وہیں عطا نے رسول حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی کئی اعتبار سے تعریف کی ہے، ایک تو یہ کہ حضرت خواجہ بھی ان سعادت مندوں میں

ہیں جنہوں نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے گردن جھکائی، اور آپ کے قدم کے لیے اپنی آنکھوں اور سر کو پیش فرمایا۔ دوسرے یہ کہ حضور عطا نے رسول کو خواجہ سے یاد کیا، جس کے معنی ”آقا و مولیٰ“ ہے۔ تیسرا یہ کہ جناب بادشاہ سے یاد کیا ہے۔ چوتھے یہ کہ ”کیواں جناب“ سے تشبیہ دی ہے، کیواں ساتویں آسمان کے ستارہ زحل کو کہتے ہیں جو نہایت بلندی پر ہے، خوش قسمتی سے ہندوستان زحل ستارہ کے حصے میں آتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نواز زحل ستارہ کے مانند بلند رتبہ ہیں۔ بلند رتبہ بادشاہ ہیں۔

رجال الغیب (اولیائے کرام کی ایک قسم) کے بدن میں آپ اپنے وعظ سے آگ لگاتے ہیں اور آپ ایسی بارش بہار ہیں کہ اس آگ کو بجھا بھی دیتے ہیں۔

آپ کا ایک مرید بیت المقدس سے صرف ایک قدم میں آپ کی مجلس بغداد میں پہنچ گیا۔ وہ آپ سے رہنمائی کا طالب ہوا تاکہ آپ اس کی یہ حاجت پوری کریں کہ محبتِ الہی کی راہ بتائیں اور صرف ایک قدم میں آنے کے سبب انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا، اس لیے آپ انہیں نقصان سے بچائیں۔ اسی لیے رضا بریلوی قدس سرہ ”اکسیر اعظم“ کے ۶۲ رویں شعر میں فرماتے ہیں،

جس کے لیے بیت المقدس سے آپ کے دروازے تک ایک قدم ہے،
وہ آپ سے ہدایت و رہنمائی کا طالب ہے، اور اسے نقصان سے نجات دلانے
والے آپ ہیں۔

بارگاہِ قدس کے سالکین اولیائے کرام میں سے ایک عبد الرحمن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، انہوں نے ایک بار کہا کہ میں چالیس سال سے با ب قدرت و ولایت کے درکات (زیریں حصوں) میں رہتا ہوں مگر وہاں شیخ عبد القادر جیلانی کو نہیں دیکھتا ہوں، آخر کیا بات ہے؟ اس پر حضور غوثِ اعظم نے یہ جواب بھیجا کہ تم درکات میں ہو، جو درکات میں ہو وہ اسے کیسے دیکھے گا جو بارگاہ میں ہے۔ اور جو بارگاہ میں ہو وہ اسے کیسے دیکھے گا جو ”مخدع“ (گنجینہ راز) میں ہے۔ حضرت عبد الرحمن طفسونجی کو حضور غوثِ اعظم نے ہی ولایت کی سبز خلعت عطا کی تھی، جس پر ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ لکھا ہوا تھا، اس طرح انہیں نواز کر صاحب اعزاز بنادیا تھا، اسے رضا بریلوی نے یوں بیان کیا ہے،

بارگاہِ قدس کے سالکین اگر آپ کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ آپ خاص مجرہ قدس میں ہیں، میدان میں نہیں ہیں۔

”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ کے نقش و نگاروں ای سبز خلعت اُس صاحب اعزاز کو کس نے عطا کی اگر محل میں آپ نہ تھے؟ ضرور آپ نے ہی عطا کی تھی۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے اپنے مشائخ کرام سے بھی افضل ہیں

لوگوں میں یہ مشہور اور زبان زد ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے، بلفظِ دیگر چاند بذاتِ خود روشن نہیں، آفتاب اپنی کرنیں اس پر ڈالتا ہے تب وہ روشن ہوتا ہے، اسی طرح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیراں عظام

آفتاب نور وہ دایت ہیں، اور آپ ماہِ تاباں (روشن چاند)، ان آفتابوں نے آپ پر القاۓ نور فرمایا (آپ پر نور ڈالا) تو آپ روشن ہوئے۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”آپ کے مشائخ کرام القاۓ نور کی وجہ سے آفتاب ہیں اور آپ ماہِ تاباں ہیں“، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح آسمان کے آفتاب کو چاند پر فضیلت ہے، اسی طرح ہمارے چاند حضور غوثِ اعظم پر ان کے مشائخ کرام جنہوں نے مثل آفتاب ان پر القاۓ نور فرمایا، فضیلت رکھتے ہیں، مگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ آفتاب کی سیر ایک مستقر پر رہتی ہے۔ وہ اپنی ایک قرارگاہ کے لیے چلتا ہے، اپنے اس مستقر سے آگے نہیں بڑھ سکتا، لیکن چاند کو ترقی منازل عطا ہوئی ہے، وہ بڑھتا ہی رہتا ہے، اور یہ بھی حق ہے کہ سورج کے لیے مناسب نہیں کہ چاند کو پاسکے، اسی طرح بہت سے مشائخ کرام کی سیر و رفتار ایک مستقر پر تھی، ترقی پر نہ رہی، مگر آپ اے حضور غوثِ اعظم! ہمیشہ ترقی پر ہیں، آپ ولایت و معرفت کے ایسے چاند ہیں جس کے انوار و تجلیات بڑھتے اور پھیلتے ہی جا رہے ہیں، اور یہ بھی کیا شان ہے کہ آسمان کا چاند چودھویں قمری تاریخ کے بعد ترقی سے تنزلی کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے لیکن ہمارے مہر تاباں (غوثِ اعظم) کو کبھی تنزلی نہیں بلکہ ہر لمحہ ولایت و معرفت کی سیر میں ترقی ہی ترقی ہے۔ آسمان کے چاند کی ترقی کے بعد تنزلی کا عالم یہ ہے کہ وہ گھٹتے گھٹتے اتنا باریک ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی خشک ڈالی، مگر ہمارا چمکتا چاند (حضور غوثِ اعظم) گھٹنے سے پاک ہیں، پرانی ٹھنپ کی صورت میں ہونے سے پاک ہیں۔ ہمارے اس چاند کو کوئی آفتاب نہیں پاسکتا

کوئی آپ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لیے عرض کیا گیا: ”میرے چاند (غوثِ اعظم) کو پالینا آفتاب کے شایان نہیں، خصوصاً جبکہ آپ ”پرانی ٹھنڈی کی صورت میں ہونے“ سے مطمئن ہیں۔“

”آپ کی ترقی پر برقی نظر رکھنے والے اندر ہو جائیں۔ اے میرے آقا! آپ بہت ترقی میں ہیں۔ کیونکہ پرسوں ہلال تھے، کل قمر ہوئے، آج بدر، بلکہ اس سے بھی بہتر ہیں،“

واضح رہے کہ چاند تین رات تک ”ہلال“ کہلاتا ہے۔ اس کے بعد آخر ماه تک ”قمر“ اور چودھویں رات کا چاند ”بدر“ کے نام سے مخصوص ہے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیش و زندگی کا بیان

حضور غوثِ اعظم صرف محبِ خدا نہیں، محبوبِ خدا ہیں۔ محبین مشقت میں ہوتے، بہت سارے امتحانات سے گزرتے ہیں، لیکن محبوب کی شان الگ ہوتی ہے، اسی لیے اور اصفیا، اولیا مشقت میں ہیں اور اے میرے غوثِ اعظم، ولیِ اعظم، محبوب ربِ اکبر! آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔ آپ کو یہ شاہانہ کرو فر مبارک ہو، آپ بلاشبہ ہر سامانِ راحت کے لاکن ہیں۔ اس لیے کہ آپ رب کے محبوب اور اپنے نانا جان کے پیارے ہیں۔

بلبل گلِ سرخ کا عاشق ہوتا ہے، اس لیے اسے سوز و درد اور مشقت ہوتی ہے، اس کا سوز دن بہ دن بڑھتا ہی رہتا ہے۔ گلِ رخ محبوب ہوتا ہے، اس لیے ان کے لیے ہمیشہ آرائش اور آسائش و آرام ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ

بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، ان کا سوز کم نہ ہو۔ گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے، اور اس گلستان (باغ) کی رونق آپ ہیں (یا غوثِ اعظم)

آپ اچھا کھانے، اچھا پینے، اچھی زندگی والے ہیں اور دشمنوں کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب بھی۔ آپ سلطنتِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان ہیں، اسی لیے مجاهدہ کی مدت گزرنے کے بعد کھانا لذیذ و نفیس تناول فرماتے اور قیمتی شاہانہ لباس پہنتے تھے۔

اے میرے آقا! جب آپ محبوبِ الہی ہیں، خوش خور اور خوش پوش بادشاہ ہیں تو مجھ چیسے غلاموں اور اپنے دوستوں کی حاجت برآری کریں، مرادیں پوری کریں، میں آپ پر قربان ہوں، حاسدوں کی نظر اندھی ہو، یقناً آپ شان والے نوشاہ ہیں۔۔۔

اے میرے قاضی الحاجات، حلّال المشکلات! میری کشتی حیات مندرجہار میں پھنسی ہے، آپ شان والے ناخدا ہیں، میں آپ کا مرید و غلام ہوں، جلد از جلد بیڑا پار لگائیئے، زمانہ دشمن ہو گیا ہے، صلح کلیوں نے آنکھ دکھانا چاہا ہے، آپ حاجت برآری فرمانے والے نوشاہ ہیں، عزوم و قتال ہیں، میری حاجت برآری فرمائیئے اور میرے سارے دشمنوں کو، سارے بد نہ ہبوں کو تباہ و بر باد کجھئے۔

جس طرح نئی عروس یعنی نئی دہن بادشاہ کی حرم سرا (گھر) میں خوشی کی زندگی گزارتی ہے، خوش رہتی ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا اور گدائے قادری عابد حسین نوری مصباحی اور دیگر قادریوں کی عروسِ مسرت (خوشی کی دہن) کا بھی عالم ہو۔

اے نئی عروں مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بھر اللہ
سلطانِ جہاں (حضرتِ عظیم) کی حرم سرا میں ہے۔

اے ہمارے سلطان! آپ نے اچھا کھایا، اچھا پیا، اچھا پہنا، عیش و
آرام اور آسانش کی زندگی گزاری، خدا کی قسم! یہ سب آپ نے خود سے نہ کیا، اپنی
مرضی سے نہ کیا، بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے کیا، اس کی طرف سے ایسا ہی
فرمان صادر ہوا، اور آپ اس فرمان کے تابع و تبع ہیں۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے فرمایا،
اے عبد القادر! میرے حق کی قسم! تم کھاؤ، تو آپ نے کھایا، فرمایا: میرے حق کی
قسم! پیو، تو آپ نے پیا۔ میرے حق کی قسم! کلام کرو، تو آپ نے کلام کیا۔

اے میرے غوثِ عظیم! آپ تو محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) ہیں
رضما اور غلامِ رضا کے نمہب میں آپ ہمارے دین بھی ہیں اور ایمان بھی۔

آپ بار بکی و لطافت میں، علم و حکمت میں، ولایت و بزرگی میں، شہرت و
مقبولیت میں اور اولیا کی صفات میں کسی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں، فلاں کی
ستائش اور فلاں کی مدح خوانی سے آپ بے نیاز ہیں، کیونکہ فضلِ الہی سے آپ از
خود بلند رتبہ صفاتِ کمالیہ سے متصف اور کافی مشہور و معروف ہیں۔

عرضِ حاجت کی تمهید

حضرتِ عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات پر مشتمل کتابیں بہجتے
الاسرار شریف، تحفہ قادریہ، قلائد الجواہر، اکسیرِ عظیم، مجیرِ معظم وغیرہ حاجت
مندوں، پریشان حالوں اور بے نواؤں کے دلوں کی تسکین ہیں۔ حضرتِ عظیم

ناتوان فریاد کی فریاد پر کان رکھنے والے، اس کے نالہ و فغاں کو سنبھالنے والے، اس کی حاجتیں برلانے والے اور مشکلات حل فرمانے والے ہیں۔

لہذا رضا بریلوی اور دیگر عاشقوں نے مذکورہ کتابیں لکھ کر آپ کے بے نوادرائیں کے لیے آپ کے ذکرِ حیات کا سامان کر دیا ہے، بلاشبہ ناتوان فریادیوں کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار آپ ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کریم و تھی ہیں، ان کے کرم و سخا کی کوئی انہیں نہیں۔ ان کے شہزادے حضرت امام حسن و امام حسین ہیں، یہ بھی نہایت کریم ہیں۔

ان ہی کے شہزادہ ہیں حضور غوثِ اعظم، ان کے کرم و عطا بھی بے انہیں، بلکہ وہ سراپا عطا و بخشش ہیں۔ لہذا ان کی عطا کی دوہائی دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

اے کریم ابنِ کریم کے فرزند (غوثِ اعظم) کی عطا و بخشش، تو میرے لیے کوئی تدبیر کر۔ میرا طرف معلوم ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے، اور تو بہت وسیع، بیحد فراواں، اور جوش زن ہے۔

میرے ظرف کا عالم یہ ہے کہ مانگنے اور لینے کے لیے میرے پاس صرف یہی دوہائی ہیں۔ اور ایک تنگ و کوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کیسے لوں؟ اور کس میں رکھوں، جب کہ تو بہت بے پایاں و بے انہیں ہے۔ اس لیے بے پایاں عطا و بخشش کو رکھنے کی میرے دوہائی اور تنگ و کوتاہ دامن میں وسعت ہی نہیں۔ ظرف بمعنی

اے عطا نے بے پایاں! جس وقت تو پر جوش ہو کر فیضان پر آجائے تو نہ
پھاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جائے گا۔

یعنی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عطا و بخشش ایسی بے انہتا ہے
کہ جب جوش پر آئے تو پھاڑ کا دامن بھی تنگ پڑ جائے گا۔ اور اسے لینے کے لیے
ہاتھ خریدنا تو متصر ہے ہی۔

حضرت غوثِ اعظم سے استمداد و استغاثہ

(ان سے مدد چاہنا اور فریاد کرنا)

ہم بروں سے آپ اپنا رخ نہ پھیریں کیونکہ آپ ہی ہماری بخشش کا
سرمایہ ہیں۔ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہیں۔ آپ رحمٰن (اللہ تعالیٰ)
کا آئینہ ہیں۔ یعنی آپ کے سبب جود و عطا ملے گی، آپ کے وسیلے سے ہماری
مغفرت و بخشش ہوگی، ہماری پونجی آپ ہی ہیں۔ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت
ہیں، رحمت کی نشانی ہیں۔ آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں۔ کہ آپ کو دیکھنا، آپ کی طرف
توجہ کرنا نہایت مہربان اللہ تعالیٰ کی طرف رسائی کا باعث ہے، اس کی رحمت کے
مستحق ہونے کا سبب ہے۔

اے میرے آقا! جب آپ ہی سخنی و داتا، میرے پیر و مرشد، اور عظیم
بادشاہ ہیں تو میں دوسرے ولی کے درپہ کیوں جاؤں، آپ کے غلام کو غیرت و شرم
آتی ہے کہ آپ کے در کو چھوڑ کر دوسرے کے دروازے پر جائے۔ اور اگر کسی طرح
چلا بھی جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل اور دروازے کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔

کیونکہ آپ دریا و سمندر ہیں اور دیگر اولیائے کرام نہر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نہر سے پانی لینے والا دراصل دریا ہی سے پانی لیتا ہے۔

سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ غوثِ اعظم ہیں، غوثیتِ کبریٰ پہ فائز ہیں، اور تمام اولیائے کرام ان کے ماتحت ہیں۔

شیخ ابوالبرکات قدس سرہ فرماتے تھے، حق تعالیٰ کا شیخ عبدالقادر کے ساتھ عہد ہے کہ کوئی اس سیدِ الاولیا (غوثِ اعظم) کے اذن کے بغیر ظاہر و باطن میں تصرف نہ کرے گا۔ انہیں بعدِ انتقال بھی تصرفِ عام عطا فرمایا ہے، جیسے قبل رحلت تھا۔ (تحفہ قادریہ و محبیہ معظم ص ۱۶۱)

اے میرے مولیٰ غوثِ اعظم! میری سادہ لوگی (садگی و سیدھا پن، بھولا پن) تو دیکھئے، آپ سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، کہ آپ میری بیماری دور فرمادیجئے، جب کہ درد بیماری آپ ہی سے ہے اور حکم الہی سے دوا و شفا بھی آپ ہی دیں گے۔ میرے آقا! درد کون اور دوا کہاں؟ درد بھی آپ ہی ہیں اور دوا بھی آپ ہی۔۔۔

یہ مفہوم اس شعر کے رنگ میں ہے، جو سعد الدین محمد جموی نے فرمایا: یہ سیدی خجم الدین کبریٰ قدس سرہما کے کبارِ اصحاب میں سے تھے، ان کا شعر یہ ہے،

أَنْتَ سُقْمِيُّ وَ صِحَّتِيُّ وَ شِفَائِيُّ وَ بِكَ الْمُؤْتُ وَ الْحَيَاةُ تَطْيِيبُ آپ ہی میری بیماری، میری صحت اور شفا ہیں۔ اور آپ ہی کے سبب موت و حیات دونوں خوش گوار ہیں)

اسلام کی اشاعت و تحفظ کے لیے استعانت واستمداد

اے میرے غوثِ اعظم! اپنے جدید کریم نبی اکرم ﷺ کا دین زندہ کیجئے
کیونکہ آپ سیدِ ادیان دینِ اسلام کی حیات و زندگی ہیں، آپ کا نام نامی اسمِ گرامی
محی الدین، محی الاسلام ہے، (دین کو زندہ کرنے والا)

یہ واقعہ معروف و مشہور اور کتب علماء میں مذکور و مسطور ہے کہ حضرت نے
ایک نجف و ناتواں بیمار کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، اس نے استدعا کیا، حضرت نے
اٹھایا، وہ تروتازہ ہو کر اٹھا اور کہا (میں آپ کے جدید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لا یا
ہوادین ہوں، آپ نے مجھے زندگی بخشی) آپ محی الدین ہیں۔ اس کے بعد لوگ
ہجوم درہجوم آتے اور محی الدین لقب سے آپ کو پکارتے ہوئے سلام کرتے۔

اے میرے غوثِ الوری! کفار دینِ اسلام کی علاویہ اہانت (تو ہیں) کر
رہے ہیں، اے اہلِ اسلام کی آبرو! آپ کہاں روپوش ہیں۔ آپ جلد اپنا جلوہ
دکھائیے اور اپنے بابا (جدید کریم) کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو زندگی بخشیے۔

اے غوثِ اعظم! جب تک امام مہدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں آپ خود جلوہ گر ہیں، اس لیے کہ مسیح کے کام
اور مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔

مسیح کا کام ہے، بیماروں کو شفاء دینا، مردے زندہ کرنا، کوڑھی اور سفید
 DAG والے کو ٹھیک کرنا۔ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے سب کام آپ کے سپرد ہے۔ حضرت
امام مہدی کا کام رہے گا، لوگوں کو راہِ راست پرلانا، حکمِ الہی سے ابھی یہ کام آپ

کے سپرد ہے۔ بلاشبہ آپ امام مہدی کی شان رکھنے والے ہیں۔

ملت کی کشتی حیات پہاڑ جیسی موجودوں میں پھنس گئی ہے، میرے آقا! میں آپ پر قربان! آپ جلد آئیے، اور کشتی کو موجودوں سے نکالیے، بیڑا پار لگائیے، کیونکہ اس طوفان سے نکال کر ساحل پر پہنچانے والے نوح آپ ہیں۔

ہوا بہت تیز ہے، بادِ فتنہ موج پر موج گرار ہی ہے، اور موجودین فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں اور مصیبت زدگان کی مصیبت کی گھڑی میں آپ پہنچنے، اس لیے کہ ان کی کشتی کے ناخدا آپ ہی ہیں۔

غلام کی خود اپنے لیے استمداد و استعانت

آپ کی وجہت و بزرگی اور عطا و بخشش کا دامن مجھ بیسے شخص کے لیے تنگ و کوتاه ہو؟ ایسا نہیں ہو سکتا، اے عام جود و عطا والے بادشاہ! (غوثِ اعظم) آپ کا دامن وجہت بہت وسیع ہے، آپ کا جود و بخشش بہت کشادہ ہے۔

اے میرے غوثِ اعظم! اگر میں نے اپنے نامہ اعمال کے دفتر کو گناہوں سے سیاہ کر لیا ہے، پھر بھی آپ میری دشمنی فرمائیے اور میرے نامہ اعمال کو اچھا کر دیجئے، چمکا دیجئے، بلکہ اپنے دفتر کو اور زیادہ سیاہ کرنے والے سیکڑوں ہزاروں کو بھی تھام لیجئے اور ان کے دفتر کو چمکا دیجئے کیونکہ چمکانے والے چاند آپ ہی ہیں۔

آپ نے خود فرمایا ہے کہ ”اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو ضرور

اس کی ستر پوچی کروں گا، آپ نے یہ بھی فرمایا: ”قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں میں اگر کسی کی سواری پھسلے تو میں اس کی دشگیری کروں گا، کئی حاضرین بارگاہ نے آپ کے تعلق سے فرمایا ہے کہ حضرت نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ ”تارو ز قیامت جوان کا مرید ہو گا ہرگز بے توبہ نہ مرے گا۔“

اگر میں اپنے اعمال بد کے سبب ریزہ ریزہ ہو گیا، پھر بھی کم نہ ہوا، اس لیے کہ آپ خراب کو اچھا کرنے والے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں نگ مو میا ہو جاتا ہے، آپ پھر چھوتے ہیں تو وہ موم ہو جاتا ہے، (پھر بھی نرم ہو جاتا ہے)۔ اگر میں جل کر بھسم ہو گیا پھر بھی کم نہ ہوا اس لیے کہ آپ وہ چشمہ حیات ہیں، جس سے زندگی ملتی ہے۔

آپ نے فرمایا: ”اے میرے مرید! شیدا، خوش حال اور بے خوف ہو کر نغمہ سرا ہو جا۔“ آپ کے اس فرمان کو سننے کے بعد میں خوش ہو کر رقص کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں اس وقت بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں گا جب آپ کا یہ فرمان عالی سن لیا اور شاد و مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں۔

صالحین وابرار گوہر و موتی ہیں اور آپ سمندر۔ ان گوہر کے دن اچھے، ان کا خوب بھلا ہو گا اگر دریا (غوثِ اعظم) نے اپنے دل میں جگہ دی، اپنے اندر رکھ لیا، اور اپنا محبوب و محترم بنالیا، اور اے غوثِ اعظم! میں اگر چہ گوہر و موتی نہیں، صالحین وابرار نہیں، تنکا ہوں اور آپ بحرِ اعظم (بڑا سمندر) ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ تنکا ڈوبتا نہیں ہے۔ پانی کے اوپر رہتا ہے، لہذا میں ڈوبنے والا نہیں۔

حاصل یہ کہ اگرچہ میں گوہر کی طرح عزت نہیں رکھتا، مگر اس سے کم تر بھی نہیں ہوں، کیونکہ بحرِ اعظم حضور غوثِ اعظم کے لطف و کرم سے نجات پاؤں گا اور غرق ہونے سے محفوظ رہوں گا۔

قیامت کے دن حساب و کتاب کے وقت اگر آپ کی عنایت و دشگیری ہو تو میرے گناہوں کا پہاڑ بھی ہیچ ہے، سب گناہ مٹ جائیں گے، اور بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اگر آپ میرے میزانِ عمل پہ جلوہ فکن ہو جائیں تو میری معمولی نیکی بھی پہاڑ کا کام کرے گی، اور مجھے جنت مل جائے گی۔

نسبتِ غلامی پر فخر

ہندی احمد رضا ابن نقیٰ علی ابن رضا علی، باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے، اور آپ ہر عنوان سے واقف و آشنا ہیں، ہر ایک کا آپ کو پتہ ہے۔

میری ماں آپ کی کنیز و باندی ہے، اور میرے باپ آپ کے غلام، میں قدیمی خانہ زاد ہوں، میرے گھریار کے آقا آپ ہیں۔ میں آپ کے دولت کدہ کا پرانا خادم اور پروردہ ہوں، فضلِ مولیٰ سے سب چیز کے مالک آپ ہی ہیں۔

میں نمک پروردہ ہوں، آپ کی عطیات و صدقات پر پلا ہوں، اور خدا کا احسان عظیم ہے کہ نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے آپ ہیں، اور اپنے پالوں کا منہ میٹھا کرنے والے آپ ہی ہیں۔

کوئی اور غلام ہو گا جو اپنے آقا سے آزادی چاہتا ہے، میں وہ غلام ہوں کہ آزادی نہیں چاہتا، آپ کی غلامی ہی میری بادشاہی ہے، آپ کا غلام بنے

رہنے ہی میں میری بھلائی ہے، میری خوشی ہے، خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کتنے اچھے آقا ہیں۔ پھر ایسے عمدہ آقا کو چھوڑ کر، آزادی لے کر در بدر کی ٹھوکریں اور جھٹکیاں کیوں کھاؤ۔

اسی طرح عابد حسین قادری نوری ابن مولا نامحمد یونس ابن شیخ محمد ابراہیم مرحوم کہتا ہے کہ میں بھی باپ دادا سے آپ کی غلامی میں ہوں، اس نمک پرورده اور خانہ زاد کو بھی شکر عطا کر کے منھ میٹھا کیجئے۔ یا غوثنا الاعظم!

سگان بابِ عالیٰ کی جانب مدح خواں کا انتساب

غوثِ اعظم کے در کے کتوں کی طرف مدح خواں رضا بریلوی کا انتساب

اے غوثِ اعظم! آپ کریم داتا ہیں اور میں آپ کے در کا کتنا ہوں۔

آپ صاحبِ دستِ خوان ہیں، اور آپ کے مهمان کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ ابرار و صالحین ہیں۔ بچا ہوا ٹکڑا اس سگ کو بھی مل جائے۔

سگ (کتنا) قوتِ بیان نہیں رکھتا، آخر کیسے مانگوں، مانگنے کا سلیقہ نہیں آتا، اور آپ کی سخاوت بیان کی پابند بھی نہیں ہے، آپ کو اپنے سگ کا مقصد معلوم ہے اور آپ اسے عطا کرنے پر قادر ہیں، لہذا میرا مقصد پورا کیجئے۔

اگر پھر مار کر اپنے اس سگ کو بھگانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے، اس لیے کہ میرے جسم و جان کے مالک آپ ہی ہیں، اور اگر نعمتوں سے نوازیں تو آپ خدا نے منان کی نعمت و احسان ہیں، لہذا احسان فرمائیے۔ احسان فرمائیے آقا!

حکم فرمائیے کہ کوئی روئی کاٹکڑا آپ کے درباری حضرات میری جانب بھی ڈال دیں، میں اتنا ہی مانگ سکتا ہوں، سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے، مزید داد و دہش کی بارش کرنے والے آپ تو خود ہیں۔ کیونکہ کتوں کی چاہت والی نظر روئی کے ایک ٹکڑے سے بند ہو جاتی ہے، کہ وہی ان کی ہمت کی انتہا ہے۔ اور آپ کی نعمتیں اور عطا نئیں بے پایاں ہیں، ہر ایک دوسری سے بالا و بہتر۔

میں آپ کا سگ ہو کر آپ کی گلی سے باہر کہاں جاؤں جب کہ مجھے یقین طور پر معلوم ہے کہ سگ (کتے) کی روزی کا ذریعہ آپ ہی ہیں۔

آپ کا دروازہ ہمہ وقت کھلا ہوا ہے، آپ کے لنگر کا دسترخوان بچھا ہوا ہے، یہ کتنا بھوکا ہے، اور آپ کریم و داتا بادشاہ ہیں۔ آپ کے یہاں کوئی کمی نہیں، پھر مجھے باہر جانے کی بات کیا ہے؟ جب کے بلا نے بھگانے کے مختار آپ ہیں۔ دور بیٹھا ہوں، زمین چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تماہارے خیال میں بند کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم احسان فرمانے والے ہو۔

خدا ہی کے لیے عزت ہے، ہندی کتنا اور تمہاری گلی میں باریابی؟ یہ کیسے ہو گئی؟ ہاں اے محبوب! تم ان کے فرزند ہو، جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں (یعنی رحمۃ للعالمین، سیدنا رسول اللہ کے فرزند ارجمند ہو)

تمہارے درِ فیض پر تو ہر سگ کی یوں خاطرداری کرتے ہیں اور ان کو میٹھے الفاظ سے نوازا جاتا ہے کہ ”مرحبا، خوب خوب، آؤ بیٹھو، سگ نہیں، تم مهمان ہو۔

اس وقت مجھے اپنے اوپر افسوس ہو گا جب تو جلوہ فرمائے اور میرے ساتھ ”میں“ رہ جائے، مجھ سے تو میرا ”میں“ لے لے اور اس جگہ میرے دل میں ”تو، ہی تو،“ رکھ دے۔

یعنی تیری یاد میں ایسا گم ہو جاؤں کہ میں خود کو بھول جاؤں اور میرے دل میں صرف تو ہی تور ہے۔ یعنی میں فنا فی الغوث کی منزل پر فائز ہو جاؤں۔

قادریت نے رضا کو باغِ خلد (جنت) مفت میں دے دیا، اسی لیے تو میں کہتا تھا کہ اے میرے آقاغوٹِ اعظم! میرا سرمایہ بخشش تو ہے۔

یا اللہ! عابد حسین قادری نوری کو بھی ایسی ہی قادریت عطا فرمائو سرمایہ بخشش ہو اور باغِ خلد مفت میں مل جائے۔ امین بجاهِ سید المرسلین واله الطیبین واصحابہ الطاہرین وابنہ الکریم غوثنا الاعظم والمجدد الاعظم والمفتی الاعظم -

اختتام ۲۸ ربیع الجیلانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ رجنوری کے ائمۂ

بروز جمعہ بوقت اربعے دن۔

اکسیر اعظم کی وجہ تالیف خود امام احمد رضا کے قلم سے

قصیدہ مقبولہ ”اکسیر اعظم“ اور اس کی شرح ”مجیر معظم“ کی وجہ تالیف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے خود مجیر معظم کے خطبے میں نہایت عمدہ طریقے پر بیان فرمادی ہے۔ آپ خطبہ اور اس کے بعد کی عبارتوں کا ترجمہ ملاحظہ کریں گے تو جہاں آپ کو رضا بریلوی کے تجیر علمی اور محبوب سبحانی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمالِ عشق و محبت کا پتہ ملے گا وہیں عطا نے رسول، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری ابجیری اور ان کے سلسلے کے عظیم ولی، محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیارضی اللہ تعالیٰ عنہم سے والہانہ عشق و محبت کا اظہار بھی ملے گا۔ نیز رضا بریلوی نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی شانِ عظمت نشان کو اجاگر کیا اور خواب میں ان کی زیارت سے مشرف ہونے کا ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو:

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”ساری حمد اللہ کے لیے جس کا شکر اکسیر اعظم (۱) اور جس کا ذکر مجیر معظم (۲) ہے۔ اور درود وسلام ہوان پر جو قدرت واقتدار والے رب کے اللہ کا شکر اکسیر اعظم ہے، یعنی شکر الہی بجالانا نہایت مفید سریع الاثر دوا اور نہایت فائدہ مند کیمیا ہے۔ (۲) اللہ کا ذکر مجیر معظم ہے، یعنی ذکر الہی بہت زیادہ پناہ دینے والا ہے ہر مصیبت سے، شیطان ملعون کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے۔ قادری نوری۔

بندے اور اولین و آخرین کے فریادرس ہیں، یعنی یہ نبی اکرم جو رب کی رحمت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی آل، اصحاب اور عارفین امت پر، خصوصاً ان پر (غوثِ اعظم پر درود وسلام ہو) جو اولیا میں اسی طرح ممتاز ہیں جیسے ان کے جدّ کریم انبیا میں۔ علیہ و علیہم التحیۃ والثنا۔ یا جیسے ابو بکر صدیق صحابہ میں، یا علی مرتضی اہل قرابت میں ممتاز ہیں۔ ان پر رضا و خوشنودی کا ابر باراں فگن ہو۔

(غوثِ اعظم) بڑے شمشیر زن، بہت قتل کرنے والے، عطا میں برسانے والے، خطائی میں چھپانے والے، مجد و بزرگی میں اپنے جدّ اکرم (رسول اعظم) کے وارث، اماموں کے امام، نگاہوں کے مالک، مشکل کشا، نافع امت، کائنات میں تصرف کرنے والے، چھپی چیزوں پر نظر رکھنے والے، دین و دنیا میں مریدوں پر نظر رکھنے والے، دین و دنیا میں مریدوں کی حمایت فرمانے والے، دشمنوں تک کو اپنے احسانات سے نوازنے والے، عطا و منع والے، دینے اور چھیننے والے، بڑی کثرت سے نعمتیں دینے والے اور تکلیفیں روکنے والے، محتاجوں کا خزانہ، کمزوروں کی جائے پناہ، صاحبِ قضاء کے اذن سے قضا کو رد کرنے والے، ماں باپ دونوں جانب سے شریف و کریم، دونوں شرف میں عظیم، شریعت و طریقت دونوں کا سنگم، اہل شریعت و طریقت دونوں فریقوں کا مرجع، سنت کی حمایت فرمانے والے، فتنے مٹانے والے، انسانوں میں سر بر آ اور دہ، سر بر آ اور دہ حضرات کی آنکھوں کی پتلی، ایسے طالب جو مطلوب ہیں، ایسے محب جو محبوب ہیں عزت، کرامت، سیادت، قیادت، سبقت اور امامت والے، فنا کے صحن، بقا کی

ز میں، اُنس کی بارگاہ اور قدس کی درگاہ میں سیر و اقامت والے، سلامتی کے رخ تاباہ، اسلام کو زندگی دینے والے، ہمارے ملاذ، معاذ، غوث، غیث، مجا، ماوی اور آقا و مولیٰ، فرد صدماںی، قطبِ ربیٰ، ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی۔ اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں ہم سے راضی رکھے اور ان کی رضا کو دارین میں ہماری مضبوط پناہ گاہ بنائے۔ اور درود وسلام ہو، ہم پر ان حضرات کے ساتھ ان کے وسیلے سے اور ان کے سبب، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! قبول فرما، قبول فرما۔

اما بعد۔ گداۓ سر کا رغوثیہ، سگ کوئے قادر یہ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری بریلوی۔ اللہ اس کا حشر سگانِ مولیٰ میں فرمائے۔ عرض پر داز ہے کہ فقیر نے ماہِ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پر نور، صاحبِ فضل بلند، سلطان المشايخ، محبوب الہی علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلوی سے شدید رحال (سفر) کر کے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوئی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آ کر شاہجہاں آباد، دہلی میں قیام کا عزم کیا، اس سے دوسال قبل میری دہنی آنکھ میں کثرتِ مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفا و صفا کی

۱۔ اس سے قبل بھی رضا بریلوی قدس سرہ کا بارگاہِ محبوب الہی، دہلی میں ایک بار حاضر ہونا ثابت ہے جیسا کہ ”ذیل المدعی الحسن الوعا“، وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اس طرح حضور خواجہ نظام الدین اولیارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس میں آپ کا دوبار حاضر ہونا ثابت ہے۔

امید پر دوائے چشم کے لیے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پھاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضلِ راسخ کی طرف توجہ کی، از راہِ محبت و شوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

حضرت خواجہ کی زیارت:- رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا، نیند آگئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سینے) ایک رنگین جنت نشاں مقام ہے، جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے۔ بخت رسکے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرت کارساز، خواجہ غریب نواز، سلطان الہندر، وارث نبی، قدس سرہ العلی کا مزارِ با امتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے، جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے اور جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے۔ یعنی درجات بخششے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی۔ رَوَحَ رُوحَهُ الْمَلِكُ الْقَوِيُّ۔ کامخزن برکات مرقدِ مبارک ہے، اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

(۱) حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ الفاظ سے رضا بریلوی نے اچھوتے انداز میں شاخوانی کی ہے، جو تفصیل کا طالب ہو وہ گدائے قادری کی کاوش ”شانے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا“ کا مطالعہ کرے۔

سرِ عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجہ بزرگ کا مزار پاک ہے، میں پائنا نے بیٹھ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرمائیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے، ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے۔ آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، عیب سے دور، محاسن سے بھر پور ذات مبارک ہے، بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا۔ وہ خاکِ پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا، اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا، اور سورہ کہف کی تلاوت شروع کر دی، دروازہ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرتِ خواجہ قدس اللہ سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہوتی ہے۔ گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر! ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ رَبَّنَا اِتَّنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيْءَ لَنَا مِنْ

اَمْرِنَا رَشَدًا (کہف۔ آیت نمبر ۱۰) تک پہنچا تھا۔ یا۔ يَنْسُرُكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهِيَءُكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ۲ (کہف۔ آیت نمبر ۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہو گیا۔ محمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی۔ میں نے کہا: یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے۔ اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الہی کی مدحت کی بدولت ہے۔ میرا دل جوش میں آیا اور صدائگانی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھوں پر آزمالیا، تو کوئی پھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ سن ادھر آ کہ اس سے اہم مرح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان شار کریں اس کے بعد یہ قصیدہ مبارکہ، جسے جان برا در حسن رضا خاں حسن، صین عن الحسن (مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے نام تاریخی ”اسکسیر اعظم“ (۲۰۲ھ) سے موسوم کیا، بہت کم وقت میں تیار ہو کر میرے لیے فرحت بخش ہو گیا۔ درگاہ پیکس پناہ قادریت جاہ۔ علیہ رضوان اللہ۔ سے حُسْنِ قبول مطلوب اور متوقع ہے۔

وَلَلَا رُضِّ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ نَصِيبٌ - ع۔

ترجمہ:- (کریبوں کے جام سے زمین کو بھی کچھ حصہ مل ہی جاتا ہے)۔

(۱) ترجمہ آیت:- اے ہمارے ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام

میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر (کہف آیت ۱۰)

(۲) ترجمہ آیت:- تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے

کام میں آسانی کے سامان بنادے گا (کہف آیت ۱۶)

میرے بھائی! میں ہر زہ سرانے کبھی شعر گوئی کافن نہ سیکھا، نہ شاعری کا سرمایہ جمع کیا، نہ میں شعرا کا دمساز، نہ مشاعرہ باز، نہ یہ دماغ کہ اپنے کام چھوڑ کر ان سب میں لگوں، میں اس فن میں کسی کی شاگردی کا دماغ بھی یکسر نہیں رکھتا، جو کچھ زبان پر آتا ہے، قلم کے حوالے کرتا ہوں، حاشا! زندگی بھر کبھی کوئی غزل نہ کہی، نہ پائے خیال کسی غزال کے پیچھے غزل خواں ہو کر چلا، ہاں کبھی کبھی محبوبانِ خدا کی مدحت کا شوق جلوہ فلکن ہوتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے بے زحمتِ فکر بندہ عرض کرتا ہے۔ پھر اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں یہاں تک کہ عربی فارسی، اور اردو منظومات کی چار بیاضیں گم کر چکا ہوں اور فکرِ تلاش سے آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا وہ ان شاء اللہ العزیز اس کثیر السیات کے نامہ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے وہ باہر جانے والا نہیں، خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ با جملہ میں اس مقام پر ہوں جس کا ذکر خود میں نے ان شعروں میں کیا ہے:- قطعہ

نہ مر انوش تحسین نہ مر انیش زطعن نہ مر اگوش زمدھے نہ مر اہوش ذمے
منم و کنج خمو لے کہ نہ گنج در وے جز من و چند کتابے و دوات و قلمے
ترجمہ:- نہ مجھے تعریف و تحسین کی لذت سے سروکار، نہ طعن و تشنج کے ڈنک کی پروا، نہ کسی مدح پر توجہ، نہ کسی مذمت کا ہوش، میں ہوں اور ایک گوشہ گمانی جس میں صرف میری گنجائش ہے اور چند کتابوں اور دوات و قلم کی۔

اب بعض احباب۔ سلمہم الملک الوہاب۔ کی طلب پر اس

قصیدہ (اکسیر اعظم) کی ایک مختصر شرح مرتب کر رہا ہوں اور متن کے مطابق بغرض تاریخ اس کا نام مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) رکھتا ہوں۔ اور اجرت تو مجھے اللہ ہی سے ملنے والی ہے، اور خدا کا درود ہواں کے جبیب پاک اور ان کی جاہ و مرتبہ والی آل پڑ۔

قصیدہ اور اس کے اجزاء۔ چونکہ ”اکسیر اعظم“، قصیدہ ہے، اس لیے پہلے اس کی تعریف اور اس کے اجزا کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔ کسی کی مدح یا ہجو پر مشتمل چند اشعار کا کلام جس میں کم از کم پندرہ اشعار ہوں، اس کو قصیدہ کہتے ہیں۔ اور بعض نے یہ تعریف کی ہے:

”نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف یا ہجو ہو، اس کے پہلے دونوں مصروعوں اور ہر شعر کے آخری مصرع میں قافیے کا التزام ہو،“

میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ قصیدہ کے لیے ایس یا اکتیس اشعار تک مناسب سمجھتے ہیں، مگر شعراۓ عرب کے کلام میں ان سے کئی گناہ اند پانچ پانچ سو اشعار پر مشتمل قصائد ملتے ہیں۔ بہر صورت قصیدہ ایک قدیم صنف سخن ہے، جس میں عربی کے ساتھ فارسی اور اردو کے با کمال شعراء نے بھی طبع آزمائی کی اور شعروشاعری کی اس صنف کو عروج عطا کر کے اہل علم و ادب سے خوب داد و تحسین حاصل کی۔ نعت رسول اکرم ﷺ کے تعلق سے صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ ”بانت سعاد“ اور امام احمد رضا بریلوی کے قصیدہ ”معراجیہ“ اور قصیدہ ”نوریہ“ کو خاصی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔ قصیدہ ”بانت سعاد“

کی مقبولیت کا معاملہ تو یہ ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے خوش ہو کر انہیں بُردہ یعنی چادر شریف بطور انعام عطا فرمایا اور رضا بریلوی کے قصیدے زبان زد ہر خاص و عام ہیں، جو بلاشبہ عند اللہ و عند الرسول مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

قصیدہ کے اجزاء اچار ہیں

(۱) تشیب (۲) گریز (۳) مدح یا ہجو (۴) دعا یا حسن طلب

امام احمد رضا نے بھی دیگر شعرا کی طرح اپنے اس قصیدہ کو چاروں اجزاء سے مزین و مرصع کیا ہے۔ ان اجزاء کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) تشیب کسی قصیدے کی تمہید ہوتی ہے، جو اصل مقصد مدح یا ہجو سے قبل ہوتی ہے۔ تشیب کے بارے میں فیروز اللغات میں یہ الفاظ درج ہیں۔ ”عاشقانہ مضمایں بیان کرنا۔ شعرا کی اصطلاح میں قصیدے کی ابتداء میں عاشقانہ مضمایں نظم کرنا۔“

ہم یہاں ”تاب منظّم“ کی تقدیم کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں تاکہ تشیب اور بقیہ اجزاء کے مفہوم اجاگر ہو جائیں۔

۱۔ ”یہ لفظ شباب سے مشتق ہے، چونکہ شعرا نے عرب عموماً اپنی تشیب میں عشقیہ مضمایں لکھتے، جن کا تعلق شباب (جوانی) سے ہوتا، اسی کو نسبی بھی کہتے۔ شاعر کسی واقعی یا محض خیالی وفرضی معشوق کا ذکر بڑی تفصیل سے کرتا، پھر اپنے اصل مقصد مدح یا ہجو پر آتا۔“

”مگر بعد میں تشبیب یعنی قصیدے کی تمہید عشقیہ مضمون کی پابند نہ رہی،
شعر اس میں بہار و گلزار، قدرت کے مناظر علمی و فنی دقاکن ہر طرح کے مضمون نظم
کرنے لگئے۔“

۲۔ ”گریز: عمدہ قصیدہ وہ ہوتا ہے جس میں ابتدائی مضمون سے مقصود کی طرف
آنے کے لیے ایک یادو یا کچھ زیادہ ایسے اشعار ہوں، جن کے ذریعہ دونوں میں
رابط پیدا ہو جائے۔ شعر کے لیے یہ بڑا مشکل مقام ہوتا ہے۔ سامع اس کا منتظر
ہوتا ہے کہ دیکھیں یہ تمہید چھوڑ کر مقصد پر کیسے آتا ہے، اس لیے شاعر کو گریز کے
اشعار میں بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا ہے۔“

۳۔ مدح، ہجوم، یا جو اصل مقصد ہو ظاہر ہے کہ قصیدہ کا نقطہ عروج یہی ہے تو اصل
مقصد کو تمہید و تشبیب سے بہت بلند و بالاتر ہونا چاہیے۔ اسی لیے شعر ایسا بڑی
دققت آفرینی اور مبالغہ آمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر ایسا مبالغہ اچھا نہیں، جو
واقعیت سے بالکل دور ہوا اور ناممکن کی حد میں داخل ہو جائے۔

۴۔ دعا یا حُسْنِ طلب:- جو قصیدے کا اختتامی حصہ ہوتا ہے جو کبھی ایک دو
شعروں پر مشتمل ہوتا ہے، کبھی زیادہ اشعار بھی ہوتے ہیں، بہت سے متعدد شعر
کے کلام میں قصیدے کا اختتام سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات اور ان
کے آل واصحاب پر درود وسلام اور کچھ مدح و مناقب پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔“

(تقدیمِ تاب منظّم ص ۱۶)

”تشیب کے لیے ضروری ہے کہ بہت عمدہ اور دل کش ہو، تاکہ سامع کی توجہ قصیدے کی طرف مبذول ہو سکے۔“

” عموماً تشیب کا مدح یا ہجو کے اشعار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شعرائے جاہلیت کے تو ایسے بھی قصائد ہیں جن میں عشقیہ مضمون سے نکل کر اچانک مدح پر آ جاتے ہیں، اسے اختضاب کہا جاتا ہے، ہاں یہ بہتر ہے کہ تشیب اصل مقصد کے لحاظ سے بے موقع اور بالکل برعکس نہ ہو۔“

کچھ اکسیر اعظم اور مجیر معظم کے بارے میں

”اکسیر اعظم“، عربی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: بہت عظمت والی اکسیر، اکسیر کے کئی معنی نوراللغات اور فیروزاللغات میں درج ہیں: (۱) کیمیا: یعنی وہ شی جس سے تابنے کو سونا اور رانگ کو چاندی بناتے ہیں (۲) نہایت موثر اور لازمی طور پر اثر کرنے والی دوا (۳) نہایت مفید عموماً ہر ایک فائدہ مندا اور پرا ثبات کو اکسیر کہا جاتا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جان کی اکسیر ہے مدحت رسول اللہ کی۔

اور اعظم: عظمت اور عظیم سے ہے، جس کے معنی ہیں: بہت عظیم یا بہت عظمت والا۔ گویا ”قصیدہ اکسیر اعظم“، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نہایت عظمت والا قصیدہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے اکسیر و کیمیا، ہر مریض کے لیے نہایت موثر اور سر لع الارث دوا اور ہر ایک کے لیے نہایت مفید و کارآمد تھفہ ہے۔

مجیر معظم: مجیر” یہ اسم فاعل ہے باب افعال کے ”اجارہ“ مصدر سے۔ جس کے معنی ہیں ”پناہ دینے والا“ اور ”معظم“، باب تفعیل کے مصدر

”تعظیم“ سے اسم مفعول ہے، جس کا معنی ہے: وہ جس کی تعظیم کی جائے، باعظمت شی۔ گویا قصیدہ اکسیراعظم کی طرح اس کی شرح مجرّب معظم بھی اسم باسمی ہے کہ اخلاص ولّهیت سے پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے یہ کتاب غم و اندوہ سے پناہ دینے والی، آفات و بلیات سے پناہ دینے والی اور گمراہی سے نجات دلانے والی ہے۔ یہ کتاب باعظمت ہے اور لاائق تعظیم بھی۔ قلب سلیم رکھنے والے قارئین خود فیصلہ کر لیں گے کہ یہ کتاب کیمیا اثر کیسے، مریضوں کے لیے زود اثر دوا کیسے، ہر ایک کے لیے فائدہ مند کیسے اور ہر بلا و مصیبت سے پناہ دینے والی کیسے اور باعظمت کس طرح ہے؟۔

”قصیدہ اکسیراعظم“ کے حوالے سے تاب منظّم میں درج ذیل حقائق مرقوم ہیں۔

”اکسیراعظم“ چونکہ بطور قصیدہ لکھا گیا، اس لیے اجزاے قصیدہ کی تکمیل کے لیے اس میں تشہیب بھی ہے، خاتمه، (حضور غوث اعظم سے) استمداد، بارگاہ عالی سے انتساب اور طلب حاجت پر مشتمل، دیگر موضوعات جلی سرخیوں سے خود ہی واضح ہیں۔

قدیم روایات کے مطابق تشہیب اور مدح میں کوئی ربط اور مناسبت ضروری نہیں ہوتی، بس گریز کے اشعار سے ذرا سار بٹ پیدا کر دیا جاتا ہے، مگر اکسیر اعظم کی تشہیب اصل مدح سے ایک خاص مناسبت رکھتی ہے، وہ آگے عرض کرتا ہوں۔

سر کار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ رب جلیل کے محب بھی تھے اور محبوب بھی، بلکہ اولیا کے درمیان محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔

یہ تو معلوم ہے کہ عشقِ مولیٰ کے بغیر کوئی شخص را ہ سلوک میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، مگر کیا ابتداء ہی میں اسے محبوبیت بھی حاصل ہو جاتی ہے؟ سب کے حق میں یہ حکم قطعاً درست نہیں، بندہ جب درجہ کمال کو پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ محبوبیت سے سرفراز کرتے ہیں۔ ہاں کچھ مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں جو پہلے ہی محبوب بنالیے جاتے ہیں۔ ازابتداء تا انہا ان کی تربیت و ترقی خاص عنایت ربانی کے تحت ہوتی ہے۔ ”مجیر معظم“ کے کلمات دیکھیں تو یہ امر بخوبی منکشف ہو گا۔ کہنا یہ ہے کہ سر کار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اخْصِ اولیا سے تھے جن کے حصے میں خُبیث اور محبوبیت دونوں بدرجہ کمال آئی تھیں۔ اس وصف کو نظر میں رکھتے ہوئے تشبیب میں ایک ایسا خیالی معشوق ذکر کیا گیا ہے جو کسی کا عاشق بھی ہے۔ اس کا اشارہ تشبیب کے مطلع ہی میں کر دیا گیا ہے۔

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشہ دام توئی

دامن افشا نی وجاں بار د چرا بے جاں توئی

(ترجمہ:- تم وہ ہو جس کے ہر گوشہ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں،
دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جا نظر آ رہے ہو۔)

بعد کے اشعار میں اس وصف کو نمایاں اور منکشف کر کے بیان کیا گیا ہے،

ایسا معشوق جو خود کسی کے عشق میں گھل رہا ہے، اگرچہ ایک خاص مناسبت کے تحت فرض کیا گیا ہے، مگر اس سے ایک ندرت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ عام طور سے عشقیہ تشبیوں میں جو معشوق مذکور ہوتا ہے وہ صرف معشوق ہوتا ہے اور عاشق کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خود شاعر ہوتا ہے۔ یہاں جو معشوق فرض کیا گیا ہے وہ شاعر کا تو معشوق ہے مگر وہی کسی اور کا زبردست عاشق بھی ہے۔ (تقدیم تاب منظم ص ۱۸ تا ۲۰)

جب رضا بریلوی دوسری بار محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ کے دربار عالیٰ میں ۳۰۲ھ میں دہلی پہنچے تو عشق کی گہرائی میں اتر کر قصیدہ اکسیر اعظم لکھا۔ بارگاہِ غوثِ اعظم میں آپ نے یہ ایسی سوغات پیش کی ہے کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ جسے آپ خود محسوس کریں گے۔

مجیہرِ معظم شرح اکسیر اعظم

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالیٰ میں رضا بریلوی نے ۱۳۰۲ھ میں قصیدہ ”اکسیر اعظم“ کا گلدستہ پیش کرنے کے بعد ۱۳۰۳ھ میں اس کی شرح مجیہرِ معظم لکھی، جس میں اکسیر اعظم کے ابہامات، تشبیہات و استعارات اور تلمیحات کی وضاحتیں کی ہیں۔ اگر تفصیلی شرح لکھتے تو رضا بریلوی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا علم کئی جلدیوں تک پہنچا دیتا، مگر خاص خاص مقامات پر نمبر لگا کر شرح کی۔ کہیں پر اجمالاً اور کہیں تفصیلاً، سیدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق واقعات بھی درج کیے ہیں۔ اور کن لفظوں سے کیا مراد ہے، اس کی بھی وضاحت کردی ہے۔ اس ”اکسیر اعظم“ میں سیدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کرنے کے حوالے سے جو دعوے تھے، ان سب کو مجیہرِ معظم میں دلائل سے مبرہن کر دیا ہے۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیائے کرام کے تصرفات و اختیارات کو ثابت کر کے سینیوں کے لیے فرحت بخش غذا اور قلبی سُرور کا سامان مہیا کیا اور منکرین کے سینیوں پر سانپ لوٹنے کا کام کیا ہے۔

کمالِ داد و تحسین کی بات یہ ہے کہ رضا بریلوی نے اپنی باتوں کو صدیوں پیشتر کی مستند و معتمد کتابوں کے حوالجات سے مدلل کیا ہے۔ مثلاً علامہ ابو الحسن شطونی کی ہبۃ الاسرار شریف، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاحیا، حضرت ابوالمعالیٰ کی تحفۃ قادریہ، ملا عبد الرحمن جامی کی نفحات الانس۔ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین۔ نیز قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ و علماء کے ساتھ ساتھ منکرین کے معتمدین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت مرتضیٰ جان جاناں اور رأس المنکرین اسماعیل دہلوی کے اقوال سے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیاء اللہ کے اختیارات و تصرفات کو ثابت کیا ہے۔ تاکہ وہابیوں دیوبندیوں کا ناطقہ بند ہو جائے۔ کتاب کھو لیے اور پڑھتے جائیے، ان شاء اللہ الرحمن دل کے در پچھے کھل جائیں گے۔

اشعارِ تشیب کی تلخیص:۔ میرا اصل مقصد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدحت و شناسی میں کہے گئے اشعار کی تلخیص اور ان کی شرح کو واضح الدلالۃ بناء کر پیش کرنا ہے، مگر قصیدہ کے پہلے جز تشیب کے اشعار کو بھی یہاں پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ البتہ اس کے تمام اشعار کا ترجمہ ہم نہیں قلمبند کریں گے بلکہ اس کی صرف تلخیص پیش کریں گے۔ کیونکہ یہاں تشیب کے اشعار سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح مقصود نہیں ہے اور نہ ہی ان میں ان سے خطاب ملحوظ ہے، بلکہ بطور تمہید ایک خیالی معشوق سے خطاب ہے، جو کسی کا عاشق بھی ہے، اس لیے عوام ذہنی خلجان میں پڑ سکتے ہیں۔ جب کہ اس سے قبل رضا بریلوی کا ایک قصیدہ جسے ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے شائع کیا تھا اس کی تشیب کے اشعار میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بجا بطور تمہید کسی اور کاذکر تھا مگر شعروخن سے دلچسپی نہ رکھنے والوں نے،

خصوصاً بدندھوں نے تشبیب کے اشعار کو حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سمجھ لیا اور رضا بریلوی پر گستاخی کا ناقص الزام لگا دیا۔ اس کا نہایت معقول جواب ماہر فن پروفیسر طلحہ رضوی برق، داناپور، پٹنہ نے اپنے ایک مقالے میں مدلل طور پر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ تشبیب کے اشعار ہیں جو معترضین کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ انہوں نے اپنی بے بضاعتی کی بنیاد پر انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سمجھ لیا پھر رضا بریلوی پر اعتراض کر دیا۔

ہاں! یہ گوشہ مخفی نہ رہے کہ تشبیب کے اشعار سے اگرچہ حضرت مددوح حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح مقصود نہیں، مگر اس سے بے ربط بھی نہیں، مقصود سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ہی وہ اشعار لائے گئے ہیں۔

اور یہ جو کہا گیا کہ تشبیب میں ایسے معشوق سے خطاب ہے جو خود کسی کا عاشق بھی ہے، اس کی طرف اشارہ اس کے اشعار میں جا بجا موجود ہے۔ جیسے تیسرا شعر میں:

”اپنے سروناز کو کس پر قمری بنار کھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شلگفتہ پھول ہو۔“

سروناز کا مطلب ہوتا ہے معشوق اور قمری کا مطلب عاشق، بلبل کو سرخ پھول کا عاشق کہا جاتا ہے اور شلگفتہ پھول عبارت ہے معشوق و محبوب سے۔

واضح رہے کہ بہت سے شعراً تشبیب میں اپنے معشوق کا ذکر کرتے ہیں اور خود عاشق کی حیثیت سے ہوتے ہیں، مگر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شان ہے کہ آپ محبٰ بھی ہیں اور محبوب بھی۔ بلفاظ دیگر محبُ اللہ اور محبوبُ اللہ دونوں ہیں جیسا کہ آپ کی سیرت کی کتب معمتمدہ میں مذکور ہے۔ اور خود رضا بریلوی نے بھی خطبہ میں اس کی طرف ایما فرمایا۔ اسی مناسبت سے آپ نے ایک ایسے معشوق سے خطاب کیا ہے جو عاشق بھی ہے۔ محبوب بھی ہے۔ اور محبٰ بھی۔

پھر سے یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قصیدہ کے پہلے جز کو تشبیب کہا جائے یا تمہید، اس کا کچھ حصہ اصل مقصد سے تعلق و ربط رکھتا ہے، لہذا یہ قصیدہ جو اکسیر اعظم سے موسوم ہے اس کی تشبیب کا بھی کچھ حصہ اصل مقصود یعنی ثنا غوث اعظم سے ضرور تعلق و ربط رکھتا ہے جس کا جلوہ عنقریب آپ بھی ملاحظہ کریں گے۔ اس قصیدہ میں رضا بریلوی نے تشبیب کے کل سترہ (۷۱) اشعار کا استعمال کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے

تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ

شعر نمبر۔ ۱۔ تم وہ ہو جس کے ہر گوشہ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں،
دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے۔

۲۔ ایک نازک جان رکھتے ہوئے تم درِ فراق میں بتلا ہو، اپنے سرو ناز
کو کس پر قمری بنا رکھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ

پھول ہو۔ ۱

۲۔ تمہارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن۔ اس لیے خود ہی نغمہ سرا ہوتے ہو پھر خود ہی حیرت میں پڑ جاتے ہو۔

۵۔ اگر تمہاری آنکھیں نرگس ہیں تو نرگس سے خون کی نہریں کیسے روائیں ہیں؟ اگر تمہارا بدن پھول ہے تو پھول سے خون کی بو کیسے آرہی ہے؟ (نرگس ایک پھول ہے شعر اس کے ذریعہ خوبصورت آنکھ کو تشبیہہ دیتے ہیں، بلفظ دیگر نرگس سے مراد مجاز آنکھ ہے۔ جیسے نرگس بیمار، معشوق کی آنکھ، نرگس مخمور بمعنی نشیلی آنکھ، متواہی آنکھ)۔

۶۔ تم وہ حسین ہو جس پر حسن کی جان نازکرتی ہے۔

۷۔ جہاں تمہاری جولانی ہو وہ جگہ کوئی ویراں ہو گی؟ (ہرگز ایسا نہیں)

۸۔ دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ "حسن آباد" ہو گیا۔ (رضا بریلوی نے یہاں "حسن آباد" کا لفظ استعمال کر کے کلام میں کمال حسن معنویت اور ندرت پیدا کر دی ہے۔ نوری)

۹۔ جل گیا میں جل گیا، تمہارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے، تمہاری آتشِ حسن میری جان سے کھیلتی ہے۔

۱۔ سرو: ایک خوشمنادرخت جو سیدھا مخروطی شکل کا ہوتا ہے، اس کی خوشمنائی کی وجہ سے اس کے ذریعہ محبوب اور قدر محبوب کو تشبیہ دیتے ہیں۔ قمری: فاختہ کی ایک خوبصورت قسم ہے، جسے شعر اسر و درخت کا عاشق کہتے ہیں۔ بلبل کو پھول کا (گل سرخ کا) عاشق کہا جاتا ہے۔ اس لیے اظہار حیرت اور سوال ہے کہ گل ہوتے ہوئے بلبل سماحال کیسے؟

- ۱۰۔ تمہارا چاندِ عشق کے بادل میں ہے تو تمہارا یہ حال ہے، آہ! اگر کسی دن بے پردہ
تمہاری درختانی ہو تو کیا حال ہوگا!
- ۱۱۔ اگر میرے سینے میں سینہ ملا تو میں تمہارا غم چن لوں۔
- ۱۲۔ میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے پھر چاند کی مشابہت کیوں اختیار کر رکھی
ہے کہ سینہ داغِ عشق کے لیے وقف ہے۔
- ۱۳۔ ایک جہاں کو اپنے ناز سے مارا، یہاں کیوں نیاز میں پڑ گئے۔
- ۱۴۔ زلفوں کا جال اپنے اس صیاد کے لیے بھی پھیلاو۔
- ۱۵۔ میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمہاری جان کا واسطہ! تم بے مثال ہو،
وہ گل کیسا گل ہوگا، جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔
- ۱۶۔ میرا رونا تو بجا ہے، اس لیے کہ تمہارا چہرہ دیکھنے نہیں پھر
کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو۔
- ۱۷۔ شاید اپنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنالیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسین دیکھ لیا
ہے، جس کے شکار ہو گئے ہو۔

گریز کے اشعار

قصیدہ کا دوسرا جز گریز ہے۔ شعر نمبر اٹھارہ (۱۸) سے گریز کے اشعار
شروع ہوتے ہیں اور شعر نمبر ۲۶ / پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح گریز کے کل
۹ راشعار ہوئے مگر درمیان میں ایک ذیلی عنوان ہے۔ ”خطاب کی جانب
التفات، ساتھ ہی حسن و عشق کی جامعیت کا بیان“۔ اس کے تحت کل چار اشعار

یہیں، جو شعر نمبر ۲۳ سے شروع ہو کر شعر نمبر ۲۶ پر ختم ہو جاتے ہیں جب کہ اسی ذیلی عنوان کا آخری شعر مدح کے مطلع سے قبل مدح کی تمہید کے طور پر ہے، وہ شعر نمبر ۲۶ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے۔ بادشاہ کریم ہے، اے رضامدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکر بخشدگا، اگر تم طویل مدح خواہ ہو۔

ربط آمیزگر یز ذوق انگیز مدح کی جانب

گریز کا معنی ہے، بھاگنا، راہ فرار اختیار کرنا، اور اصلاحی معنی قصیدہ میں تمہید کے بعد اصل مقصد کی طرف متوجہ ہونا اور یہی اصطلاحی معنی یہاں مراد ہے۔
الہزار بلط آمیزگریز کے اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کجئے۔

ترجمہ شعر نمبر ۱۸۔ یا شاید شمعِ جیلاں کا پرتو تم پر پڑ گیا ہے ایسی روشنی اور حرارت کے دونوں سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔ (شمعِ جیلاں سے مراد حضور غوثِ عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ قادری نوری)

۱۹۔ وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ (آرام سے) ہیں۔
اے بادشاہ! ذرا دونوں کو اشارہ ہو، ہمارے مل جاتم ہی ہو۔

۲۰۔ حسن اس کا رنگ ہے، عشق اس کی بو ہے (مہک ہے)، دونوں اس کے رخ پر
شار ہیں (قربان ہیں)۔ یہ گاتا ہے۔ ”جان توئی“، (جان تم ہو)۔ وہ نغمہ زن ہے،
”جاناں توئی۔“ (جاناں تم ہو)۔ (حسن اس پر قربان ہوتے ہوئے کہتا ہے کہ تم
میری جان ہو اور عشق قربان ہوتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میرے جاناں و محبوب ہو۔
 قادری نوری)

۲۱۔ عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا، حسن ترقی کر کے کہتا ہے،
تم خود محبوبوں کی شاخ ہو۔ ۲

رقم کہتا ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں (۱) عشق نازش میں ہے یعنی فخر کر
رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا (۲) حسن ترقی کر کے اور آگے بڑھ کر کہتا
ہے کہ تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔ امام احمد رضا پہلی بات پر نمبر لگا کر اکسیر اعظم
کے شعر کے مذکورہ مضمون پر درج ذیل عبارت لاتے ہیں۔

قول ۱۔ قلت (میں نے کہا): عشق در نازش اخ - قول (میں کہتا ہوں) ببل سے
بمناسبت عشق، حضرت مددوح (غوث پاک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد ہے۔
خود قصیدہ باستیہ میں ارشاد فرمایا ہے: ”انا ببل الافراح“۔ میں فرحتوں والا ببل
ہوں۔ اور جہن سے مراد مقام وصال ہے، اور یہ معلوم ہے کہ وصل الہی عشق کی
یاوری کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور دوسری بات کہ حسن نے کہا کہ تم خود محبوبوں کی شاخ
ہو اس کی وضاحت عبارت ذیل سے ہوتی ہے۔

”عشق اور حسن“ کا مکالمہ اور غوث اعظم کا مقام مخدع“

امام احمد رضا قدس سرہ نے مذکورہ دونوں شعر میں عشق اور حسن کے سوال و
جواب کی بحث چھپیری ہے، لہذا اس کی اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مقام مخدع (خاص حجرہ قدس) کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

قول ۲۔ قلت: حسن در بالش - اخ - قول: ”محبوبوں سے اہل بیت رسالت مراد

ہیں۔ علیہ ویحہم افضل الصلوٰۃ والتحیۃ۔ اور حضرت مددوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گلزار سدا بھار کی ایک شاخ ہیں۔ یعنی عشق کے جواب میں حسن ترقی کر کے کہتا ہے کہ تم صرف عاشق ہی نہیں بلکہ خود محبوب بھی ہو، اور تمہارا قرب و وصل صرف عاشق ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ محبوبیت کی راہ سے ہے۔ عاشق تو تمام اولیائے کرام ہیں۔ اور اپنے عشق کے بقدر بارگاہِ قرب میں کسی مقام پر فائز ہیں لیکن آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای (تمہاری رسائی وہاں ہے جہاں کوئی جگہ نہیں)۔ کسی کا مقام بس دروازے تک ہے اور کسی کا قرار و آرام گھر کے اندر ہے، مگر غایبِ غایات اور نہایتِ نہایات جو ”مخدّع“ سے عبارت ہے وہ آپ کی ذات پاک کا حصہ ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ (۱) لفظ ”باش“، (بڑھنا، نشوونما پانا) کی مناسبت ”مقام ترقی“، اور لفظ شاخ دونوں سے واضح ہے۔

واضح رہے کہ قول نمبر ایک میں رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ”بلبل“ سے بمناسبتِ عشق، حضرت غوث اعظم کی ذات مراد ہے۔ تو ”بلبل“

۱۔ مخدّع: بروزن منبر مُصْحَّف، و قل بثنيث الحميم۔ بیت فی بیت مخزن۔ گھر کے اندر کی وہ کوٹھری جس میں قیمتی مال و متاع کو محفوظ رکھتے ہیں۔ قول نمبر ۳۷ کی شرح میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مقام غوشیت کے لحاظ سے اس کی تفسیر ”گنجینہ راز“ سے کی ہے، جو بہت عمده، مناسب اور واضح ہے۔ مترجم۔

کا لفظ شعر نمبر پندرہ (۱۵) میں گزرا ہے، اور شعر نمبر تین (۳) میں یوں ہے۔
”عند لیب کیستی چوں خود گل خندال توئی“، یعنی تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود
شگفتہ پھول ہو۔

۲۲۔ عشق نے کہا آقا! اٹھو، چہرہ خاک پر رکھو، حسن بولا، عرش سے بھی آگے بڑھ
جو، تم تو خدا کا جلوہ ہو،

عشق اور حسن کا مکالمہ ابھی چل ہی رہا ہے، دونوں کا مکالمہ نہایت
دلچسپ ہے۔ عشق کہہ رہا ہے کہ رفت و بلندی چاہتے ہو تو اٹھو اور چہرہ کو خاک پر
رکھو یعنی نماز اور سجدہ کی طرف مائل ہو جاؤ، اپنے آقا کے لیے فروتنی و عاجزی پیش
کرو، وہ تجھے رفت و بلندی بھی عطا کر دے گا اور محبو بیت کے مقام پر بھی فائز فرمائے
گے۔ چنانچہ بائیسویں شعر کے مذکورہ مضمون کی شرح فرماتے ہوئے
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں:

۳۔ قُلْتُ (میں نے کہا) : عشق گفتش سیدالخُلَّاقُ (میں کہتا ہوں)
اس شعر کا حاصل اُس حدیث کا مضمون ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ“ جو خدا کے لیے فروتنی و تواضع اختیار کرتا ہے
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَ اسے رفت و بلندی بخشتا ہے۔ اسے ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ تواضع اور رفت و بلندی
کا یہ تلازم بطور تجدد، غیر متناہی ہے، یعنی کسی حد پر رکنے والا نہیں، جسے عشق کا کوئی
حصہ عطا ہوتا ہے وہ ضرور سجدہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وہ فروتنی کی زمین پر

جبیں سائی کرتا ہے۔ یہی بات محبوبیت کا سبب بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حق جل و علا فرماتا ہے: ”لَا يَرَأُلُّ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيْ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ“ (میرابندہ نوافل کے ذریعہ میری نزد یکی پانے کی کوشش میں لگا تارہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں)۔ یہ ارشاد نبی کریم ﷺ نے اپنے رب جل شانہ سے روایت کیا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی۔

پھر عنایت رب انبی جو اس بندے کے حال پر مبذول ہے اس کے باعث وہ بندہ اس رفتہ و ترقی پر نہ سراٹھاتا ہے نہ اپنے کو کسی شمار میں لاتا ہے بلکہ اپنی اصل اور مولیٰ کے فضل پر نظر کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ جھکتا، گرتا، اور خود بینی سے بھاگتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کے لبس میں ہوتا ہے تو اپنے کو خاک کے برابر کر دیتا ہے، اس تواضع و خاکساری کی زیادتی پر مزید قرب عطا ہوتا ہے اور شدتِ محبوبیت کا حصول ہوتا ہے۔ تواضع کی زیادتی اور قرب میں ترقی کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہاں تک کہ تن رخصت ہو جاتا ہے، جان رہ جاتی ہے اور ”میں“، ”ختم“ ہو جاتا ہے۔ ”وَهِيَ وَهُرَہَتَ“ رہتا ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث قدسی میں حق تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِذَا أَحَبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبَصِّرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔ (توجہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں، اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں،

جس سے سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ جس سے پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاؤں جس سے راہ چلتا ہے)۔

سبحان اللہ: ورق درنو شتند و گم شد سبق۔ ورق لپیٹ دیا گیا اور سبق گم ہو گیا۔ یہ شعر کے الفاظ ”پر تو یزداں توئی“، (تم تو خدا کا جلوہ ہو) کا معنی ہے، بات لمبی ہے اور بولنے کا دروازہ بند۔

ع۔ گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش۔ (اے حافظ تو ایک خاک نشین گدا ہے، شور مت کر)۔

خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن و عشق کی جامعیت کا بیان

تشبیب کے سترہ (۷۱) اور ذوق انگیز مرح و ستائش کی طرف ربط آمیز گریز کے پانچ (۵) اشعار سے فارغ ہونے کے بعد مرح غوث الوری امام احمد رضا اب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطاب کی طرف التفات و توجہ فرمائے ہیں، جس میں حسن و عشق کی جامعیت کا بھی بیان ہے، یہ ۲۳ رویں شعر سے شروع ہے۔ یہ بھی اصل میں گریز ہی کے اشعار ہیں۔ کہتے ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۲۳۔ اے سرور! اے روح پرور! میں آپ کے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اور اضافہ ہو، آپ ایک پوشیدہ راز ہیں۔

رضا بریلوی نے یہاں اپنے اصل الفاظ ”سرورا! جاں پرورا!“ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کیا ہے، جس کا معنی ہے۔

”اے سردار! اے روح پروز“ اور ”سر پہاں“ سے یاد کیا ہے جس کا معنی ہے، پوشیدہ راز، راز نامعلوم، سِر لا یُدْرَكُ۔ جیسا کہ مذکورہ ترجمہ سے بھی ظاہر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا اپنے سید و آقا غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں حیران کیوں ہیں؟ آخر حیرت میں پڑنے کی وجہ کیا ہے؟ پھر یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ میری حیرت و پریشانی میں اور اضافہ ہو، خوب بڑھے، خوب بڑھے۔ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ حضور غوث اعظم سر پہاں ہیں، پوشیدہ راز ہیں، تو پوشیدہ راز کی معرفت و پہچان حاصل کرنے میں تو حیرانی و پریشانی آئے گی، اور اس راز پہاں کا دلدادہ اسی حیرت میں لطف و مزہ پاتا ہے، مگر یہاں اس کا جواب امام احمد رضا کی زبانی سنئے، وہ کیا خوب کہہ گئے، جس شعر کا مذکورہ ترجمہ رقم قادری نے نقل کیا ہے، اس کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

۳۔ قُلْتُ (میں نے کہا): حیرتم در توفزوں بادا۔ ان۔ اَقُولُ (میں کہتا ہوں) ترقیٰ حیرت کی دعا اس لیے ہے کہ یہاں حیرت، عین معرفت ہے۔ جس قدر باخبری زیادہ ہوگی، حیرت بھی زیادہ ہوگی، ”ادراک سے عاجزی عین ادراک ہے“۔ یہ میرا قول نہیں، ان کا قول ہے جو ایمان و عرفان میں تمام اولیائے اولین و آخرین کے مقابلے میں سبقت لے گئے، یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور رضا بریلوی نے سر پہاں اور پوشیدہ راز کا اثبات درج ذیل قول سے کیا ہے:-

۵۔ قلت : سر پہاں توی۔ اقول: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں جہاں والوں کے کاموں سے ماورا ہوں، میں تمہاری عقولوں سے ماورا ہوں،“ (یعنی میں تمہاری تمجھ سے بالاتر ہوں)۔ یہ امام اجل نور الدین علی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں سیدنا ابوالخضر قدس سرہ سے روایت کی۔ ایک اور حدیث (روایت) سولہویں قول کی شرح میں آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غوث اعظم وہ شمع و چراغ ہیں جو ہر جہت سے فروزاں ہیں

شمع: روشن اور جلتی ہوئی موم بقیٰ کو کہتے ہیں۔ حضور غوث اعظم شمع ہدایت ہیں، چراغ ہیں، نور ہیں، ایسی شمع جو جل رہی ہو (روشن ہو)، اجالا پھیلا رہی ہو (دوسروں کو روشن کر رہی ہو) روح کی بزم کو روشن کر رہی ہو، اور جس طرح شمع، موم بقیٰ اور چراغ کے گرد پرواںے رہتے ہیں، وہ شمار ہوتے ہیں اور شمع و چراغ کا رخ ہر طرف رہتا ہے، اسی طرح ہمارے حضور غوث اعظم ایسی شمع ہیں جو جلتے ہیں، روشنی پھیلاتے ہیں، روح کی محفل روشن کرتے ہیں۔ ان کے گرد تاج الاصفیا عبد الرزاق قادری، علی بن ہبیتی، ابو الحسن شاطنوفی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام احمد رضا قادری جیسے پرواںے منڈلار ہے ہیں، اس شمع کا رخ ہر طرف ہے، یہ شمع ہر طرف روشنی پھیلا رہی ہے۔ لہذا امام احمد رضا جیسے عاشقین پر روشن ہو گیا کہ یہ ہر جہت سے اور ہر اعتبار سے شمع فروزاں ہیں۔ (روشنی پھیلانے والی شمع ہیں)۔ ہاں غوث اعظم ہیں کہ راتوں میں کھڑے ہو کر عبادتیں کرتے ہیں، دل کو کباب اور

بریاں کرتے ہیں اور پاؤں پر کھڑے رہ کر گریاں رہتے ہیں (روتے رہتے ہیں)۔
یہاں شمع کی طرح پکھلتے بھی ہیں۔

اس مضمون کو عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا یوں کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۲۳۔ (یا غوثِ اعظم) آپ جلتے ہیں، اجالا پھیلاتے ہیں،
پکھلتے ہیں، آپ روح کی محفل روشن کرتے ہیں۔

۲۵۔ آپ کے گرد پروانے ہیں۔ آپ کارخ ہر طرف یکساں ہے، مجھ پر روشن ہو
گیا کہ آپ ہر جہت سے شمع فروزاں ہیں۔ اور حاشیہ میں یوں رقمطراز ہیں
﴿قُلْ﴾ : سوزی افروزی۔ اخ۔ اقوال : (میں کہتا ہوں) یہاں شمع اور حضرت
مددوح (غوث پاک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان آٹھ وجہ شبہ ہیں۔ ”مَثُلُ نُورٍ
كِيمشکوٰةٌ فِيهَا مِصْبَاحٌ“، (اس کے نور کی مثل ایسی ہے، جیسے ایک طاق کہ اس
میں چراغ ہے)۔ ان میں چار عشق سے پیدا شدہ ہیں۔ ۱۔ جلنا۔ ۲۔ پکھلانا۔ ۳۔
رات میں خدمت کو پاؤں پر کھڑے رہنا۔ ۴۔ دلِ بریاں کے ساتھ گریاں ہونا۔
(۱) باقی چار حسن کی جانب اشارہ کر رہی ہیں (۱۔ اجالا پیدا کرنا۔ ۲۔ بزم کو روشن
کرنا۔ ۳۔ پروانوں کا ارڈر گرد ہجوم کرنا۔ ۴۔ شمع کارخ ہر طرف یکساں ہونا)
”ہمہ رو“ میں لفظ ”رو“ جہت کے معنی میں ہے۔ اس کی لاطافت ”روئے
تو یکساں ہر طرف“ کے بعد ”روشم شد“ کی لاطافت کی طرح روشن و عیاں ہے۔

(۱) دلِ بریاں: جلا بھنا ہوا دل۔ گریاں: روئے والا۔

مذکورہ تراجم و مفاہیم، جو خطاب کی طرف التفات کے تین اشعار کے ہیں، اور جن میں حسن و عشق کی جامعیت بھی ہے، ان کے بعد اور مدح کے اشعار کو شروع کرنے سے قبل طویل نغمہ سر امام احمد رضا آگے کے شعر میں یہ کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۲۶۔ بادشاہ کریم ہے، اے رضا! مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکر بخشے گا اگر تم طویل مدح خواہ ہو۔ (شکر کا معنی ہے چینی۔ اس کے لیے ایک مثل یہ ہے، شکر خورے کو خدا شکر ہی دیتا ہے) یعنی جیسی خواہش ہو وہ یہ سامان مشیت الہی سے ملتے ہیں۔) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا مدح خواہ طویل ہیں اور ان کو کریم بادشاہ کی طرف سے شکر ملی ہے۔ انہوں نے اپنے آقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح خوانی کی تو انہیں شکر مل گئی، آپ کے کلام میں ایسی مٹھاس آگئی کہ اس کا جواب نہیں۔ آپ کو تائید حاصل ہوئی اور جیسی خواہش کی ویسا ہی دل آؤز قصیدہ زبان سے قرطاس پر آگیا۔ کریم و سخن بادشاہ نے فضل الہی سے ایسی شکر اور حلاوت و شیرینی بخشتی کہ اس کا اندازہ قارئین خود لگالیں گے۔ البتہ فقیر قادری یہ ضرور کہے گا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایسا عمدہ اور شیرین قصیدہ اب تک میری نظر سے نہیں گزر رہے۔ جو اتنے اشعار پر مشتمل ہو یہ قصیدہ شریف عند اللہ، عند الرسول اور عند الغوث مقبول ہے تو پھر اوروں کے پاس مقبول ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اکسیر اعظم کے سرورق پر لکھتے ہیں:

”قصیدۃ مجیدۃ مقبولۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فی منقبۃ سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہمارے سردار و آقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں یہ قصیدہ شریف ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول ہے۔ بلفظ دیگر ”سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ ایک مقبول بارگاہ اور دل آویز قصیدہ ہے“۔ معلوم نہیں کب سے عابد حسین قادری جیسے کتنے خوشہ چیز قادریوں کو اس کتاب مجیہر م معظم شرح اکسیر اعظم کی تلاش تھی جو ایک سوتیس سال کے بعد پوری ہوئی اور ہمارے قلب و دماغ میں پہنچ گئی۔ فللہ الحمد۔

مدح کا پہلا مطلع

غوث اعظم پیران پیر ہیں۔ ۲۷ رویں شعر کے اجالے میں

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیران پیر ہیں، اور اسی معنی میں ہے ”بڑے پیر صاحب“۔

یعنی پیروں کے پیر اور پیروں کے سردار ہیں۔ عربی میں شیخ المشائخ سے یاد کیا جاتا ہے، آپ میر میراں بھی ہیں یعنی امیروں کے امیر اور سرداروں کے سردار، عربی میں امیر الامرا سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ شہہر جیلان ہیں۔ یعنی آپ مقام جیلان کے بادشاہ ہیں۔ جیلان کو گیلان بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کی پیدائش جیلان میں ہوئی، اس لیے شہ جیلان کہا جاتا ہے ورنہ آپ شاہ بگداد بھی ہیں، بلکہ سارے عالم کے بادشاہ ہیں۔ اور یہ سب اللہ کی عطا سے اور رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں ہے، ورنہ حقیقی بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے اور اس کی عطا سے رسول اکرم ﷺ۔

حضرت غوث اعظم جن و انس کے ساتھ قدسیوں یعنی فرشتوں کے بھی پیر ہیں، فرشتوں کی جانوں کے لیے اُنس بھی ہیں۔ آپ انسانوں اور جنوں کے لیے غوث بھی ہیں غوث کا معنی ہے، فریادرس اور مددگار، اسی لیے آپ نے فرمایا میں ”شیخ الکل“ ہوں، یعنی فرشتوں، انسانوں اور جنوں کا پیر و غوث ہوں۔

اسی لیے عاشق غوث الوری امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ آپ کی مدح مطلع میں ان الفاظ سے کرتے ہیں:-

شعر نمبر ۲۷۔ پیروں کے پیر، میروں کے میر، اے شہ جیلاں! آپ ہیں۔ قدسیوں کی جانوں کے لیے اُنس اور انسانوں اور جنوں کے غوث (فریادرس) آپ ہیں۔
اصل شعر یہ ہے۔

شعر نمبر ۲۷۔

پیر پیراں، میر میراں، اے شہ جیلاں توئی
اُنس جان قدسیاں وغوث اُنس و جان توئی

شرح:- سوال یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں، انسانوں اور جنوں کے غوث و فریاد رس اور سب کے پیران پیر کیسے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے اور اکسیر اعظم کے مذکورہ شعر کی تشریح کرتے ہوئے عاشق غوث الوری امام احمد رضا قدس سرہ اس کی شرح مجید معظم میں مختصر ایوں رقمطراز ہیں۔

کے۔ قلت (میں نے کہا) اُنس جانِ قدسیاں۔ اخ ”اقول: (میں کہتا ہوں) حضرت مددوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”الانس لہم مشائخ والجن لہم مشائخ، والملائکہ لہم مشائخ، وانا شیخ الكل“۔ آدمیوں کے لیے کچھ پیر ہیں، جنوں کے لیے کچھ پیر ہیں اور فرشتوں کے لیے کچھ پیر ہیں اور میں سب کا پیر ہوں“۔ ”صدقت“ (آپ نے سچ فرمایا یا غوث اعظم) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ یہ کلام شیخ محقق قدس سرہ نے زبدۃ الاسرار میں نقل فرمایا“۔ (مجید معظم شرح اکسیر اعظم ص ۵۶-۵۷)۔ ناشر اتحاد مجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یونی

غوث اعظم جان بھی ہیں اور جاناں بھی۔ حسن مطلع لیعنی اٹھائیسویں شعر کی روشنی میں

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر لیعنی آقا اور سرور لیعنی سردار ہیں۔ ہماری جان بھی ہیں اور جاناں جاناں لیعنی محبوب بھی، اور ہماری جان کے قرار جان بھی۔ چنانچہ نائب غوث الوری امام احمد رضا رضی عنہ المولی یوں عرض کنائیں:

سر آپ ہیں، سرور آپ ہیں، سر کے لیے سروسامان آپ ہیں، جان آپ ہیں، جاناں آپ ہیں، جان کے لیے قرار جاں آپ ہیں۔

اصل شعر یہ ہے:

سر توئی، سرور توئی، سر اسر و ساماں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی
غوث اعظم ظلِّ الٰہی اور عکسِ حسنِ مصطفیٰ ہیں

۲۹ رویں شعر کی روشنی میں

شہبازِ لامکانی حضرت غوث صد اُنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلِّ ذاتِ کبریا ہیں
یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظل و سایہ ہیں، اور کسی کا ذاتِ کبریا کا ظل یعنی سایہ ہونا
عظیم بات ہے اور بندے کی کمالِ خوش قسمتی۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
منظہر ذاتِ الٰہی ہیں۔ اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے عکسِ
جمیل بھی ہیں۔ بلفظ دیگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ روشن و منور اور روشنی پھیلانے
والے آفتاب ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آفتاب کا معان و
چمک ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ذاتِ مصطفیٰ میں متحلّی ہے اور مصطفیٰ ﷺ ذاتِ غوث
الوری میں متحلّی ہیں۔ اس مفہوم کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں الفاظ
کا جامہ پہنانا یا۔

ظلِّ ذاتِ کبریا و عکسِ حسنِ مصطفیٰ مصطفیٰ خورشید و آں خورشید رالمعاں توئی
ترجمہ:۔ آپ ذاتِ کبریا کا سایہ ہیں اور حسنِ مصطفیٰ کا عکس۔ مصطفیٰ آفتاب ہیں

اور اس آفتاب کی چمک آپ ہیں۔

اور حضور غوث اعظم کے ظلِ اللہ یعنی ذاتِ کبریا کے سایہ ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے اس کی شرح ”مجیر معلم“، میں امام احمد رضا قدس سرہ یوں رقم طراز ہیں:

”قُلْتُ: ظلِّ ذاتِ کبریا۔ أَقُولُ: أَيْكَ حديث حسنٍ مِّنْ آیا، الْسُّلطَانُ ظِلُّ
اللَّهِ فِي الْأَرْضِ“ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے
(حوالجات یہ ہیں)

۱۔ اس کی تخریج کی ابوالشیخ نے حضرت ابو بکر صدیق اکبر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

۲۔ ابن النجاشی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۳۔ طبرانی اور بیہقی نے نقیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۴۔ بیہقی، حکیم ترمذی، بزار اور دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ ان روایات کی سند میں متعدد ہیں، ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے۔

اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان السلاطین یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ (۹۶۰ھ - ۱۰۲۵ھ) تحفہ قادریہ میں نقل

فرماتے ہیں کہ ”جب سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ (بادشاہ) کو کچھ لکھنا چاہتے تو یوں رقم فرماتے کہ شیخ عبد القادر تجھے حکم دیتا ہے، اس کا حکم تجھ پر نافذ ہے، وہ تیرا پیشوں اور تجھ پر جلت ہے۔ خلیفہ (بادشاہ) جب فرمان والا دیکھتا تو اسے بوسہ دیتا

اور کہتا: شیخ سچ فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، -

جس نے غوث اعظم کو دیکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا

آپ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ ہیں، ۳۰ رویں شعر کے آئینے میں

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“، جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ اس حدیث کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقت مجھ ہی کو دیکھا دوسرے کو نہیں، کیونکہ شیطان نبی پاک ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا، جیسا کہ بخاری شریف کی دوسری حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ دوم یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق (اللہ تعالیٰ) کو دیکھا۔ امام احمد رضا کا درج ذیل کلام اسی دوسرے معنی کے لحاظ سے ہے اور یہ مسلم ہے کہ اس حدیث کے مصدق حضور ﷺ ہیں، ان ہی کوشایاں ہے کہ جس نے ان کی زیارت کی گویا اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی زیارت کی۔ مگر یہ بھی محقق و صحیح ہے کہ جس نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اس نے گویا حق تعالیٰ کو دیکھا۔ یہ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ تبارک و تعالیٰ کے آئینہ و مظہر ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ طیبہ نبی اکرم ﷺ کے تابناک و روشن آئینہ و مظہر ہیں اور آئینہ کا آئینہ، آئینہ ہوتا ہے، مظہر کا مظہر، مظہر ہوتا ہے۔ اور ظل کا ظل، ظل ہوتا ہے۔ اب اسی تناظر میں امام احمد رضا کا کلام ملاحظہ کیجئے۔

(یاغوث اعظم) اگر آپ کہیں کہ ”جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا“ تو اس لیے کہ آپ ماہِ طیبہ کے تابناک آئینہ ہیں۔

مذکورہ دعویٰ کو امام احمد رضا قدس سرہ ”مجبر معظم شرح اکسیر اعظم“ میں درج ذیل عبارت سے ثابت کرتے ہیں:

۹۔ قلت : من رانی - اخ - اقول : ”حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا : مَنْ رَأَىْ فَقَدْ رَأَىْ الْحَقَّ“ - (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔ اسے امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ مرتبہ بلند اگرچہ جناب مصطفیٰ ﷺ کے شایانِ شان ہے کہ جس نے انہیں دیکھا حق کو دیکھا، مگر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات پاک حضرت مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ جب آئینے میں کوئی جمیل صورت جلوہ نما ہو تو جو شخص آئینے پر نظر ڈالے گا یقیناً اس صاحبِ جمال کی طلعت کا مشاہدہ کرے گا، تو چونکہ آپ (نحوث اعظم) آئینہ مصطفیٰ ہیں، اس لیے آپ کو دیکھنے والا مصطفیٰ ﷺ کا دیکھنے والا ہے اور انہیں دیکھنے والا بحکم حدیث حق کو دیکھنے والا ہے۔ تو درست ہے اگر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرمائیں ”مَنْ رَأَىْ فَقَدْ رَأَىْ الْحَقَّ“ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔ مختصر یہ کہ وہاں یہ معنی اصلاح ہیں اور یہاں وساطت ہے۔ (یعنی بلا واسطہ اور واسطہ کا فرق ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

غوث اعظم اچھے گلستان، باغِ سر و اور باغِ مصطفیٰ ﷺ کے نوبہار ہیں

۳۲ رویں اور ۳۲ رویں شعر کے آئینے میں۔

الله زار کا معنی ہے باغ، چمن۔ نوبہار کا معنی ہے: موسم بہار کا شروع۔ وہ چیز جس پر نئی رونق ہو۔ موسم بہار کو نوبہار بھی کہتے ہیں۔ تو الله زارِ مصطفیٰ ﷺ کے نوبہار کا مطلب ہوا: چمنِ مصطفیٰ ﷺ کی نئی رونق۔ روضہ رضوان اور باغِ رضوان کا معنی ہے۔ جنت۔ فردوس بریں۔

سرو: ایک خوشنما اور مشہور درخت جو سیدھا مخروطی شکل کا ہوتا ہے، خوشنما کے سبب محبوب و معشوق کے قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں، اب ان الفاظ سے عاشق غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ اپنے مددوح و آقا شہباز لامکانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنے خوبصورت انداز میں یاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۳۱۔ بارک اللہ (خدا مبارک فرمائے) لله زارِ مصطفیٰ کے نوبہار! کیا خوب رنگ ہو، باغِ رضوان کا رنگ آپ ہیں۔ (یا غوث اعظم)

۳۲۔ آپ کے قد سے سرو ابل رہا ہے، آپ کے رخ سے گلاب برس رہا ہے، آپ کتنے اچھے گلستان اور کیا خوب باغِ سر و ہیں۔

مطلوب یہ ہے کہ اے میرے آقا! شہباز لامکانی شیخ عبدال قادر جیلانی! آپ چمنِ مصطفیٰ کی نوبہار اور نئی رونق ہیں، آپ کا رنگ نہایت شاندار ہے، روضہ رضوان یعنی فردوس بریں کا رنگ آپ ہیں۔ آپ نہایت حسین و خوبصورت ہیں۔

آپ حسن و جمال کے سرو ہیں، گویا جمال و خوبصورتی میں وہ سرود رخت ہیں، جس سے محبوب کو تشبیہ دی جاتی ہے، اے میرے پیکرِ حسن و جمال! آپ کے قد مبارک سے سرو ابل رہا ہے، آپ کے رخ سے گلاب برس رہا ہے یعنی آپ کا رخ مبارک گلاب کی طرح سرخ و جمیل ہے، تو آپ کتنے اچھے گلستان اور کیا خوب باغ سرو ہیں۔

آپ پھینکے ہوئے تیر کو قدرت الٰہی سے واپس کر دیتے ہیں

قدرتِ غوثِ اعظم ۳۳ رویں شعر کے آئینے میں

اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت و اختیار ملا ہے کہ کمان سے پھینکے ہوئے تیر کو واپس کر دیتے ہیں، چنانچہ ایک ولی اللہ نے کہا ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ۔ بازگردا نند تیر از نیم راہ

ترجمہ: اولیائے کرام کو اللہ کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ تیر کو آدھے راستے سے واپس کر دیتے ہیں۔

ہمارے مددوح قدرت نما حضرت شاہ جیلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ شعر کے پورے طور پر مصدق ہیں، بلاشبہ آپ کو فضل الٰہی سے یہ قدرت ملی ہے کہ پھینکنے گئے تیر کو واپس کر دیتے ہیں، نیز لوگوں کی تقدیر یا باذنِ الٰہی پلٹ دیتے ہیں۔

یہ وہ کلام ہے جسے علماء مشائخ خوب پڑھتے اور اولیائے کرام کی قدرت ثابت کرتے ہیں۔ اس شعر کی روشنی میں شیدائے غوثِ اعظم حضرت مجدد اعظم محدث بریلوی قدس سرہ العلی اکسیرِ اعظم میں یوں کہتے ہیں۔

۳۳۔ وہ جو کہتے ہیں ”اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے، وہ آدھے

راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں، آپ وہی ہیں (اے غوث اعظم)
اصل شعر کو پڑھ کر بھی لذت و چاشنی پائیے۔

آنکہ گویند ”اولیارا ہست قدرت ازالہ بازگردانند تیر از نیم را“، ایناں توئی

غوث اعظم ہماری جان لینے والے اور جان بخشنے والے ہیں

۳۲ رویں شعر کے اجائے میں

درج ذیل کلام تصوف اور راہ سلوک میں قدم رکھنے والوں کے لیے ہے۔
اس راہ کے سالک فضلِ الہی سے پہلے فنا فی اللہ کی منزل پاتے ہیں یعنی پہلے خود کو
یاد خدا میں مٹاتے ہیں اور اس کی راہ میں کھوجاتے ہیں پھر عنایتِ رباني مساعدت
کرتی ہے تو وہ بقا باللہ کی منزل حاصل کر لیتے ہیں کہ پہلے فنا فی اللہ ہوئے پھر باقی
باللہ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یہ سب مراتب و مناصب ہمارے پیر ان پیر، روشن ضمیر،
دشمن، قطب رباني، محبوب سبحانی حضرت غوث جیلانی رضي اللہ تعالیٰ عنہ و ارضہ عنہ
کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان ہی کے ذریعہ فنا کی منزل حاصل ہوتی ہے اور
ان ہی کے ذریعہ بقا کا منصب ملتا ہے، لہذا ان ہی سے مرتے، ان ہی سے جنتے اور
دوام و بقا کی زندگی گزارتے ہیں، اسی لیے حضور غوث اعظم رضي اللہ تعالیٰ عنہ کے
توسط سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی منزل طے کرنے والے اور سیر فی اللہ کے منصب
پر فائز ہونے والے قطب عالم مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ بارگاہ
غوثیت مآب میں یوں عرض کنائیں ہیں:

۳۲۔ ہم آپ ہی سے مرتے، آپ ہی سے جیتے اور دائی زندگی گزارتے ہیں،
جان لینے والے، جان بخشنے والے، جان کی پرورش کرنے والے آپ ہی ہیں۔
ہاں آپ ہی ہیں۔ اصل کلام ملاحظہ کیجئے۔

از تو میریم و زِتیم و عیش جاویداں کنیم
جان ستاں، جان بخش، جان پرور توئی وہاں توئی ۱۰

اس شعر کے درج ذیل الفاظ ملحوظ خاطر رہیں۔

(۱) میریم۔ اس کا معنی ہے: ہم مرتے ہیں۔

(۲) جان ستاں: وہ جان لینے والے ہیں۔

(۳) زِتیم : ہم زندہ ہوتے ہیں۔

(۴) جان بخش : وہ جان عطا کرنے والے ہیں۔

(۵) عیش جاویداں : دائی زندگی۔

(۶) جان پرور : جان کی پرورش کرنے والے ہیں۔

اب مذکورہ شعر کے مفہوم کو شیدائے غوث الورئی فانی فی اللہ، باقی باللہ امام
احمدرضا کے نوک قلم سے دلنشیں کیجئے۔ وہ اس کی شرح کرتے ہوئے ”مجیر معظم“
میں رقم طراز ہیں:

۱۰۔ قُلْتُ: از تو میریم و زِتیم۔ اخْ۔ اَقُولُ: بندہ جب ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ
قلب کی صفائی اور دل کی سترھائی کی کوشش کرتا ہے تو رحمتِ الہی عز و جل دشمنیوں کی فرمایا
کر کے اسے اس مقام پر پہنچاتی ہے کہ غیر خدا اس کی نظر سے سب کے سب غالب

ہو جاتے ہیں، بس خدا عزوجل کو وہ دیکھتا ہے اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو جانتا ہے، یہاں تک کہ اس کی نگاہ سے خود اپنی ذات بھی گم ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ کا نام فنا فی اللہ ہے۔

پھر عنایت اور تربیت شیخ سے اس کے ظرف کو بڑی ہی عجیب و عظیم وسعت عطا ہوتی ہے، ”رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهُمْ تِجَارَةٌ وَّلَا يَبْيُعُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ“ (ایسے لوگ جنہیں اللہ کی یاد سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے، نہ کوئی خرید و فروخت) کا مظہر ہوتا ہے۔ اس وقت اس میں باہمہ اور بے ہمہ رہنے کی توانائی آجائی ہے اور عظیم تجلیات وارد ہونے کے باوجود اس کا ہوش و ادراک بچا رہتا ہے۔ یہ ولایت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، دل یار سے معمور، اغیار کی نظر سے مستور، مگر من و تو کی تمیز بدستور۔ اس منزل کو مرتبہ ”بقاباللہ“ کہتے ہیں۔

اس کے بعد غیر تناہی ترقیاں ہیں، فیضِ ازلی جس کو عطا ہوا اور جہاں تک لے جائے، اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔

پہلا درجہ بمنزلہ موت ہے کہ ”مُوْتُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا“ (موت سے پہلے موت اختیار کرو) اس جانب ”میریم“ (ہم مرتے ہیں) اور ”جاں ستار“ (جان لینے والے) سے اشارہ ہے۔ دوسرا درجہ بعد موت زندہ کے رنگ میں ہونا۔ ”أَوَمْنُ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ“ (اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا)۔ (سورہ انعام سورہ نمبر ۶۔ آیت نمبر ۱۲۳)۔

اس کی جانب لفظ ”زیم“ (ہم زندہ ہوتے ہیں) اور لفظ ”جان بخش“ (جان عطا کرنے والے سے اشارہ ہے۔ تیسرا مرتبہ ترقی حیات اور لگاتار حصول برکات ہے۔ یہ کلمہ ”عیش جاویداں“ (دائی زندگی) اور کلمہ ”جان پرور“ سے مقصود ہے خلاصہ یہ کہ مریدوں کو یہ سب مراتب و مناصب حضرت مددوح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔

جان دے کر جاناں کو پایا

۳۵ رویں شعر کے آئینے میں۔

جان کی قیمت لقاء جاناں ہے اور لقاء جاناں جان کے عوض حاصل ہوا کرتی ہے، اور بہتوں کو حاصل ہوئی ہے۔ لقاء کا معنی ہے۔ ملاقات کرنا) دیدار حاصل ہونا، محبوب کا قرب حاصل ہونا۔ جاناں معشوق و محبوب کو کہتے ہیں۔ گراں کا معنی ہے، مہنگا۔ ارزائ کا معنی ہے ستا۔ جان گراں اور مہنگی چیز ہے اور لقاء محبوب ارزائ اور سستی چیز۔ عاشق جان جیسی قیمتی چیز کو قربان کر کے لقاء جاناں حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ عاشق غوث اعظم حضرت مجدد اعظم نے اپنی قیمتی جان کو دے کر لقاء محبوب حاصل کر لیا۔ بلطف دیگر اپنی جان پیچی اور جان کے بدے لقاء محبوب حاصل کی اور جانِ جاناں کو اپنی آغوشِ دل میں پالیا۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد بارگاہ قادریت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہوئے۔

۳۵۔ ایک پرانی جان دے کر آپ جیسی جان کو آغوش میں پایا۔ عجب کہ ہم کس قدر گراں ہیں۔ اور آپ کیسے ارزاز الٰہ

اور اس کی شرح کرتے ہوئے ”مجھرِ معظم“ میں یوں رقم طراز ہیں:

الٰہ قلت . (میں نے کہا) کہنے جانے۔ اخ - اقول (میں کہتا ہوں) ”إِنَّ اللَّهَ أَشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ“ - الاية۔ (بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال خرید لیے ہیں اس بد لے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (سورہ توبہ۔

سورہ ۹۔ آیت ۱۱۱)

جان سے گزر جا اور جاناں کو پالے۔ ”مَنْ قَتَلَهُ مَحَبَّتِي فَأَنَا دِيَتُهُ“
(جسے میری محبت نے مارا، میں اس کا خون بہا ہوں)۔ جان کی قیمت لقاء جاناں اور لقاء جاناں بعض جان، یہ کس قدر گراں اور وہ کس قدر ارزاز۔

رقم السطور فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ یہ مخفی نہ رہے کہ سیدنا حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اپنی جان و مال فروخت کر دینا یا ان کی رضا کے لیے خود کو قربان کر دینا حضرت رسول ہاشمی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے ہاتھوں فروخت کرنا اور ان کی رضا کے لیے خود کو قربان کرنا ہے۔ اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ سے بچنا اور ان پر نثار ہونا، اللہ تعالیٰ سے خود کو فروخت کرنا اور اس کی راہ میں قربان ہونا ہے، کتنی پیاری اور مبنی بر حقیقت بات کہی ہے عاشق صادق نے ”جان سے گزر جا اور جاناں کو پالے“۔

واضح رہے کہ دیت اور خون بہا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کسی نے کسی کو
خطاً قتل کر دیا یا قصدًا قتل کر دیا مگر مقتول کے وارثین متین مطابق شرع مال لینے
کے لیے راضی ہو گئے تو اس مال کو دیت اور خون بہا کہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا
کہ قاتل نے مال دے کر اپنی جان بچالی، وہ قتل کئے جانے سے نجح گیا۔ تو نہ کورہ
روایت میں یہ جو ذکر ہے کہ ”جس کو میری محبت نے قتل کیا تو میں اس کی دیت اور
خون بہا ہوں“، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو رسول اکرم ﷺ یا حضور غوثِ اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں مراقبیامت کے دن وہ اس کی جان بخشی کروائیں گے
اور جہنم سے نجات دلوائیں گے۔

غوثِ اعظم دریائے علم اور عالم سر و عالم غیب ہیں

آپ کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے ۳۶ رویں شعر کے اجائے میں

نبی کو نین رسول عظیم ﷺ نبی اُمی بھی ہیں اور عالم اُمی بھی، بلکہ ساری
مخلوقات میں اعلم ہیں، کسی مخلوق کا علم ان کے برابر نہیں۔ اُمی کا الغوی معنی ہے ”بے
پڑھا لکھا“، اور آپ کا امی ہونا آپ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر علم والا کسی نہ کسی
سے پڑھا ہے یا پڑھتا ہے۔ مگر ہمارے آقانے کسی مخلوق سے نہ پڑھا بلکہ آپ کو
علم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب حضرت رب العزت نے تمام ظاہری و باطنی
یعنی جمیع ما کان و ما یکون کا علم سکھایا۔ قرآن میں خود ارشاد فرمایا۔
”عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“، (اے محبوب آپ کو اللہ نے وہ تمام علم سکھایا جو

آپ نہیں جانتے تھے۔) قرآن شریف میں آپ کی شان ”نبی امی“ کے الفاظ کے ذریعے بیان کی گئی، جس کا معنی ہے بے پڑھے غیب کی بات بتانے والے۔ بہر صورت رسول ﷺ عالمِ امی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بحر العلوم بنایا کہ لقب امی ہے مگر علم کا دریا بہاتے ہیں۔ اس عالمِ امی نے ہمارے شیخ عبدال قادر جیلانی قدس سرہ کو عطا نے الہی سے اتنا عظیم علم دیا کہ ان کو ظاہری علوم پر بھی دسترس حاصل ہے اور باطنی علوم پر بھی۔ یہاں تک کہ آپ اپنے نانا جان، عالمِ امی ﷺ کی تعلیم سے عالمِ سر و غائب ہیں یعنی ظاہر چیزوں کے جاننے کے ساتھ ساتھ پوشیدہ اور غائب چیزوں کے بھی جاننے والے ہیں۔

ہمارے مددو ح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر علوم ملے اور ایسی تعلیم ہوئی کہ اہلِ عشق و محبت آپ کے علوم پر حیرت کرتے ہوئے کلمہ تحسین و مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ہاں ہمارے وہی مددو ح ہیں جن کی کتابیں فتوح الغیب وغیرہ پڑھنے کے بعد اذ عان و یقین ہو جاتا ہے کہ آپ علوم و فنون کے سمندر ہیں۔ آپ جب خطبہ وعظ فرماتے تو علم کا دریا بہا دیتے تھے۔ جیسا کہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اور آپ کے خطبات کے مجموعوں کو پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے صرف ایک نظر اپنے محب و عاشق امام احمد رضا محدث بریلوی پر ڈال دی تو انہیں علوم و فنون کا بحر ذ خار، ایک ہزار سے زائد کتابوں کا مصنف، وقت کا مجددِ اعظم، فقیہ اعظم، مفتی اعظم، محدث اعظم اور قطب عالم بنادیا۔

امام احمد رضا آپ کے تبحر علمی سے متاثر ہو کر، آپ کے علوم پر حیرت و آفرین اور

استجواب کا اظہار کرتے ہوئے اکسیراً عظم میں یوں کہتے ہیں۔

۳۶۔ عالمِ اُمّی نے آپ کو لتنی عجیب تعلیم دی ہے ۱۲

آپ کے علوم پر حیرت و آفرین ۱۳ آپ پوشیدہ اور غائب کے جانے والے ہیں۔ اور ”آپ عالمِ سر و غیب“ یعنی پوشیدہ اور غیب کو جانے والے ہیں، کی شرح کرتے ہوئے ”مجھرِ معظم“ میں یوں تحریر فرماتے ہیں،

۱۴ قلت : سرو غائب داں توئی۔ اقول : حضرت مదوح حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛ میرے رب کی عزت و جلال کی قسم ! نیک بختوں اور بد بختوں کو مجھ پر پیش کرتے ہیں، میری نظر لوح محفوظ کو ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے، میں دریائے علم و مشاہدہ حق میں غوطہ زن ہوں، میں تم پر خدا کی جھٹ ہوں، میں زمین پر پیغمبر ﷺ کا نائب اور وارث ہوں۔ اور فرماتے ہیں ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“، میں امور خلق سے ماوراء ہوں، میں تمہاری عقلوں سے ماوراء ہوں، تمام مردانِ حق جب قضا و قدر تک پہنچتے ہیں، رک جاتے ہیں، مگر جب میں وہاں پہنچا تو میرے لیے ایک روزن کھول دیا گیا۔ ”وَنَازَعْتُ أَقْدَارَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ لِلْحَقِّ“ - مردوہی ہے کہ منازعِ اقدار ہو، نہ وہ کہ صرف موافق رہے۔

(۱) لوحش اللہ۔ بفتح لام وفتح حاء مهملة۔ دراصل لا او حشہ اللہ بود، معنی آں: وحشت نہ دہدا اور اللہ تعالیٰ۔ فارسیاں دروقت تعظیم و استجواب بمعنی خواہش و تحسین استعمال کنند، چنان کہ گویند: بر روئے فلاں صد لوحش اللہ، ای صد آرزو تحسین۔ از بہارِ حجم ورشیدی۔ غیاث اللغات۔ چشم بد دور خسر و انہ شکوہ لوحش اللہ عارفانہ کلام دیوان غالب (حصہ قصائد)

- گدائے سرکار قادری کہتا ہے۔ یہاں ان آیات کو نظر میں رکھنا چاہیے۔
- (۱) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا (اور ذوالنون کو یاد کرو، جب چلا غصہ میں بھرا۔ (سورہ انبیا۔ س ۲۱، آیت ۷۸)
- (۲) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ ارشاد: يُجَادِلُنَا فِي قَوْمٍ لُّوْطٍ (ہم سے قوم لوٹ کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ ھود۔ س ۱۱، آیت ۷۸)
- (۳) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کہنا: أَتُهُلِّكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَا (تو کیا ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقولوں نے کیا۔ (اعراف س ۷، آیت نمبر ۱۵۵) اور سید عالم تو خود سید عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیت کریمہ: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضِيْ (اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ واضحی س ۹۳، آیت نمبر ۵) نازل ہونے کے بعد فرمایا: إِذْنُ لَا أَرْضِي وَأَحِدْمِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ۔

۲ اسے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا میں اس کا شاہد موقوفاً آیا ہے، اور معلوم ہے کہ ایسے مقام میں موقوف کے لیے بھی مرفوع کا حکم ہے۔ یہاں ”مواہب الدنیۃ“ میں جو لغزش ہوئی ہے علمانے اس کا رد کیا ہے۔ دیکھو شرح زرقانی اور والد ماجد قدس سرہ کی کتاب ”سرور القلوب فی ذکر الحبوب“۔ منه رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(تب تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا کوئی بھی امتی دوزخ میں رہ جائے گا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور فرماتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تم پر قسم ہے کہ جب میرا کلام سنو تو ”صدقت“ (آپ نے سچ فرمایا) کہو اس لیے کہ میں ایسے یقین سے بات کرتا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ جب کہلواتے ہیں اس وقت کہتا ہوں، دیتے ہیں تو بانٹتا ہوں، حکم دیتے ہیں تو تعمیل کرتا ہوں، میری باتوں کو جھੋٹانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے، میں شمشیر زن ہوں، میں قال ہوں، تم میرے سامنے شیشوں کی طرح ہو کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے میں دیکھ رہا ہوں، علامے نے یہ سب کلمات اپنی تصانیف میں باسانید معتمدہ حضرت قادریت سے روایت کئے ہیں، تو تصدیق کرنے والوں کے لیے سعادت و فیروز مندی ہے اور جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی۔ شعر کا ترجمہ:

اور میں کہتا ہوں: اے میرے شیخ! بخدا آپ نے سچ فرمایا! خدا کی قسم آپ سچ ہیں، آپ سے سچ کہا گیا ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کی ترقیوں کا ذکر

آپ پاک ہیں اور اونچا سفر فرمانے والے، ۳۸ رویں اور ۷۲ رویں شعر کی روشنی میں شہبازِ لامکانی حضرت محبوب سجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے دل و جان کے قبلہ ہیں، آپ آب و گل لیعنی پانی اور مٹی میں ہونے اور ان دونوں کی آلودگی

سے پاک ہیں، کیونکہ غوث پاک اور دیگر پاک حضرات آب و گل سے ضرور ہیں مگر ان کی آلودگی سے پاک، ان میں ملنے سے پاک ہیں، لہذا جس بد طینت نے کہا کہ ”نبی کریم مرکرمٹی میں مل گئے“، اس نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی اور وہ گستاخ رسول ٹھہرا۔ ہم سنیوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ توہین رسول سے بچائے اور اپنی اور اپنے رسول بلکہ اپنے سارے محبوبوں کی بارگا ہوں کا موبد رکھے۔ بہر صورت سیدنا غوث اعظم رسول اکرم ﷺ کی آل اور آپ کے اہل بیت کرام کے شہزادے ہیں اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خوب پاک و سترہا کیا ہے، جس کا تذکرہ آیتِ تطہیر میں ہے۔ اس آیت سے شہزادہ اہل بیت ہونے کے سبب حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی پاک و سترہا ہونے کا پتہ ملتا ہے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے مقامِ غوثیت کبریٰ پر فائز ہو کر عظیم الشان اور محیر العقول خرقِ عادات و کرامات دکھانے والے ہیں، حتیٰ کہ قصرِ خاص سے بالاتر رخت سفر لے جانے والے ہیں۔ تو اس ولایت و غوثیت کے ساتھ متصف ہونے کے سبب بھی آپ کا پاک و محفوظ ہونا ثابت ہے۔

آپ کی تیز روی بھی عجیب شان والی ہے، آپ ایسے شہ سوار ہیں کہ پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور سیرتِ اللہ کے معاملے میں صرف تیز رو

گھڑ سوار و شہ سوار نہیں ہیں بلکہ باز اشہب اور شہباز لامکانی ہیں، آپ کے ان اوصاف و مکالات کا ذکر کرتے ہوئے تاجدارِ ولایت امام احمد رضا قدس سرہ یوں زمزمه خواں ہوئے۔

۳۷۔ شعر کا ترجمہ: اے جان و دل کے قبلہ! تم آب و گل میں آلو دہ ہونے سے پاک ہو! (۱۳) قصر خاص سے بالا تر رخت سفر لے جانے والے تم ہو۔

۳۸۔ میرے شہ سوار! تمہاری تیز روی عجیب ہے! پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔

اور ان کے پاک ہونے کو رضا بریلوی قول نمبر ۱۳ کی درج ذیل عبارت سے ثابت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”۱۳۱۱ قلت: پا کی زلوت اخْ - اقول: لِيُذَهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا (اور اللہ تو یہی چاہتا ہے اے بنی کے گھروالو!
کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب سترہ اکر دے۔ احزاب
س ۳۳، آیت نمبر ۳۳)،“

پاک حضرات آب و گل سے ہیں، آب و گل میں نہیں۔ آلو دگی جاتی رہی، غوشیت آگئی، اجسادُنا اُرواحُنا (ہمارے اجسام ہماری روحیں ہیں) یہی وجہ ہے کہ ان کا بدن وہ کام کرتا ہے کہ دوسروں کی روحیں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتیں۔ یہ سب جن کو خرقِ عادت کہتے ہو تمہارے لیے خرق ہے اور ان کے لیے

عادت، سبحان اللہ! کُنْتْ سَمْعَةً وَبَصَرَةً وَيَدَهُ وَرِجْلَهُ (میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں) پانی کون اور مٹی کہاں سے؟ اگر جانتے ہو چپ رہو، اور اگر نہیں جانتے تو شورو شغب نہ کرو۔“

آپ بلبل ہیں اور بازِ اشہب و شہبازِ لامکاں کے عرش کے اوپر لامکاں پہنچے۔

۳۶۹ رویں و ۳۰۰ رویں شعر کے آئینے میں

شہباز اور بازِ اشہب ایسا پرندہ ہے جو بہت قوی ہوتا ہے اور تیز اڑتا ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ سلوک میں اتنا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کہ باز اشہب کی طرح قوی اور اوپنجی اڑان والے ہیں بلکہ اس سے بالاتر ہیں۔ اسی لیے عالمِ ملکوت یعنی آسمان میں اور فرشتوں کے درمیان آپ کا نام بازِ اشہب ہے، آپ کو ولایت و قطبیت اور غوثیت کا پر اور قوت پرواز ایسی بخشی گئی کہ قربِ الہی میں عرش سے بھی آگے بڑھے اور لامکاں پہنچ گئے۔ بہت سے سالکین اور اولیا بررسوں مجاہدہ اور عبادت و ریاضت میں رہے، مگر ولایت کے میدان میں دوڑا گانے والا ان سب کا گھوڑا بھی زیرِ مہیز لے ہے، منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکا۔ مگر آپ کی

لے زیر:- نچے تخت مہیز:- وہ خاردار پھر کی جو سواروں کے جو توں کی ایڑی میں گھوڑوں کو ایڑ کرنے کے لیے لگی ہوتی ہے۔ مہیز کرنا: ایڑا گانا۔ گھوڑے کو ایڑا گا کر چلانا۔ (فیروز اللغات)

شان یہ ہے کہ ولایت کے گھوڑے کی لگام جوں ہی ہاتھ میں لی کہ فوراً سرحد امکان پر پہنچ گئے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عند لیب و بلبل بھی ہے

بلبل: نہایت خوش آواز پرندہ ہوتا ہے۔ (عند لیب کا چپھانا اور لوگوں کو خوش کر دینا بہت مشہور ہے) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوش آواز، ترنم ریز اور لوگوں کو خوشی و مسرت میں لادینے والے بلبل ہیں۔ اور سرحد امکان سے مراد یہ ہے کہ حضور غوث اعظم اپنی ذات سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو گئے طویل مدح خواں امام احمد رضا خاں یوں زمزمه خواں ہیں:

۳۹۔ (اے غوث اعظم) اگر پروپرواژ بخشنا ہوا کوئی فرد عرش سے بھی اوپر گیا ہے، تو وہ قوی پر باز اشہب، صاحب پرواز آپ ہیں ۱۲۱

۴۰۔ برسوں گزر گئے، سالکوں کا گھوڑا ابھی زیر مہیز ہے، اور آپ نے ادھر لگام ہاتھ میں لی کہ ادھر سرحد امکان پر پہنچے ۱۵۱
اس کے تحت مجید معظم میں خامہ فرسا ہیں: ملاحظہ ہو قول نمبر ۱۵۱/۱۲

۱۲۔ قلت: آں قوی پرانخ۔ اقول: باز اشہب وہ ہے جس کی سیاہی سپیدی کے ساتھ ہو۔ اس رنگ کا باز بہت قوی ہوتا ہے۔ حضرت مددوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ مبارکہ میں فرماتے ہیں: شعر

أَنَا بُلْبُلُ الْأَفْرَاحِ أَمْلُوُ دَوْحَهَا

طَرَبًا وَ فِي الْعُلْيَا بازِ اشْهَبُ

(میں مسرتوں والا بلبل ہوں، فرحتوں کے درختوں کو مسرت و شادمانی

سے بھر دیتا ہوں، اور میں عالم بالا میں بازا شہب ہوں)

سیدی عقیل بنی قدس سرہ سے لوگوں نے کہا عبد القادر نامی ایک عجمی سید،

فارطمندی جوان ہے جو بغداد میں شہرت یافتہ ہے۔ فرمایا: وہ زمین میں جتنا مشہور ہے

اس سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے، بڑی قدر و منزلت والا جوان ہے۔ ملکوت میں

اسے بازا شہب کہتے ہیں۔

۱۵۔ قلت: آل سوئے امکان۔ اقول: (یعنی اپنی ذات سے فانی اور حق

کے ساتھ باقی جیسا کہ حدیث قدسی ”لَا يَزَالُ عَبْدِي“ میں اس جانب اشارہ

ہے۔

غوث اعظم ”سِرْ لَا يُدْرَكُ“، یہی یعنی رازِ نامعلوم

۳۲۱ تا ۳۳۳ رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سر پہاں، ”سِرْ لَا يُدْرَكُ“، یہی، یعنی وہ راز

و بھید ہیں جو بڑے بڑے اولیا کی عقل و علم سے ماوراء ہیں، آپ نے خود فرمایا، اللہ

تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے ”وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ“، (اور اللہ ایسی مخلوق پیدا

فرمائے گے جسے تم نہیں جانتے) حضور غوث اعظم نے یہ بھی فرمایا ”وَإِنَّا مِمَّا لَا

تَعْلَمُونَ“، (اور میں انہیں میں سے ہوں جن کو تم نہیں جانتے ہو)

آپ کی شان کو طوی نغمہ سر ارضا بریلوی کی زبانی سماعت کیجئے، رقم طراز
ہیں، (ترجمہ از فارسی)

۳۱۔ رویں شعر کا ترجمہ:- (اے غوثِ اعظم) آپ کی یہ شکل کیسے؟ آپ تو ایک سایہ برتز
ہیں (ظل الہی رسایہ الہی ہیں) مگر مخلوق کے انداز کی ایک صورت اختیار کر لی ہے ۱۶
۳۲۔ یا شاید آئینہ غیب نے اس طرف رخ کر لیا، اس میں مخلوق کا عکس جوش زن
ہے، اس لیے دیکھنے میں آپ انہی کی طرح لگتے ہیں۔

۳۳۔ یا آپ ایک الگ نوع ہیں، مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی
ہے اور اگر آپ اسی معروف نوع انسانی سے ہیں تو اس نوع انسان پر تعالیٰ اللہ!
(برتر ہے اللہ۔ یعنی اس پر بڑا تعجب ہے)

واضح رہے کہ مذکورہ شعر کے ترجمہ میں مخلوق سے مراد مخلوق بشر ہے۔ جیسا
کہ ظاہر و واضح ہے۔ (نوری)

اب لگے ہاتھوں مذکورہ تینوں اشعار کے معنی و مراد بھی سمجھ لیجئے۔
رضا بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

۱۶۔ قُلْتُ: ایں چہ شکل است۔ اَقُولُ: شاعر تعجب میں بنتا ہے اور حیرت زده ہے
کہ حضرت مددوح کی جوشکل ہے وہ تو بظاہر انہی انسانوں کی شکلوں کے مشابہ ہے
مگر ان کا باطن پاک تو اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ کسی وہم کا ہاتھ اس کے دامن
ادراک تک رسائی پائے، ایسا لگتا ہے کہ یہ ذات پاک جنس بشر سے نہ ہو بلکہ سایہ
الہی نے مخلوق کی ہدایت و موافقت کے لیے بشر کے انداز کی ایک صورت اپنالی ہو،

جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ()

اگر ہم اسے فرشتہ بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔ انعام، س ۶ آیت: ۹)

یا ہو سکتا ہے کہ آئینہ جمالِ ازل نے اس جانب رخ کیا ہوا اور صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے اس میں مخلوق کا عکس نمودار ہو گیا ہو، اس لیے نظر خطا کرتی ہے اور گمان ہوتا ہے کہ یہ شکل آئینے کی شکل ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مخلوق کے مقابل ہونے کی وجہ سے اس کا ایک عکس آگیا ہے۔

پھر حیرت زده شاعر تنزل کی طرف مائل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ سب نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ تم ان مردوں کی مجازست سے بالاتر ہو، شاید اس نوع دیگر کو بھی، جو اس نوع معہود سے زیادہ لطیف و تشریف ہے، بشرط کا نام دے دیا گیا ہے۔ یا اگر فی الواقع جناب مددوح اسی نوع سے ہیں تو ہزاروں عجب اس قوم پر جس میں آس مددوح جیسی ہستی پیدا ہوئی۔

حضرت مددوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اے مشرق و مغرب کی ز میں میں رہنے والو! اور اے آسمان والو! حق جل و علا فرماتا ہے:

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (اور خدا وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے، جمل س ۱۶، آیت ۸) میں ان ہی میں سے ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ بھیجۃ الاسرار میں یہ کلام شیخ عثمان صریفینی اور شیخ عبدالحق حریمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت سے مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے عنوان رکھا تھا ”فی گونہ۔ رَضِیَ اللَّهُ تَعَالَیٰ عَنْہُ سِرَا لَا يُدْرِكُ“۔ (حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ”سیرہ“ نامعلوم ”ہونے کا بیان)۔ سجن اللہ! جب افلک والوں کو معلوم نہیں تو یہ زمین والے کیا بتائیں گے۔

غوثِ اعظم کمالاتِ ظاہر و باطن کے جامع ہیں، آپ چمنِ معرفت کی بہار اور بارشِ شریعت کے بادل ہیں

۳۲ رویں شعر کی روشنی میں

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمالاتِ ظاہر و باطن کے جامع ہیں، اس مدغی کے ثبوت پر ہر دور کے اولیائے کرام اور مشائخِ عظام کی شہادتیں تو اتراءً منقول ہیں، جن پر کتاب مستطاب بھیجیں اسرار، قلائد الجواہر، نفحات الانس، زبدۃ الاسرار اور اخبار الاخیار وغیرہ شاہدِ عدل ہیں۔

اور یہ بھی محقق و مسلم ہے کہ آپ شریعت و طریقت دونوں کے مجمع و سنگم ہیں، آپ کے داہنے ہاتھ میں شریعت کا سمندر ہے اور بائیں ہاتھ میں طریقت کا۔ آپ جب چاہیں، جس سمندر سے پانی لیں۔ اور حقیقت و معرفت میں تو آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے، بے مثال و بے نظیر ہیں۔ آپ کے چہرہ مبارک سے شریعت مطہرہ برستی اور اس کی جو بارش ہوتی ہے، انسان اور دیگر مخلوقات کے لیے حیات بخش ہے۔ اور آپ کے پہلوے مبارک سے عرفان و معرفت کے پھول کھلتے ہیں اور پھولوں کا چمن دوسروں کو فیض یاب کرتا ہے۔ اس طرح آپ معرفت جیسے پھول جو شریعت کی بارش سے اگتا ہے، اس کی بہار ہیں اور شریعت جو بارش

ہے اور اس کی حیات بخش ہے، اس کو برسانے والے بادل آپ ہیں، بلفظ دیگر آپ پھر معرفت کی بہار بھی ہیں اور باراں شریعت کا ابر بھی، آپ دونوں کے سنگم ہیں، مجمع البحرين ہیں، رضا بریلوی قدس سرہ العلی کہتے ہیں۔

۲۴ رویں شعر کا ترجمہ:- شریعت آپ کے چہرے سے برستی ہے اور معرفت آپ کے پہلو سے چمکتی ہے، آپ اس گل کی بہار بھی ہیں اور اس بارش کا ابر بھی۔ کے آپ گلستان معرفت کی بہار اور باراں شریعت کا ابر دونوں ہیں)۔

ذرا مند کورہ معنی کی لطافت و دل کشی بھی ملاحظہ کر لیجئے، رضا بریلوی قدس سرہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے قول نمبر ۷ اور کے تحت لکھتے ہیں:-

۷۔ قلت: شرع از رویت۔ اخ۔ اقول: اس شعر کی لطافت عیاں ہے۔ اس میں کئی مناسبتیں جمع ہیں (۱) شرع کی مناسبت رخ سے (۲) عرفان و معرفت کی مناسبت پہلو سے۔ (۳) شریعت کی مناسبت بارش سے، جو آسمان سے آتی ہے اور حیات بخش ہوتی ہے (۴) معرفت کی مناسبت گل (پھول) سے جو بارش سے اگتا ہے اور اس کا شمرہ ہوتا ہے۔

علوم قرآنی اور آپ کا علمی مقام

آپ دین کی شرح ہیں۔ ۲۵ رویں شعر کے آئینے میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پیار و محبت اور عشق و وارثگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں نیز

چاند سے یاد کرتے ہیں، اس لیے کہ آپ روشنی پھیلانے والے چاند ہیں اور نہایت حسین و جمیل اور وجیہ۔ اور جس طرح پیار و محبت سے معموق کو بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے رخ سے پرده ہٹاؤ اور جلوہ دکھاؤ کہ تم اس خوبی کے مالک ہو اور کبھی کہا جاتا ہے کہ چہرہ چھپاؤ کہ تیرا حسن نہایت قیمتی ہے۔ اسی انداز میں امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی سیدنا غوث صمدانی کے علمی مقام اور کمالات ظاہری و باطنی کو ملاحظہ کجئے۔ اکسیر اعظم میں نغمہ سرا ہیں:-

۲۵۔ اپنے رخ سے پرده ہٹائیئے اے چاند! اس لیے کہ آپ دین کی شرح ہیں۔
چہرہ چھپائیئے اے محبوب! اس لیے کہ آپ باطن قرآن کے راز نہیں ہیں۔ اور
اس کی شرح کرتے ہوئے مجید معظم کے قول نمبر ۱۸ میں یوں لکھتے ہیں:

۱۸۔ قلت : رمز باطن قرآل۔ اقول : قرآن عظیم کے سات بطن ہیں، ہر ایک دوسرے سے زیادہ نازک اور باریک ہے۔ علم ظاہر کی رسائی بس پہلے درجے تک ہے۔ اس میں بھی بہت عظیم تفاوت ہے۔ اور علوم اولیا کی رسائی تین درجوں تک ہے۔ ان درجات میں وہ سب مندرج ہے جو ہو چکا اور ہونے والا ہے۔ ارشاد ہے: وَلَا رَطِبٌ وَّ لَا يَأْبِسٌ إِلَّا فِي كِتَبٍ مُّبِينٍ (نہ کوئی تر ہے نہ کوئی خشک مگر ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ انعام م ۶، آیت نمبر ۵۹)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں
اگر ہماری رسی کاٹکڑا گم ہو جائے تو اسے قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔ یعنی قرآن بتا

دیتا ہے کہ فلاں جگہ ہے، انہی درجات کے علم سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر (۷۰) اونٹوں پر بار کر دوں اور ان درجات کی انتہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ہے، ان کے وصف میں مذکور ہے: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا (ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے)۔ ان درجات سے آگے چار درجات اور ہیں جہاں علماء در ماندہ ہیں اور علوم گم ہیں بجز علم خدا اور رسول ﷺ اور وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (اور خدا وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے) میں جو رمز پوشیدہ ہے اسی سے ہمارے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

غوث اعظم قطب الاقطاب اور جہاں معرفت کے محیط ہیں

۳۶ رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم قدس سرہ صرف قطب جنوب اور قطب شمال ہی نہیں بلکہ قطب الاقطاب ہیں، صرف غوث نہیں، غوث الاغوات اور غوث اعظم ہیں، آپ کے ماتحت ابدال، بُدّلا، نجبا اور تمام اغوات و اقطاب ہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب الوری بھی ہیں، اور قطبیت سے ارفع و اعلیٰ بھی۔ وہ ضرور جہاں معرفت کے محیط ہیں۔

۱۔ اسے امام بخاری نے بسر بن سعید سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ منہ رحمہ اللہ۔

لیعنی آپ معرفتِ الٰہی کے وہ فلک اعظم ہیں جس میں کوئی ستارہ نہیں اور معرفت کے ایسے آسمان ہیں جو سارے جہانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، محیط کا معنی ہے: احاطہ کرنے والا، گھیرنے والا، جو کسی کو گھیرے ہوئے ہو، دائرے کا گول خط جو دائرے کا احاطہ کیے ہو۔

محیطِ عالم: فلکِ اطلس کو کہتے ہیں، جو ستاروں سے یکسر خالی ہے۔ لیعنی نواں آسمان، جس میں کوئی ستارہ نہیں اور اس کو فلک اعظم اور فلکِ الافق بھی کہتے ہیں، بہر صورت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں معرفت کے محیط ہیں، اسی لیے رضا بریلوی نے شعر میں یوں کہا ہے ”محیط عالم عرفان توئی“، (لیعنی عالم عرفان اور جہاں معرفت کے محیط آپ ہیں) اب دیکھئے کہ شہباز لا مکانی حضرت غوث اعظم جیلانی کیسے قطب الاقطاب بھی ہیں اور جہاں معرفت کے محیط بھی! طوطی نغمہ سر امام احمد رضا قدس سرہ الاعلیٰ اکسیر اعظم میں کہتے ہیں:

۲۶۔ آپ قطب جنوب بھی ہیں اور قطب شمال بھی، نہیں میں نے غلطی کی، (۱۹)
آپ جہاں معرفت کے محیط ہیں (۲۰)

اور اس کی شرح فرماتے ہوئے ”مجیر معظم“، میں رقم طراز ہیں:

۱۹۔ قلت: نے غلط کردم، اخ - اقول: حضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نظم

قالت الاولیاء جمعاً بعزم انت الاقطاب على جميع الانام

قلت كفوا ثم اسمعوا نص قولى انما القطب خادمى و غلامى
كل قطب يطوف بالبيت سبعا وان البيت طائف بخيامي

تمام اولیا نے جزم کے ساتھ کہا کہ آپ تمام مخلوق کے قطب ہیں۔
میں نے کہا توقف کرو پھر میری صاف بات سنو، قطب تو میرا خادم اور غلام ہوتا
ہے، ہر قطب سات بار خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے، اور میں وہ ہوں کہ خانہ کعبہ
میرے خیموں کے گرد طواف کرتا ہے۔ کذالقلو (پیان کرنے والوں نے ایسا ہی
نقل کیا) اور شک نہیں کہ سر کا رغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب الوری بھی ہیں
اور قطبیت سے ارفع و اعلیٰ بھی، جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر بھی
ہیں اور صدیقیت سے برتر و بالا بھی، جیسا کہ امام اجل محی الدین ابن العربي قدس
سرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

۲۰ قلت: محیط عالم عرفاؤ توئی۔ اقول: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انسانوں،
جنوں اور فرشتوں کے مشائخ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ ”میرے اور ساری مخلوق
کے مشائخ کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے، مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، اور
میری طرف کسی کو نسبت نہ دو“۔ تو جو مشائخ آسمان کا بھی آسمان ہو وہ یقیناً
عرشِ اعظم اور محیطِ عالمِ ولایت و عرفان ہو گا۔

آپ عرشِ اعظم ہیں اور اہل تمکین و اہل تلوین کے بادشاہ

۷۲ رویں شعر کے اجائے میں

رقم الحروف کہتا ہے کہ اہل تمکین ان اولیائے کرام کو کہتے ہیں جو صاحبان استقامت ہوں، یعنی ایک حال پر قائم و ثابت ہوں۔

یہ ثابت ستاروں کی طرح ہیں جو ایک ہی مقام پر ثابت و برقرار ہیں، اور اولیا کی ایک قسم اہل تلوین ہے، یہ وہ اولیائے کرام ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، یہ آسمان کے سیاروں کی طرح ہیں جیسے آفتاب کے گرد گھونٹے والے سات ستارے کھلاتے ہیں، جیسے زحل، مرخ، مشتری، عطارد وغیرہ ایک ہی حال پر نہیں رہتے، اسی طرح اہل تلوین اولیائے گرام ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، ثابت ستارے سب کے سب فلک بروج میں ہیں، اور سات سیارے نیچے کے سات آسمانوں میں ہیں جیسا کہ علم ہیات والوں کا کہنا ہے، مداح غوث اعظم امام احمد رضا کا کہنا ہے کہ اے غوث اعظم آپ وہ بلندشان فلک و آسمان ہیں کہ اہل تمکین اولیائے کرام جو آٹھویں فلک بروج میں رہنے والے ثابت ستاروں کی طرح اور اہل تلوین اولیائے کرام جو اس کے نیچے سات افلک میں رہنے والے سیاروں کی طرح ہیں، ان دونوں قسم کے اولیائے کرام آپ کے ماتحت و تابع ہیں اور آپ ان دونوں گروہ کے بادشاہ ہیں، آپ کا رتبہ اس قدر بلند و بالا ہے کہ آسمان ہی نہیں بلکہ آپ عرش

اعظم ہیں۔ (عرش اعظم کی طرح آپ کا مقام و مرتبہ بلند و بالا ہے) زمزمه خوان غوث اعظم حضرت مجدد اعظم نے ”اسپیر اعظم“ میں کیا خوب زمزمه خوانی کی ہے۔ کہتے ہیں۔

۲۷۔ (یاغوث اعظم) ثابت اور سیارہ دونوں آپ کے اندر ہیں اور آپ عرش اعظم ہیں۔ آپ اہل تمکین اور اہل تلوین دونوں کے بادشاہ ہیں۔ ۲۱

یہاں ایک غرابت و حیرت کا مقام ہے، اس کی وجہ کی وضاحت فدائے غوث الوری امام احمد رضا نے اس کی شرح مجید معظم میں فرمائی ہے، ملاحظہ ہو قول ۲۲

۲۲ قلت: ثابت و سیارہ اخ - اقول: اہل تمکین وہ اولیا جو صاحبان استقامت ہیں، یہ حضرات ثوابت کے مشابہ ہیں، اہل تلوین وہ حضرات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں، یہ سیاروں کی طرح ہیں، وجہ حیرت و غرابت یہ ہے کہ اوپر والے شعر میں حضرت مددوح کو محیط عالم کہا ہے۔ محیط عالم فلک اطلس ہے جو ستاروں سے پیکر خالی ہے، ثابت ستارے سب فلک بروج میں مانے گئے ہیں، اور سات سیارے نیچے کے سات افلاک میں مانے گئے ہیں، جیسا کہ اہل ہیات بیان کرتے ہیں۔ (حضرت مددوح کو ایک تو فلک اطلس کی طرح محیط عالم کہا، جس کا تقاضا ستاروں سے خلو (خالی ہونا) ہے، دوسرے حضرت مددوح کی ذات میں ثوابت (ستاروں) و سیاروں دونوں کا وجود مانا، جب کہ یہ فلک اطلس کے نیچے آٹھ الگ افلاک میں مانے گئے ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ انبیا اور ان کے خلفا کے وارث و نائب ہیں

آپ ذی قدر، ذی شان اور بالادست ناظم ہیں ۲۸ روئیں شعر کے اجالے میں رقم السطور کہتا ہے کہ ناظم کے کئی معنی ہیں: انتظام و انصرام کرنے والا یعنی منتظم کار، سربراہ، گورنر، سکریٹری، نظم کہنے والا، شاعر، یہاں سربراہ اور منتظم کار کے معنی میں ہونا چاہیے، اور بالادست کا معنی ہے: اعلیٰ، زبردست۔

رضا بریلوی قدس سرہ زمزمه خوانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۲۸۔ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اعلیٰ مرتبے والے سلطان ہیں اور ان کی سرکار میں آپ قدر والے، اوپنجی شان والے بالادست ناظم ہیں۔

یہ تو ترجمہ ہوا ذرا اصل شعر کے الفاظ سے بھی محظوظ ہو جائیے۔

مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سلطان اعلیٰ جاہ و درسرکار او

ناظم ذوالقدر، بالادست، والا شان توئی

مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سلطان ہیں تو ان کے شہزادہ غوث اعظم کے کرسی دیوان پر ہونے کو آنے والے شعر کے درج ذیل ترجمہ میں ملاحظہ کجھے۔

فضل الہی سے امر و نہی کا اختیار مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور کرسی دیوان پر

بیٹھنے کا شرف غوث الوری کو حاصل ہے

۲۹ روئیں شعر کے آئینے میں

۲۹۔ امر و نہی کا اختیار حق تعالیٰ نے مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیا ہے (۲۲)، ان کے زیر تخت، کرسی محاسبہ پر آپ ہیں۔ (یاغوث اعظم)

(کرسی محاسبہ کے لیے اصل لفظ ”کرسی دیوان“، شعر میں لا یا ہے) و یسے لغت میں دیوان کے کئی معنی ہیں، دربارشاہی، عدالت، پھری، دفتر، وزیر، رکن حکومت، دارالعدالت، دفتر محاسبہ۔

اس شعر میں رضا بریلوی نے اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ اور ان کی بارگاہ میں حضور غوث اعظم کی وجہت و مقبولیت اور شانِ وزارت کو اجاگر کیا ہے، اس شعر کے تحت رقم طراز ہیں:

۲۲ قلت: اقتدار کن من اخ - اقول: یہی ہے علماء کا بیان اور عرف اکام مشاہدہ قدست اسرارہم، فقیر ناظم غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ ”سلطنة المصطفى فی ملکوت کل الوری“ (۱۴۹ھ) میں اس مضمون کو پوری طرح واضح کیا ہے، اس میں سے کچھ اپنی کتاب ”مطلع القمرین فی ابانتة سبقۃ العمرین“ (۱۴۹ھ)، میں ضمناً ذکر کیا ہے جسے برادر محسن صین عن المحن (وہ مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے ”ترذک مرتضوی“ (۱۸۸۱ء) کے آخر میں نقل کیا ہے۔ خواہشمند حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، ہو سکتا ہے قول نمبر ۶۳ رکی شرح میں نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ اس میں سے کچھ بیان ہو۔ انتظار کرو۔“

آپ کی نشوونما قلب ابراہیم پر ہوئی، آپ حضرت موسیٰ کے ہم نشیں رہے

۵۰ رویں شعر کے آئینے میں

۵۰۔ دور آخر میں آپ کی نشوونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوئی، (۲۳) دور اول میں آپ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے ہم نشیں رہے۔ (۲۳)

فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ آقائے نعمت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے
مذکورہ مضمون سے دو باتوں کا افادہ کیا۔ ایک یہ کہ دور آخر میں حضور پر نور غوث اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشوونما اور تربیت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
قلب پر ہوتی۔ دوسری بات یہ کہ آپ دور اول میں سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے خلیل وہم نشیں رہے۔ ان دونوں باتوں کو ”مجیر معظم“، میں درج ذیل دلیلوں سے
مبرہن کرتے ہیں۔ پہلے امر کی دلیل:

”۲۳۔ قلت: دور آخر لخ۔ اقول: امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسند میں بسنده صحیح
حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید
الملحق علیہ السلام فرماتے ہیں: الْأَبْدَالُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَثُونَ رَجُلًا، قُلُوبُهُمْ عَلَى
قُلُبِ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمَنِ، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللَّهُ مَكَانَهُ
رَجُلًا۔ اس امت میں ابدال تیس مرد ہیں، جن کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔
صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے دل پر ہیں۔ جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو حق جل و
علا اس کی جگہ دوسرے کو لا تا ہے۔“

یہ واضح ہے کہ حضرت مددوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے سرورو سردار ہیں،
تو یہ بدیہی بات ہے کہ ان کے قلب پاک کو اس شرف جلیل اور نسبت خلیل سے
اکمل و اعظم حصہ ملا ہوگا۔“

اور دوسرے امر کی دلیل میں یوں رقم طراز ہیں:

”۲۴۔ قلت: دور اول، اخ۔ اقول: حضرت مددوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: **كَانَ أَخِيُّ وَ خَلِيلِيُّ مُؤْسَى بْنَ عِمْرَانَ**۔ ”میرے برادر اور میرے دوست موسیٰ بن عمران تھے۔“ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ خدا جانے اس ارشاد سے حضرت کی کیا مراد ہے؟“ ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ ہمارے آقا غوث الوریٰ رضی عنہ المولیٰ تعالیٰ کی تربیت و نشوونما نہایت اچھوں کے زیر سایہ عاطفت ہوئی ہے، لہذا حضرت عظیم وجلیل شان والے ہیں۔

شعر یہ ہے:

دو رِ آخِر نشوتُو بِر قلبِ ابراہیم شد
دور اولِ ہم نشینِ موسیٰ عمران توئی

آپِ خلیل، ذبح، نوح، موسیٰ وغیرہم ہیں

۵۲-۵۳ رویں شعر کی روشنی میں۔

۱۵۔ (یاغوث اعظم) آپ خوانِ رِفق و نرمی کے خلیل بھی ہیں، تنغِ عشق کے ذبح بھی، مسافروں کی کشتی کے نوح اور گمراہوں کے خضر بھی۔ ۲۵ (خوان: دستر خوان، تنغ: تلوار)

۵۲۔ آپ طورِ جلال کے موسیٰ، آسمانِ کمال کے عیسیٰ، مصرِ جمال کے یوسف اور شہرِ صبر کے ایوب بھی ہیں۔

تشریح : - اکسیر اعظم کے دو شعروں اور ان کے مندرجہ بالا ترجمے میں آٹھ

اسماے طیبہ کا ذکر ہوا ہے۔

(۱) خلیل (۲) ذبح (۳) نوح (۴) خضر (۵) موسیٰ (۶) عیسیٰ (۷) یوسف (۸)

ایوب۔ یہ آٹھوں اسماً اگرچہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہیں مگر یہاں ان کی ذاتی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں تلمیح ہے کہ یاسر کا راغوث اعظم! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رفق و نرمی اور رحم دلی والے ہیں، مقامِ خلت پر فائز ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح اللہ ہیں، عشق کی تنقیح کے ذبح ہیں یعنی محبت خدا سے سرشار ہو کر اس کی راہ میں ذبح ہو جانے کے لیے خود کو پیش کرنے والے ہیں۔ حضرت نوح نجی اللہ علیہ السلام اپنی کشتی پر مخلوقِ خدا کو بیٹھا کر طوفان سے بچانے والے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام گم گشتہ گانِ راہ کو راستہ دکھا کر مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام طور پر پہنچنے والے اور جلال و بزرگی رکھنے والے ہیں بلکہ جلال و بزرگی میں طور پہاڑ کی بلندی کو پہنچے، ساتھ ہی اولو العزم رسولوں میں سے ہیں اور تجلیاتِ الٰہی کا دیدار کرنے والے بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فضل و کمال میں آسمان کی بلندی کو پہنچے ہوئے ہیں۔ شہر مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام ایسے صاحبِ جمال ہیں کہ سراپا جمال ہیں۔ ان کی وجہ سے مصر مصر ہی نہ رہا بلکہ مصر جمال ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کمال صبر و استقامت والے ہوئے کہ گویا ان کے صبر کے سبب ان کا شہر شہر ایوب ہو گیا۔ تو اے ہمارے آقا غوث اعظم! آپ فضلِ مولیٰ سے ان تمام نبیوں کے جلوہ کامل اور مظہر اتم ہیں۔ ان تمام برگزیدہ شخصیتوں کی مذکورہ صفات کریمہ کے عکسِ جمیل ہیں،

آپ خوانِ رفق و نرمی ہیں، رحم دلی اور مہمان نوازی کے دستِ خوان کے خلیل ہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام کے رفق و نرمی کے جلوہ ہیں۔ آپ محبتِ خدا کے ذبح ہیں، اس کی محبت کی تلوار سے قتل ہو گئے۔ آپ مسافروں کے لیے کشتنی نوح ہیں کہ ان کی زندگی کی کشتنی کو طوفان اور ہر طرح کی پریشانی سے بچاتے اور بیڑا پار لگاتے ہیں۔ اور جس طرح حضر علیہ السلام راستہ بھول جانے والوں کو راستہ دکھاتے، گمراہوں کی ہدایت کا کام کرتے ہیں، آپ ان کے مظہر ہو کر، بھولے بھٹکے اور گمراہوں کو راستہ دکھانے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے والے خضرِ راہ ہیں۔ آپ جلال و بزرگی رکھتے ہیں، اس صفت میں آپ طورِ جلال کے موسیٰ ہیں، آپ صاحبِ کمالات بھی ہیں، کمال کی بلندی پر پہنچنے میں اتنا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کہ آسمانِ کمال کے عیسیٰ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانِ کمال ہیں اور آپ ان کے مظہرِ اتم ہونے کی حیثیت سے آسمانِ کمال ہیں۔ آپ جمال و خوبصورتی کے مہرِ تاباہ ہیں۔ آپ اس وصف میں مصر کے رہنے والے حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوہ کامل اور عکسِ جمیل ہیں۔ آپ کے حسن و جمال کا عالم یہ ہے کہ آپ مصرِ جمال کے یوسف ہیں، آپ نہایت صابر و شاکر بھی ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و تحمل کے آئینہ دار ہیں، بلکہ اس صفت میں شہرِ صبر کے ایوب ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ اسمائے گرامی سے ان کی ذاتیں مراد نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت غوث جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان برگزیدہ شخصیتوں کے

اول الذکر شعر کے مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے عند لیب گلشن رسالت اعلیٰ حضرت قدس سرہ ”مجھی معظم شرح اکسیر اعظم“ میں یوں رقم طراز ہیں۔

۲۵۔ قلت : ہم خلیل خوان رفق، اخ۔ اقول : ان آٹھ اسماء طیبہ سے انہیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی ذاتیں مراد نہیں۔ اسی لیے متن میں ان اسماء کے نیچے درود نہ لکھا۔ بلکہ یہ کلام امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے انداز پر ہے جس میں حضرت جریر بن عبد اللہ: بھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”یوْسُفُ هَذِهِ الْأُمَّةِ“ (اس امت کا یوسف) کہا۔ یہ علمانے بیان فرمایا ہے۔ ان ہی میں سے خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی ہیں، جنہوں نے تقریب التہذیب وغیرہ میں یہ قول لکھا۔

آپ کے سرپرستاج صدیقی اور ہاتھ میں تنقیح فاروقی ہے

۳۵ رویں شعر کے اجائے میں

۵۳۔ (یاغوث الشقلین) سرپرستاج صدیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں تنقیح فاروقی لیے جہاں میں انصاف کرنے والے حاکم آپ ہیں۔

آپ ذوالنور ہیں اور حیدرِ دوراں بھی

۳۵ رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم و جان دونوں اعتبار سے نور

ہیں، روشنی ہیں۔ جو خود روشن ہوا اور دوسروں کو بھی روشن کرے، اسے نور کہتے ہیں، حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی روشن و منور ہیں اور دوسروں کو بھی روشن و منور کرنے والے ہیں، ساتھ ہی آپ شجاع و بہادر، مجاہدِ اسلام اور سپہ سالار بھی ہیں مجاہد اور سپہ سالار تلوار کا دھنی ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ میں جھنڈا بھی ہوتا ہے، باعتبارِ جان و تن کے آپ نور ہیں، اس حیثیت سے آپ ذوالنورین ہوئے، یعنی دو نور والے، اور ہمارے تن و جان کو بھی منور کرنے والے۔

واضح رہے کہ ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ کیوں کہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نور مجسم سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی دو شہزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں، مگر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امام احمد رضا قدس سرہ نے ذوالنورین کہا، وہ اس معنی عرفی کے اعتبار سے نہیں بلکہ لغوی اعتبار سے فرمایا ہے، اسی طرح مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت بہادر، مجاہدِ اسلام اور فاتح خبیر ہیں وہ صاحبِ سیفِ علم ہیں، اسی لیے وہ حیدر کرار ہیں۔ ان کے طفیل ہمارے مدد و حبھی نہایت شجاع و بہادر اور زبردست مجاہدِ اسلام ہیں، تلوار اور جھنڈا والے ہیں۔ تلوار چلانے میں اور بہادری میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر ہیں، اسی لئے آپ حیدر دوراں ہیں۔ تو جس طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی رسول حضرت جریر بن عبد اللہ بھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”یوسف هذه الامة“ (اس امت کا یوسف) کہا اسی انداز پر سیدنا حضرت غوث جیلانی

قطب رباني محبوب سجاني رضي الله تعالى عنه کو حیدر دواراں سے یاد کیا گیا ہے۔ رضا بریلوی قدس سرہ کہتے ہیں۔

۵۳۔ (یاغوث اعظم) آپ جان وتن کے دونور بھی رکھتے ہیں، تلوار اور جھنڈا بھی، اس لیے آپ ذوالنورین بھی ہیں اور حیدر دواراں بھی ۲۶ اور ”مجیر اعظم“ میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

۲۶۔ ”قلت : ہم تو ذوالنورینی۔ اخْ۔ اقول : ذوالنورین سے معنی لغوی مراد ہیں بشہادت مصرع اول۔ اور ”حیدر دواراں“، ”یوسف ہذہ الامۃ کے انداز پر ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ رضا بریلوی نے ذوالنورین سے معنی عرفی مراد نہیں لیا ہے جس معنی میں حضرت عثمان غنی رضی الله تعالیٰ عنہ کو کہا جاتا ہے۔ بلکہ معنی لغوی مراد لیا ہے، اس کی شہادت پہلا مصرع دے رہا ہے۔ کیوں کہ مصرع اول میں یہ کہا گیا ہے کہ ”آپ جان وتن کے دونور رکھتے ہیں“، تو واضح ہو گیا کہ آپ اس اعتبار سے ذوالنورین نہیں، جس اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی الله تعالیٰ عنہ ذوالنورین ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضي الله تعالیٰ عنہ کے دیگر اولیا سے افضل ہونے کا بیان
آپ موتی کے سمندر اور سونے کی کان ہیں

۵۵ رویں شعر کے اجائے میں

۵۵۔ (اے پیر ان پیر) اولیا کے پاس اگر گہر اور موتی ہے تو آپ موتی کے سمندر

ہیں۔ اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے تو آپ سونے کی کان ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ مستثنیات کو چھوڑ کر اور اولیا کے پاس ایک موتی یا چند موتیاں ہیں مگر حضور غوث اعظم موتیوں کے سمندر ہیں، جہاں موتی ہی موتی ہے۔ دیگر اولیا یے کرام کو کچھ سونا عطا ہوا مگر آپ سونے کی کان ہیں، جہاں سونا ہی سونا ہے۔

واضح رہے کہ اس سے امام احمد رضا قدس سرہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم منصوصین کو چھوڑ کر تمام اولیا یے کرام پر فضیلت رکھتے اور ان تمام سے افضل ہیں۔ (قادری نوری)۔

غوث اعظم شانِ اولیا کی شان ہیں

۵۶ رویں شعر کے اجائے میں

امام احمد رضا قدس سرہ کہتے ہیں:

۵۶۔ (یا شیخ عبدال قادر مجید الدین جیلانی) اہل وصل کو مقامِ قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے، ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی اور ان کی شان کی شان آپ ہیں۔

(اہل وصل سے مراد وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ تک رسائی، اس کی معرفت اور قرب حاصل ہوا۔ مذکورہ عبارت سے شہبازِ لامکانی، قطبِ رباني، محبوب سجافی سیدنا شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و شوکت اور عنده اللہ

ان کی وجہت و مقبولیت کا اظہار ہوتا ہے، کیوں کہ تمام اولیائے کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان کی شان کی شان آپ ہیں)

سارے عارفین باللّٰه غوث اعظم کے محتاج ہیں

۷۵ رویں شعر کے اجائے میں

۷۵۔ (یاقطب ربانی) صاحبِ معرفت کا محل جتنا ہی بلند ہے، وہ اتنا ہی زیادہ آپ کا حاجت مند ہے، نہ صرف یہ کہ آپ اس محل کے معمار ہیں بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی آپ ہیں۔

اولیا کی جتنی فسمیں ہیں خواہ افراد، ہی کیوں نہ ہو، سب کو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع لازم ہے، ان سے مستغنی کوئی نہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فردا افراد اور سید الافراد ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ منصوصین کو چھوڑ کر تمام اولیائے کرام (خواہ آپ کے دور کے ہوں یا قبل کے یا بعد کے) سے آپ افضل و اعلیٰ ہیں، سب کے محتاج الیہ اور ماوی و مجا ہیں، ان کے بغیر کوئی چارہ کا نہیں۔ اسی لیے سب کے سب آپ کا ادب و احترام اپنے دل میں رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی شہادت دی اور مجدد اعظم نے اس مفہوم کو شعر کی لڑی میں پروریا۔

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا (حدائق بخشش)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضليت سے متعلق کچھ تلميذات و اشارات۔

میرا قدم سارے اولیا کی گردنوں پر ہے، آپ کا یہ فرمان حق ہے

۵۸ رویں شعر کے اجائے میں

۵۸۔ (یاغوٹ الاغوات)۔ وہ جس کا قدم اولیاے جہان کی گردنوں پر ہے، اور جس نے یہ فرمایا، حق فرمایا، اللہ کی قسم! وہ آپ ہی ہیں ۲۷ تشریح: راقم السطور کہتا ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا ”قَدَمِيْ هَذِهِ عَلَى رَقْبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللَّهِ“۔ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے)۔ اس اعلان پر جو ولی جہاں تھے، سب نے آپ کی اطاعت قبول کی اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔

تصوف کی کتابوں میں دو لفظ آتے ہیں (۱) صحوا (۲) سکر، جیسا کہ کشف المحبوب وغیرہ میں ہے۔ صحوا: ہوش کی حالت کو کہتے ہیں۔ اور سکر: بیہوشی اور جذبی کیفیت کو۔ حضرت منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ ”أَنَا الْحَقُّ“ (میں ہی حق ہوں) اور بازیزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ”سُبْحَانِيْ، مَا أَعْظَمَ شَانِيْ“ (میری پاکی ہے، میری ہی شان سب سے عظیم ہے) حالت سکر کا ہے۔ لیکن فرد الافراد، قطب الاقطب، غوث الاغوات سیدنا شیخ عبدال قادر جیلانی قدس سرہ السامی کا فرمانِ عالی شان ”قدمی هذه على رقبة كل ولی الله“، حالت صحوا ہوش میں صادر ہوا، آپ نے اسے قصد افرمایا اور حکم الہی سے فرمایا۔ اسے سکر پر کسی ولی نے محمول نہ کیا اور نہ ہی اس کا احتمال ہے، اگر کسی نے اسے سکر پر محمول

کیا تو یہ اس کی کم علمی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت جو امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ”اسکسیر اعظم“ کے شعر نمبر ۵۸ کا ترجمہ ہے، اس میں انہوں نے واضح کرنا چاہا ہے کہ حضور غوث الشقلین کریم الطرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان عالی حق و صواب ہے اور آپ ہی کو ایسا قول زیب دیتا ہے، کیونکہ آپ کو اللہ عز و جل کی طرف سے اس کا حکم ملا تھا۔ اور آپ نے یہ دعویٰ حق حالت صحومیں کیا تھا، نہ کہ حالت سُکر میں۔ اور یہ خبر متواتر ہے، جس کو جھپٹایا نہیں جاسکتا، ہر دور میں اس کے اتنے کثیر راوی رہے ہیں، جن کا کذب پر اتفاق محال ہے۔ چنانچہ رضا بریلوی اس کی تشریح کرتے ہوئے درج ذیل عبارت پیش کرتے ہیں شعر نمبر ۵۸ کا مذکورہ ترجمہ نظر میں رکھئے پھر قول نمبر ۷۲ کو ذہن و فکر کے در پیچے میں اتار لیجیے۔ ملاحظہ:

۷۲۔ قلت : آں کہ پا لیش ، اخْ - اقول : اس سے اس جانب اشارہ ہے جو آں جانب مالکِ رقاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ایک دن مجمع حاضرین میں بر سر منبر ارشاد فرمایا : ”قدمی هذہ علی رقبة کل ولی اللہ“ میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے، تمام اولیائے گرد نیں جھکا دیں اور حضرت کے پامے مبارک کو اپنی گردنوں کی زینت بنالیا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آں سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ عزت جل و علا سے یہ کلام فرمانے کا حکم ہوا تھا۔ اس لیے معاذ اللہ احتمال سُکر کی کیا گنجائش ؟

اور اگر وہ سُکر میں تھے تو دیگر اولیا نے قبول و تسلیم میں کیوں جلدی کی؟ اور منکرین کیفِ کفر ان تک کیوں پہنچے؟ جیسے شیخ اصحاب کا حال ہوا کہ سر کار قادریت کی ایک نگاہ قہر سے ان کے جسم کا بندٹوٹ کے گر گیا۔ والعیاذ بال قادر من غضب عبد القادر (خداے قادر کی پناہ عبد القادر کے غضب سے) شعر:

قہر من قہر تو عالم گداز مہر کن اے مہر تو بیکس نواز

اے آفتاًب! قہر نہ کر کہ تیرا قہر جہان کو پکھلا دینے والا ہے۔ لطف کر کہ تو بے کسوں کونواز نے والا ہے۔

ہاں سُکر کی بات دوسرے حضرات کے بارے میں درست ہے۔ جیسے حضرت ابوالقاسم جرجانی، قدس سرہ الرحمانی، ایسے ہی حضرات کو سید جلیل، امام فریقین حضرت سہروردی۔ نَوْرَ اللَّهُ مَضْجَعَةُ (خدا ان کی آرامگاہ کو منور رکھے) نے مراد لیا ہے جیسا کہ عوارف المعرف کی شرح میں اس کی صراحت ہے۔ تو یہ محض اٹکل والی بات ہے کہ ان کا کلام سر کار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مجمل کیا جائے باوجودے کہ شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیخ خود ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنی گرد نیں جھکا کئیں تو رب اکرم جل و علـا نے انھیں رفت و سر بلندی بخشی۔ اور اللہ ہی ہر باب میں ہدایت فرمانے والا ہے۔“

(واضح رہے کہ خود شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد واجب الاتباع پر اپنی گردان جھکائی۔

جیسا کہ عنقریب امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریح کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف کے حوالے سے آرہی ہے۔)

غوث اعظم کا مذکورہ فرمان تخصیص کی بہتان سے پاک ہے

۵۹ رویں شعر کے اجائے میں

۵۹۔ (یاغوث اعظم) اس قول میں لغزش یا مگرا، ہی کی وجہ سے بعض لوگوں نے جو بے جا تخصیصیں کی ہیں آپ اس بہتان سے پاک ہیں۔ ۲۸۔

تشریح:- محمد عابد حسین قادری کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ وہ اپنے اطلاق پر ہے۔ کچھ لوگوں نے اس مطلق میں جو یہ تخصیص کی کہ اس سے صرف حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے اولیا مراد ہیں کہ ان ہی کی گردن پر آپ کا قدم ہے اور صرف ان ہی سے آپ افضل ہیں، یہ تخصیص باطل ہے، یہ بے جا تخصیص ہے۔

یہ ایک طرح کا بہتان ہے اور اس بہتان سے آپ پاک و بری ہیں۔

اسی طرح بعض نے یہ تخصیص کی کہ ”ہر ولی اللہ“ سے صرف مشائخ بغداد مراد ہیں اور صرف انہیں پر آپ کی افضليت ثابت ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ جس وقت آپ نے یہ اعلان فرمایا تو اس وقت جو اس مجلس میں حاضر تھے، صرف وہی مراد ہیں، اور صرف ان ہی حاضرینِ مجلس کی گردن پر آپ کا قدم ہے، اور ان ہی پر آپ کی افضليت ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی بے جا ہے۔

ان تخصیصات سے بھی آپ برباد پاک ہیں۔

ان اقوال کے قائلین کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ ان سے ایسا کہنے میں لغزش و چوک ہوتی یا یہ کہ اپنی گمراہی کے سبب انہوں نے ایسے اقوال کہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور غوث اعظم کا قدِ مبارک علی الاطلاق سارے ولیوں کی گردنوں پر ہوا اور ہے۔ اور سارے اولیا پر آپ کی افضیلت ثابت ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ صحابہ اور سارے تابعین سے آپ افضل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا لازم نہیں آتا جیسا کہ اس کی تصریح امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم سے ذیل میں آتی ہے۔

اب شعر کے مذکورہ ترجمہ کی تصریح امام احمد رضا قدس سرہ کی زبان سے سنئے۔ فرماتے ہیں:

۲۸۔ قلت : اندر یں قول ، اخ - اقوال : جیسے یہ تخصیص کہ "ہروی اللہ" سے صرف اس زمانے کے اولیا مراد ہیں ، یا مشائخ بغداد ، یا حاضرین مجلس مراد ہیں ۔ ہوں کاراں زمانہ نے اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس طرح کی تخصیصات میں ہاتھ پاؤں مارا ہے جب کہ ان سب پر کوئی دلیل نہیں ۔ *إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ* (، صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

(یوس، س، ۱۰، آیت ۶۶)

اب چند باتیں غور سے سنو:

(۱) جن حضرات کے اتفاق سے اجماع قطعی منعقد ہوتا ہے ان کا اس بات پر

اجماع ہے کہ کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، جب تک کہ اس سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔

(۲) بے دلیل تاویل اعتماد کے قابل نہیں ورنہ تمام نصوص سے امان اٹھ جائے خصوصاً عمومات سے۔

(۳) جو چیز بر بناء ضرورت ثابت ہوتی ہے، وہ قدر ضرورت تک محدود رہتی ہے۔ اس حد سے آگے لے جانا تعدی اور نارواز یادتی ہے۔

(۴) عقلًا اور عرفًا جو تخصیصات ہوتی ہیں وہ تخصیص کے شمار میں نہیں آتیں، اسی طرح ہر وہ تخصیص جو خود ہی اذہان میں مرکنزا اور قرار پذیر ہو، یہاں تک کے اس کے اظہار کی حاجت نہ ہو (ان سب کو تخصیص اصطلاحی نہیں مانا جاتا۔) جو حضرات عام کو قطعی مانتے ہیں، تخصیص ہو جانے کے بعد عام ان کے نزدیک قطعی نہیں رہ جاتا، مگر مذکورہ عقلی و عرفی تخصیصات سے ان کے نزدیک عام درجہ قطعیت سے نچے نہیں آتا۔

(۵) یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ جب امتیوں کے باہمی تقاضل کا ذکر ہوتا تو حضرات عالیہ انبیا علیہم الصلاۃ والثنا بے تخصیص مخصوص ہوتے ہیں، اسی طرح جب اولیاً کرام کے باہمی درجات کا تفاوت بیان کیا جائے تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان بے استثنائی ممتنع ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اہل حق کے عقائد میں یہ امر طے شدہ ہے کہ صحابہ کرام ساری امت سے افضل ہیں اور ان کے بعد والوں کا ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ان ہی اکابر کے رنگ میں خیارتا بعض قدست

اسرار ہم بھی ہیں۔ اس لیے کہ حدیث: ”خیرالقرؤن“، مشہور و مقبول ہے۔

(۶) قاطع شور و شغب وہ ہے جو شیوخ علماء ہند حضرت مولانا الحلق عباد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ - ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”بآہمی مفہوم عرف کے لحاظ سے اولیا، مشائخ، صوفیا اور اس طرح کے الفاظ میں صحابہ کرام داخل نہیں، اگرچہ وہ ان میں سے بہتر حضرات ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات صحابیت کے نام سے مخصوص و ممتاز ہو چکے ہیں۔ اخ مترجماً“۔

اقول: اسی طرح تابعین، کیوں کہ وہ وصف تابعیت سے مخصوص ہو چکے ہیں اور اس کی نظریہ ہے کہ لفظ علماء اولیا و صحابہ سننے سے کسی کاذب ان انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی طرف نہیں جاتا۔ نہ قائل ان کلمات سے ان حضرات کا قصد کرتا ہے۔ حالاں کہ یہ حضرات علماء و عرفاء میں اول، افضل، اکمل اور جلیل تر ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو شرفِ صحبت بھی حاصل ہے۔ جیسے حضرت ادریس، حضرت الیاس، حضرت عیسیٰ، حضرت خضرابو العباس علیہم الصلاۃ والسلام والثنا، اس قول پر کہ یہ حضرات دنیا میں اپنی حیات دنیا کے ساتھ موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ اس طرح کی باتوں سے سر کارِ غوثیت کے ارشاد واجب الاعتماد کی تعمیم توڑنے کا عزم دل میں رکھنا ایک خام ہوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

(۷) چنیں و چنان کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ حاصل ہو گا کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منہ البعض ہے (ایسا عام جس سے بعض افراد کی تخصیص ہو چکی ہے) تو اس میں مزید تخصیص ہرگز نہ ہو گی، مگر ان ہی افراد کی، جن کی تخصیص پر دلیل قائم ہوا اور

ما بقی افراد میں کلام اپنے عموم پر جاری رہے گا جیسا کہ قاعدة معروفة ہے۔

بڑی غباوت اور انتہائی بے راہ روی یہ ہے کہ بعض مدعاوں سنت بلکہ صوفیت نے ایسی عبارتوں سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے، جن میں لفظ وقت یا لفظ عصر (زمانہ) آیا ہے، خصوصاً وہ عبارتیں جن کا ”قدمی هذه“ کے موالے سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ”آنادِ لیلُ الْوَقْتِ“ (میں رہنماء وقت یا جدت زمانہ ہوں) اور سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سے یوں خطاب ”یَا سَيِّدَ أَهْلِ زَمَانِهِ“ (اے اپنے زمانے والوں کے سردار) اور دوسری عبارتیں جو بکثرت نقل کر کے لہو کیا اور دوسرے کو لہو میں ڈالا اور گمان کیا کہ خوب جمع کر کے محفوظ کیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ کسی کلام سے عدم ثبوت کو اس کلام سے ثبوت عدم جانتے ہیں۔ (مثلاً ”سید اہل زمان“ سے اپنے دور کا سردار ہونا معلوم ہوا، بعد کے ادوار کا سردار ہونا یا نہ ہونا کسی کا ثبوت اور کسی کی تصریح نہیں، مگر وہ سمجھتے ہیں کہ بعد کے ادوار کے سید نہ ہونے کا ثبوت ہو گیا، اور اس سے یہ مطلب لیا کہ صرف اپنے زمانے کے سردار ہیں، زمانہ ما بعد کی سیادت انھیں حاصل نہیں۔ مترجم)

اقول: اگر یہ ہوں پیشہ لوگ درج ذیل عبارتیں سن لیں تو کس قدر مضطرب ہوں گے۔

(۱) حدیث صحیح ہے: ”خَدِیْجَةُ خَيْرٌ نِسَاءِ عَالَمِهَا، وَفَاطِمَةُ خَيْرٌ نِسَاءِ عَالَمِهَا“۔ (خدیجہ اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔ فاطمہ

اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔) (۱)

اے حارث ابن ابی اسامہ نے عروہ ابن زبیر سے مرسلاً بسند صحیح روایت کیا ہے مرسل ہونا ہمارے نزدیک صحیح حدیث میں خلل انداز نہیں ہوتا، جیسا کہ اصول حدیث میں معروف و معلوم ہے۔ اس کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بخاری، مسلم اور ترمذی کی یہ روایت بھی دیکھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”خَيْرُ نِسَائِهَا مَرِيمٌ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَيْرُ نِسَائِهَا حَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ“

(دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہے اور دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر خدیجہ بنت خویلہ ہے)۔ اس حدیث کے معنی بھی حدیث بالا سے قریب تر ہیں، بلکہ یہ شخص جس کے کلام کا رد، ہم نے شروع کیا ہے، اس کے خلاف اس حدیث سے بھی استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ سرکار فرماتے ہیں: خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ أَرْبَعٌ، مَرِيمٌ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ حَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَ آسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ“ (سارے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر چار ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلہ، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آسیہ زوجہ فرعون،) اسے امام احمد اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اس لیے کہ اس نے بنی اسرائیل سے متعلق حق سجادہ کے ارشاد: وَإِنِّي فَضَّلُّكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ، سے استدلال کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر جہاں بھی لفظ ”عالیین“ واقع ہو غیر اہل زمانہ پر ہرگز کبھی محمول نہ ہوگا۔ سجادہ اللہ! کیا قیامت کی جہالت ہے اور کس بلا کی ضلالت!!، منه رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) بشارت دینے والے کا حضرت آمنہ سے کہنا ”انک حملت بسید هذه الامة“ (تمہارے حمل میں اس امت کا سردار ہے) اسے ابن الحلق نے اپنی کتاب سیرت میں ذکر کیا۔

(۳) حدیث متواتر (۱) ”الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة“ (حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔)

(۴) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے متعلق تقریب التہذیب کی یہ عبارت: ”مَاتَ فِي رَمَضَانَ سَنَةً أَرْبَعِينَ ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ الْأَحْيَاءِ مِنْ بَنِي آدَمَ بِالْأَرْضِ بِإِجْمَاعٍ أَهْلِ السُّنَّةِ“ (رمضان ۳۰ھ میں وفات پائی، اور اس وقت وہ روے زمین پر بنی آدم کے باحیات افراد میں باجماع اہل سنت سب سے افضل تھے۔)

کیا یہ مدعیان تخصیص یہاں بھی یہی کہیں گے کہ مذکورہ احادیث و اقوال سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ، حضرت زہرا کو اس زمانے کی عورتوں پر، اور ان سے

(۱) اس لیے کہ یہ حدیث بسانید صحیح و حسنہ درج ذیل صحابہ کرام سے مروی ہے:

- (۱) حضرت عمر فاروق اعظم (۲) حضرت علی مرتضی (۳) حضرت ابوسعید خدری (۴)
- حضرت عبد اللہ بن مسعود (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ (۶) حضرت ابو ہریرہ (۷)
- حضرت اسامہ بن زید (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر (۹) حضرت براء بن عازب (۱۰)
- حضرت قرہ بن ایاس (۱۱) حضرت مالک بن حوریث (۱۲) وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ منه

سابق زمانے کی عورتوں پر فضیلت نہیں؟ اور حضرات سبطین کریمین کو بوڑھوں اور سال خورده لوگوں پر سیادت حاصل نہیں؟ اور جناب مرتضیٰ کو زمانہ سابق و لاحق کے مردوں پر اور کسی فرشتہ پر امتیاز و فوقيت نہیں؟ - رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسیلۃ الرحمۃ سے متعلق سیرت ابن احْمَق کی حدیث کو کس معنی پر اتاریں گے؟ - ارے سرکارِ قادریت کے انکار کی آفت و شامت اس سے زیادہ ہے۔ ابھی تو عقل ماری ہے۔ اگر تو بہ نہیں کریں گے تو شدہ شدہ ایمان کو بھی لے ڈوبے گی۔ والعیاذ باللہ۔

سچ فرمایا سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے: تَكُذِّبُكُمْ لَى سَمْ سَاعَةٍ
لَا دِيَانِكُمْ وَسَبَبُ لِذَهَابِ دُنْيَاكُمْ وَأُخْرِيَّكُمْ - (تمہارا مجھے جھٹلانا تمہارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و آخرت کی بر بادی کا سبب ہے)، کلام یہاں طویل ہے اور فیضانِ قادریت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مگر کیا کریں کہ اس رسالے کی بناءم نے نہایت اختصار پر رکھی ہے، اگر ان لوگوں میں انصاف ہو تو ایک حرفاً بھی کافی ہے، اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

ہند کے خواجہ مقام بلند رکھنے والے بادشاہ ہیں مگر آپ ان سے عظیم تر بادشاہ ہیں

۶۰ رویں شعر کے آئینے میں

ترجمہ شعر نمبر ۶۰ - ہندوستان کے خواجہ و آقا، وہ زحل ستارہ کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے آپ کے قدم کے لیے "بل علی عینی و راسی" (بلکہ میری آنکھوں اور سر پر آپ کا قدم ہے) کہا، ایسے بادشاہ آپ ہیں۔ ۲۹ (یا شہنشاہ بغداد)

یہ رضا بریلوی کی کاوش قصیدہ اکسیر اعظم کے شعر کا ترجمہ ہوا۔

یہاں اصل شعر بھی افادہ کی خاطر ہدیہ ناظرین ہے۔

بہر پایت خواجہ ہندال شہہر کیوں جناب

بل علی عینی وراسی، گوید آں خاقان توئی

تشریح:- خواجہ کا معنی ہے۔ آقا، مالک۔ جیسا کہ عام تب لغت میں ہے۔

زحل: ساتویں آسمان کا ایک ستارہ۔ اگر کسی آدمی کو زحل کہا جائے تو اس کا مطلب یہ

ہوا کہ زحل ستارہ کی بلندی میں اسے تشییہ دینا اور مقام والا گردانا۔ ”کیوں“

زحل ستارہ کو کہتے ہیں، جو آسمان ہفتہم میں ہے۔ خاقان: عظیم بادشاہ کو کہتے ہیں۔

اب قارئین کو یہ غور کرنا ہے کہ مذکورہ شعر میں شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی مدح و ستائش کس رنگ میں بیان ہوئی ہے۔ اور خواجہ خواجگان سیدنا

غريب نواز اجميری رضي اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف کس زمانے انداز میں رضا

بریلوی نے بیان کی ہے۔

مذکورہ شعر میں کئی جہتوں سے مذکورہ برگزیدہ شخصیتوں کی رضا بریلوی

قدس سرہ نے تعریف و توصیف کی ہے۔

(۱) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم بادشاہ ہیں۔ اس کے لیے ”خاقان

توئی“ کا لفظ لایا ہے۔ ہاں تمام ولیوں کے عظیم بادشاہ ہیں۔ اور جب تمام ولیوں

کے بادشاہ ہیں تو علماء و عوام کے بھی عظیم بادشاہ ہوئے۔

(۲) حضرت خواجہ غريب نواز معین الدین حسن سنجري ثم اجميری رضي اللہ تعالیٰ عنہ

کو امام احمد رضا بریلوی ہندوستان کا خواجہ و آقا مانتے ہیں، اسی لیے انہیں خواجہ ہندوستان سے یاد کیا ہے۔

(۳) حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ ہیں، بادشاہ۔ انہیں لفظ ”شہ“ سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) صرف بادشاہ نہیں بلکہ وہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ ہیں، اسی لیے انہیں ”شہ کیوال جناب“ سے یاد کیا ہے۔

(۵) رضا بریلوی کے دل و دماغ میں حضرت خواجہ نہایت موّقر و معظم ہیں اسی لیے تعظیم والے لفظ ”جناب“ سے یاد کیا جو حضرت، حضور کا متراffد ہے۔

ہاں رضا بریلوی کے نزدیک حضرت خواجہ قدس سرہ ”حضرت شہ کیوال“ ہیں۔ یعنی حضرت خواجہ ہندوستان کے اتنا بلند رتبہ بادشاہ ہیں کہ بلندی میں ساتویں آسمان کے ستارہ ”کیوال (زحل)“ ہیں۔ ہاں آسمانِ ولایت کے عالی مرتبہ بادشاہ ہیں۔ آسمانِ ولایت کے بلند رتبہ بادشاہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بغداد شریف کی ایک مجلسِ وعظ میں یہ اعلان فرمایا ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“۔ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردان پر ہے) تو یہ آواز سنتے ہی حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے اپنی گردان جھکا دی اور کہا：“ یا غوث اعظم! بل علی عینی و راسی“ (آپ کا قدم صرف میری گردان پر نہیں بلکہ میری آنکھوں اور سر پر بھی ہے)

رضا بریلوی قدس سرہ العلی مذکورہ شعر میں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اے

شہنشاہ ولایت غوث اعظم! جب ہندوستان کے خواجہ و آقا اور آسمان ولایت کے بلند رتبہ بادشاہ نے آپ کی تعظیم کے لیے گردن جھکائی اور آپ کے حق میں کہا کہ ”میری آنکھوں اور سر پر بھی آپ کا قدم ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ عظیم بادشاہ ہیں۔ خواجاوں کے خواجہ، آقاوں کے آقا اور بادشاہوں کے بادشاہ آپ ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز اور دیگر اولیاء کرام بادشاہ ہیں تو آپ شہنشاہ ہیں۔

یہاں یہ گوشہ مخفی نہیں رہنا چاہئے کہ عطاے رسول سیدنا حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رضا بریلوی قدس سرہ نے ”شہہ کیوال جناب“ سے یاد کیا ہے تو اس میں اعلیٰ قسم کی تشبیہ و تلمیح ہے اور شاندار مناسبت بھی۔ کیونکہ ”کیوال“ ساتویں آسمان کا ستارہ زحل کو کہتے ہیں، جو نہایت بلندی پر ہے۔ روے ز میں کا ہر خطہ کسی نہ کسی ستارہ کے نیچے ہے، ہندوپاک کی اس جہت سے خوش قسمتی ہے کہ زحل جیسے بلند ستارہ کے حصے میں آتے ہیں۔

الہذا حضرت سیدنا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”شہہ کیوال جناب“، (بادشاہ زحل جناب) کہنے میں وہ مناسبت ہے جو ظاہر و عیاں ہے۔

اس شعر سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم بادشاہ اور شہنشاہ ولایت ہونے اور ہندوپاک کے خوش قسمت اور بلند رتبہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ والرضوان کے عالی مرتبت بادشاہ ہونے کا اظہار ہوا۔ اسی لیے مندرجہ بالا شعر کی شرح کرتے ہوئے مجیر معظم میں عاشق اولیا، شیداے غوث الوری امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرمدار قم طراز ہیں:

۲۹۔ قلت : بہر پا یت خواجہ ہند، اخ - اقول : مراد ہیں سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہاں لفظ ”کیوال جناب“ کی مناسبت عیاں و بے حجاب ہے، اس لیے کہ کرہ زمین کی جو تقسیم مشہور وزبان زد ہے، اس میں ”ہندوستان“ کیوال (آسمان ہفتہم کے ستارہ زحل) کے حصے میں آتا ہے۔

مجھ سے میرے والد مقدم الحققین قدس سرہ نے بیان کیا، انھیں سید اجل قطب الحق والدین بختیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت پہنچی کہ ایک دن ہمارے پیر و مرشد خواجہ بزرگ قدس سرہ نے اپنا سر مبارک نیچے جھکایا اور فرمایا : ”بل علی راسی و عینی“ بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر۔ حاضرین کو اس معاملے سے تعجب ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت سید عبدالقدار جیلانی نے بغداد میں بر سر منبر آ کر ارشاد فرمایا ہے ”قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ“ تمام اولیاء ان کا پاے مبارک اپنی گردنوں پر لے لیا، میں نے بھی عرض کیا ”بل علی راسی و عینی“ گردن کیا؟ میرے سر پر، میری آنکھوں پر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

”اکسیرا کبتر شرح کبریت احر“ میں یہ حکایت بلفظ ”بل علی حدائقِ عینی“ (بلکہ میری آنکھ کی پتلی پر) نقل کی ہے۔

بواسطہ ”انہار المفاخر“ ہمیں سید فائز محمد گیسو دراز کی روایت سے نصیر الملۃ والدین چرا غ دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بیان کیا گیا کہ خواجہ بزرگ قدس سرہ نے امرِ الہی سے آگاہی پاتے ہی سبقت فرمائی، اور اپنا سرز میں پر رکھ دیا اور کہا :

”بل علی عینی و راسی،“ (بلکہ آپ کا قدم میری آنکھوں اور سر پر بھی ہے)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

واضح کیا جا چکا کہ رضا بریلوی نے حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجیری شم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”خواجہ ہندو“ سے یاد کیا، جس کا معنی ہے، ہندوستان کے مالک و آقا۔ اسی طرح ”شہ کیوں جناب“ سے یاد کیا، یعنی کہا، آسمان ہفتم کے ستارہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ۔ پھر یہ کہ ”جناب“، یعنی حضرت کے لفظ سے یاد کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ رضا بریلوی حضور غریب نواز قدس سرہ سے کافی عقیدت و محبت رکھتے اور اچھے واونچے القاب و خطابات سے یاد کیا کرتے تھے۔ وہ ان کے خواجہ و آقا ہونے کا اعتراض کرتے اور ان کو ساتویں آسمان کے ستارہ زحل کے مانند عالی جانتے اور بلند رتبہ بادشاہ مانتے تھے۔ اور یہ پیغام دیتے تھے کہ وہ بلاشبہ ہند کے راجہ اور ہم سب کے خواجہ ہیں۔

حضرت خواجہ کے حوالے سے رضا بریلوی کے گلہائے عقیدت اور عطرہائے محبت سے مشامِ دل و جان کو معطر کرنے کے لیے فقیر قادری نوری کی کاؤش ”مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا“ اور ”شانے حضرت خواجہ بربان امام احمد رضا“ کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اعدادے دین اور حاسدین کے سارے اعتراضات کے جوابات تشفی بخش مل جائیں گے۔

حضرت سہروردی اور نقشبند نے بھی غوث اعظم کے لیے گردن جھکائی

ابھی تک ساٹھ (۶۰) اشعار قصیدہ اکسیر اعظم کے گزر چکے، اور اس کی شرح مجید معظم میں اشعار کی تشریح کرتے ہوئے جو نمبر وار اقوال رضا بریلوی قدس سرہ نے پیش کیے ان کی تعداد انتیس (۲۹) ہوئی۔ شرح میں ۳۰ رابر ۳۰ رابر اقوال بھی موجود ہیں جن میں یہ تذکرہ ہے کہ سلسلہ سہروردی کے شیخ المشائخ شہریار سہرورد حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عمّ محترم و پیر و مرشد حضرت نجیب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ فرمان کو سن کر ان کی اطاعت قبول کی اور اپنی گردن جھکائی۔ اور یہ بھی تذکرہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ المشائخ تا جدار نقشبند حضرت بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کی اور ”قدمہ علی عینی“ (ان کا قدم میری آنکھ پر) فرمایا۔ اس سے رضا بریلوی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صرف حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر لبیک نہیں کہا، بلکہ تمام سلاسل کے مشائخ کرام نے گردن جھکائی اور آپ کے واجب الاتباع ارشاد کو قبول کیا۔ ہاں یہ ۳۰ رابر کے اقوال تو موجود ہیں مگر مطبوعہ اکسیر اعظم یا دستیاب حدائق بخشش میں ان اقوال سے متعلق اشعار موجود نہیں۔

اس تعلق سے یہ گمان غالب ہے کہ دو اشعار اور بھی تھے جو مذکورہ دونوں پیر ان سلسلہ سے متعلق تھے۔ مگر اکسیر اعظم کے موجودہ نسخہ اور حدائق بخشش کے

متداول نسخوں میں نہ آ سکے۔

ایک خاص اور قابلِ اتباع بات یہ ہے کہ رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت خواجہ اور دیگر مشائخ کرام کے ساتھ حضرت سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نقشبند قدس سرہ کو بھی نہایت ادب اور اچھے القاب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً حضرت سہروردی کو شہریار سہرورد سے۔ شہریار کا معنی ہے: آقا، مالک۔ بادشاہ۔ نیز انہیں امام الفریقین، شیخ الشیوخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے منی برحقیقت اور بھاری بھرم خطابات سے یاد کیا ہے۔ اور حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاجدار نقشبند اور حضرت بہاء الشرع والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یاد کیا ہے۔ اب آئیے ان دونوں اقوال کو زیب نظر کیجئے اور صادق و مصدق سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول مبارک ”قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ“ کی تصدیق و توثیق چوٹی کے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کس شان سے کرتے ہیں، اس کی دل کشی ملاحظہ کیجئے۔ رضا بریلوی قدس سرہ العلی مجبر معظم میں رقم طراز ہیں:

سئلہ قلت: شہریار سہرورد۔ اقول: مراد ہیں امام الفریقین شیخ الشیوخ شہاب الملة والدین سہروردی سلسلہ سہروردیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ”قدمی ہذہ“ فرمانے کے دن مانوس ملائکہ محفل میں حاضر تھے اور انہوں نے تمام اولیا کے ساتھ آپ کے سامنے گردن جھکائی۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت نجیب الحق والدین سہروردی قدس سرہ بھی واجب الاتباع ارشاد ”قدمی ہذہ“ سننے کے وقت سرینچے لائے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ زمین پر رکھ دیں اور اس وقت یہ کہہ رہے تھے ”بل علی“

راسی، بل علی راسی، بل علی راسی“ بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر۔ جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”زبدۃ الاسرار“ میں ہے اس : قلت : تا جدار نقشبند۔ اقول : حضرت بہاء الشرع والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعلق منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ارشاد مبارک ”قدمی ہذہ“ اسی زمانے کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے؟ فرمایا : حاشا ! اس سے تخصیص ہرگز مفہوم نہیں۔ ہمارے شیخ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ ان حضرات میں سے تھے، جنہوں نے بارگاہِ غوثیت میں اپنی گرد نیں پیش کر دیں۔ اور میں بہاء الدین کہتا ہوں ”قدْمَهُ عَلَى عَيْنِي“ ان کا قدم میری آنکھ پر یا فرمایا : ”عَلَى بَصَرِ بَصِيرَتِي“ میرے دل کی آنکھ پر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین۔ آپ کے وعظ کے اثر سے رجال الغیب کے بدن میں آگ لگنا پھر اس کا بجھانا

۶۱ رویں شعر کے آئینے میں

۶۱۔ رجال الغیب کے بدن میں اپنے وعظ سے آپ آگ لگاتے ہیں، پھر اس آگ لگی کھیتی کے لیے باراں بھار آپ ہی ہیں۔ ۲۲ (یاغوث صمدانی) شعر کے اس مضمون میں دو دعوے ہیں (۱) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وعظ اس قدر موثر ہوتا کہ رجال الغیب یعنی مردان غیب کے جسم میں آگ لگ جاتی تھی، (۲) عطاۓ الٰہی سے آپ کو یہ قدرت ملی تھی کہ ابر نیساں (باراں بھار و بارشِ رحمت) بن کر آپ اس آگ کو بجا بھی دیتے تھے۔ ان دونوں دعووں کے ثبوت میں نائب غوث اعظم مجدد اعظم رضا بریلوی قدس سرہ علی حوالہ

سے مزین درج ذیل عبارت ”مجیر معظم“، میں پیش کرتے ہیں۔

۳۲ قلت: درتنِ مردانِ غیب، انخ۔ اقول: رجال الغیب اولیاً متبّلین (لوگوں سے منقطع، رب سے متعلق رہنے والے اولیا) کی ایک قسم ہے جو خلق سے ربط نہیں رکھتے اور انسانوں کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ علام شیخ ابو زرعہ طاہر قدس سرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مبارک میں فرمایا: میرا کلام ان لوگوں سے ہے، جو میری مجلس میں کوہِ قاف کے پیچھے سے آتے ہیں، ان کے بدن مجلس میں اور دل بارگاہِ قدس میں ہوتے ہیں۔

قریب ہے کہ شدتِ شوقِ الہی میں ان کی کلاہ و طاقیہ (ٹوپی، ایک خاص قسم کی ٹوپی) میں آگ لگ جائے۔ حضرت مددوح کے فرزند سیدی تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبرِ اطہر کے نیچے حاضر تھے۔ سراٹھایا اور تھوڑی دیر فضا میں دیکھنے لگے، یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے اور ان کے سر کی ٹوپی اور کنارہ گریباں جل گیا۔

حضرت والا منبر سے نیچے آئے، آگ بجھائی اور حضرت صاحبزادہ سے فرمایا:

”انت منهم“، تم بھی انہی میں سے ہو، سیدی عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے ان کی بے ہوشی کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: میں نے نگاہِ اٹھائی تو فضا میں دیکھا کہ مردانِ غیب کی ایک انجمن آرستہ ہے۔ سب سر نیچے جھکائے ہوئے، خاموش، ہمہ تن گوش ہیں، آسمانی افق ان سے چھپا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگ چکی ہے، کچھ نعرہ زن ہوا میں پرواز کر رہے ہیں، کچھ زمین پر گر رہے ہیں، کچھ اپنی جگہ حیران و مدد ہوش ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ!

وَالْكِبْرِيَاءُ لِلّٰهِ (بڑائی اللہ کے لیے ہے) وارفتگان شوق میں سے ایک یوں نغمہ
سرا ہے: شعر

ترک عجمی کا کل تر کانہ برانداخت از خانہ بروں آمد و صد خانہ برانداخت

آں دم کے عقیق لب او درخن آمد خون از دہن سا غرو پیانہ برانداخت

عجمی ترک (معشوق) نے تر کانہ زلفیں پھیلائیں، گھر سے باہر آیا اور
سیکڑوں گھر گرا دیے، جب اس کا لب عقیق گفتگو پر آیا تو سا غرو پیانہ کے دہن سے
خون چھلا کا دیا۔

مرید کا ایک قدم میں آنا، اس کا توبہ کرنا اور آپ کا اس کی رہنمائی کرنا

۶۲ رویں شعر کی روشنی میں

حضور غوث اعظم قدرت نما تھے، جب چاہتے رب تعالیٰ کی قدرت کا
ظہور آپ سے ہوتا۔ آپ کے ایک مرید نے بیت المقدس سے ہزاروں کیلو میٹر کی
مسافت ایک سکنڈ میں طے کر لی اور صرف ایک قدم میں وہاں سے بغداد شریف
حاضر ہو کر آپ کی محفل میں پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کے دستِ اقدس پر توبہ کی
اور اس بات کے طالب ہوئے کہ حضور میری حاجت پوری کریں، مجھے حق تعالیٰ کی
خوب محبت چاہئے۔ آپ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں۔ حضور نے ان
پر کرم فرمایا۔ وہ مرید صاحب چونکہ ہوا کے دوش پر ہو کر ایک قدم میں بیت المقدس
سے بغداد شریف آئے تھے، جس کے سبب ان کو نقصان پہنچ سکتا تھا، اس لیے
انہوں نے ایسا آئندہ کرنے سے توبہ کی، اس طرح آپ نے انہیں نقصان و خطرہ

سے نجات دلائی۔ اس مفہوم کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اکسیر اعظم کے شعر میں یوں بیان کیا۔

ترجمہ شعر نمبر ۶۲۔ (یادگیر) جس کے لیے بیت المقدس سے آپ کے دروازے تک ایک قدم ہے، وہ آپ سے رہنمائی کا طالب ہے اور اسے نقصان سے نجات دینے والے آپ ہیں۔

شرح: اور اس سے متعلقہ واقعہ "مجیر معظم" میں یوں بیان کرتے ہیں:

۳۳۔ قلت: آں کہ از بیت المقدس۔ اخ۔ اقول: نفحات الانس وغیرہ میں ہے: ایک روز سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے۔ ابھی زبان مبارک سے نہ کچھ فرمایا، نہ قاری کو کچھ پڑھنے کی اجازت دی کہ لوگوں میں ایک وجد برپا ہو گیا اور سب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ شیخ صدقہ بغدادی قدس سرہ حاضر مجلس تھے، اس حال سے انھیں سخت تعجب ہوا۔ ان کے دل میں خطرہ گز رنا تھا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا: اے صدقہ! میرے مریدوں میں سے ایک شخص بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی، حاضرین اس کی ضیافت میں ہیں، شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا: جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد آئے اسے کس چیز سے توبہ کرنی ہے اور اسے حضرت شیخ کی کیا حاجت ہے؟ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: یا ہذَا! اسے اس بات سے توبہ کرنی ہے کہ پھر ہوا میں پرواز نہ کرے اور مجھ سے اس کی یہ حاجت وابستہ ہے کہ میں اسے محبت حق جل و علا کی راہ بتاؤں۔

غوث اعظم مقامِ مخدع یعنی گنجینہ راز اور حجرہ قدس میں ہیں

۶۳ رویں شعر کی روشنی میں

۶۳۔ بارگاہ قدس کے سالکین اگر آپ کو نہ دیکھیں تو یہ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ آپ حجرہ قدس میں ہیں، میدان میں نہیں۔ ۳۲

شرح: حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رہروانِ قدس میں سے وقت کے عظیم ولی حضرت عبد الرحمن طفسونجی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جواباً یہ خبر پہنچی کہ تم مجھے اس لیے نہیں دیکھ پاتے کہ میں مقامِ مخدع (حجرہ قدس) میں ہوں اور تم درکات (نیچے کے حصوں) میں ہو۔

مخدع کا معنی ہے: حجلہ قدس۔ حجرہ قدس، حجرہ خاص، گھر کے اندر کی کوٹھری، گنجینہ راز۔

مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ غوث اعظم گنجینہ راز، وصل و قرب کے اعلیٰ مقام ”مخدع“ میں ہیں، مگر بہت سے رہروانِ قدس یعنی بارگاہ قدس کے سالکین اور اولیاء اللہ اس میں نہیں بلکہ درکات یعنی صحن و میدان اور نیچے کے حصے میں ہیں۔ اس کی تفصیل شعر کی تشریح کے ذیل میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ سے سماعت کیجئے۔

۳۲ ۷ قُلْ : رہروانِ قدس، اخْ۔ اقول: شیخِ اجل ابو محمد عبد الرحمن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روز طفسونج میں، جو خلد آباد ”بغداد“ کے توابع میں سے

ہے۔ برس منبریہ کہا: ”أَنَا بَيْنَ الْأُولَىٰ إِكَالْكُرْكُبُ بَيْنَ الطُّيُورِ أَطْوَلُهُمْ عُنْقًا“، میں اولیا کے درمیان ایسے ہی ہوں جیسے پرندوں کے درمیان کنگ، سب سے زیادہ لمبی گردان والا۔ سر کار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید شیخ ابو الحسن علی بن احمد قدس سرہ اسی نواح کے ایک گاؤں ”جنت“ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت وہ شیخ ابو محمد کی مجلس میں موجود تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے، اپنی گدڑی بدن سے اتاری اور کہا: ”دَعْنِي أَصَارِعُكَ“، میں آپ سے کشتی لڑوں گا۔ شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدین سے فرمایا: میں اس شخص کا ایک سرِ موجھی عنایت حق سبحانہ و تعالیٰ سے خالی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابو الحسن سے کہا: اپنی گدڑی پہن لو۔ انہوں نے کہا: میں جس سے باہر آگیا اس میں پھر نہ جاؤں گا۔ ”دِ جنت“ کی طرف رخ کر کے اپنی زوجہ کو آواز دی کہ فاطمہ! میرے پہنے کو کپڑے لاو۔ ان عفیفہ نے اس گاؤں سے سنا اور راستے میں کپڑا لیے شیخ ابو الحسن کے سامنے آئیں۔ شیخ عبدالرحمٰن نے دریافت کیا: تمہارے پیر کون ہیں؟ کہا: شیخ عبدال قادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے کہا: میں نے شیخ کا ذکر صرف زمین میں سنا ہے۔ چالیس سال سے میں بابِ قدرت کے درکات (زیریں حصوں) میں ہوں، ان کو وہاں کبھی نہ دیکھا، پھر اپنے مریدین کی ایک جماعت کو حکم دیا، کہ بغداد جاؤ اور حضرت شیخ سے عرض کرو کہ عبدالرحمٰن نے سلام بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں چالیس سال سے بابِ قدرت کے زیریں حصوں (درکات) میں ہوں، وہاں آپ کو اندرجاتے نہ دیکھا، نہ باہر آتے دیکھا۔ جب یہ مریدین بزمِ بغداد روانہ ہوئے، حضرت

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت بعض خدام سے فرمایا: طفسونج جاؤ، راستے میں شیخ عبدالرحمٰن کے خدام ملیں گے، شیخ نے اپنا پیغام دے کر انھیں میرے پاس بھیجا ہے، ان کو اپنے ساتھ واپس لے جاؤ اور عبدالرحمٰن سے کہو۔ عبدالقدار نے سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تم درکات (نچے کے حصے) میں تھے، جو درکات میں ہو، وہ اسے کیسے دیکھے گا جو بارگاہ میں ہو، اور جو بارگاہ میں ہے وہ اسے کیسے دیکھے گا جو ”مخدوع“ (گنجینہ راز) میں ہے۔ میں پوشیدہ طور پر دروازے سے آتا اور تمہارے سر کے اوپر سے اس طرح باہر آتا کہ تم مجھے نہ دیکھتے۔ اگر گواہ چاہتے ہو تو یہ ہے، وہ سبز خلعت جو فلاں شب میں تمہارے لیے میرے ہاتھ سے بھیجی گئی، دینے والا خدا تھا اور بانٹنے والا میں۔ دوسری گواہی یہ کہ درکات میں بارہ ہزار ولیوں کو خلعتِ ولایت بخشی۔ اور وہ سبز قباجس کے کناروں پر سورہ اخلاص کا نقش تھا، تمہارے لیے میرے ہاتھوں بھیجی گئی۔ جب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین نے پیام پہنچایا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: ”صَدَقَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ وَهُوَ سُلْطَانُ الْوَقْتِ وَصَاحِبُ التَّصْرُفِ فِيهِ“، شیخ عبدالقدار نے سچ کہا، وہ سلطان زمانہ اور زمانے میں تصرف فرمانے والے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ نے حضرت طفسونجی کو خلعت عطا کی

۶۲ رویں شعر کے اجائے میں

حضرت عبدالرحمن طفسونجی کے حوالے سے مندرجہ بالا واقعہ سے واضح ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حملہ قدس یعنی محل اور حجرہ خاص میں تھے، اور عطاۓ الہی سے ”قل هو الله احد“ کے نقش و زگار والی سبز خلعت (جوڑا) صاحب اعزاز حضرت عبدالرحمن طفسونجی کو آپ نے عطا کی تھی، اس مفہوم کو عاشق رسول و شیداے آل رسول امام احمد رضا محقق بریلوی قدس سرہ نے شعر نمبر ۶۳ میں یوں ڈھالا:-

۶۳۔ ”قل هو الله احد“ کے نقش و زگار والی سبز خلعت اس صاحب اعزاز کو کس نے عطا کی؟ اگر محل میں آپ نہ تھے؟ (یعنی آپ ضرور اس قربِ خاص کے اس خاص محل میں تھے اور ہیں) اصل شعريہ ہے

سبز خلعت با طراز ”قل هو الله احد“
آل مکرم را کہ نخشید ارنہ درایواں توئی

غوث اعظم کی اپنے مشائخ سے افضلیت

اگر مشائخ آفتاں ہیں تو آپ چاند ہیں، ۶۵ رویں شعر کے اجائے میں حضور غوث اعظم قدس سرہ منصوصین اور مستثنیات کو جھوڑ کر تمام اولیاء

کرام پر فضیلت رکھتے ہیں۔ یعنی آپ افضل ہیں اور وہ مفضول۔ یہاں تک کہ منصوص کو چھوڑ کر اپنے مشائخ کرام مثلاً حضرت ابوسعید مخزومی، حضرت ابو بکر شبلی، حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی فضیلت رکھتے اور ان سے افضل ہیں، اسی لیے بقول حضرت خضر علیہ السلام، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبل کے، بعد کے اور دور کے سارے اولیائے کرام اپنے دل میں ان کا ادب رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ ایسے میں آپ کے مشائخ کرام اگر آفتاب ولایت ہیں تو آپ ولایت کے ماہِ تاباں یعنی روشن چاند ہیں۔ اس مفہوم کو اکسیر اعظم کے شعر اور مجیر معظم کی عبارت کی روشنی میں سمجھئے۔

ترجمہ شعر نمبر ۶۵: آپ کے مشائخ کرام کو القاۓ نور کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب ہیں اور آپ ماہِ تاباں ہیں ۳۵

شرح: اس کی تشریح کے ضمن میں مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان پر آپ کی افضیلت ثابت کرتے ہوئے نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا قدس سرہ ”مجیر معظم“ میں یوں رقم طراز ہیں:

۳۵۔ قلت: گوشیوخت را، اخ۔ اقوال: نقیب اولیا سیدنا خضر علی حبیبنا و علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: مَا أَتَّخَذَ اللَّهُ وَلِيًّا كَانَ أَوْ يَكُونُ إِلَّا وَهُوَ مُتَّدِّبٌ فِي سِرِّهِ مَعَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔ ”جو پہلے تھے اور جو آئندہ ہوں گے، ان میں سے جسے بھی حق تعالیٰ نے ولی بنایا وہ اپنے باطن میں شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روز قیامت تک حدِ ادب کی نگہداشت کرنے

والا ہے۔“ (زبدۃ الاسرار)

فقیر کہتا ہے یہ روایت سراپا ہدایت دوامروں پر دلیل شافی اور جبت کافی ہے۔ ایک یہ کہ غوث برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام حضرات پر فضیلت مطلقہ حاصل ہے جو عرف جاری و مشہور میں لفظ اولیا سے مراد و مفہوم ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہر قرن اور ہر زمانے کے اولیاء اللہ کو اس ذاتِ سعید و مسعود کے وجود باوجود پر اطلاع دی گئی ہے اور حضرت کے ادب اور محبت و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے حضرت خضر علی حبپنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ حکم کلی اس صورت کے بغیر راست نہ آئے گا۔ جیسا کہ واضح و عیاں ہے۔

سُبْحَنَ اللَّهِ، وَلَا هُوَ كَفُورٌ! همیں قادریت کی سرکار گردوں و قار پر ناز ہے کہ اپنے جِدِّ کریم علیہ فضل الصلاۃ و التسلیم کی مشابہت سے بہرہ کامل پایا ہے۔ وَإذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا أَتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتْبٍ وَ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرَنَّهُ (اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (آل عمران س ۳، آیت ۸۱)

میں نے اسی مشابہت کو خطبے میں یوں عرض کیا ہے: ”لَا سِيمَا عَلَى مَنْ هُوَ فِي الْأَوْلَيَاءِ كَجَدِّهِ الْكَرِيمِ فِي الْأَنْبِيَاءِ، عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ التَّحِيَّةُ وَ الشَّنَاءُ“ (خصوصاً ان پر جو اولیا میں اسی طرح ہیں جیسے ان کے جد کریم انبویا میں۔

علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء) زبدۃ الاسرار، میں دو ولی جلیل احمد بن ابو بکر حرمی اور ابو عمر عثمان صریفینی قدس سرہما سے نقل ہے کہ یہ دونوں حضرات قسم کھا کر کہتے:

”وَاللّٰهِ مَا أَظْهَرَ اللّٰهُ سُبْحَنَهُ وَلَا يُظْهِرُ إِلَيْهِ الْوَجُودُ مِنَ الْأَوْلَيَاءِ مِثْلَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ“ (خدا کی قسم حق سبحانہ نے عالم میں ایسا کوئی ولی نہ پیدا کیا ہے اور نہ کرے گا جو شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثال ہو)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ان دونوں ولیوں کا یہ کلام ان کے دور کے اولیا میں شہرت پذیر ہوا اور بعد گفتگو سب کا اس پر اتفاق ہو گیا۔ اگر ان اولیا کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو قسم سے موکد کر کے اس مضمون پر جزم ہرگز نہ کرتے۔ انتہی مترجم“۔

الحاصل جب مذهب یہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاے اولین و آخرین سے افضل و اکمل اور اعلیٰ و اجل ہیں۔ بجز ان حضرات کے، جن سے متعلق دلیل استثناء قائم ہو چکی ہے، جیسے صحابہ اور اخیار تابعین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ کرام جیسے سری سقطی، معروف کرخی، سید الطائفہ جنید بغدادی، ابو بکر شبیلی، منبع سلاسل مشاہد دینوری، ابو اسود دینوری، علی ہکاری، ابو الفضل تیمی، یوسف طرطوسی، ابوسعید مخزومی، حماد و بتاس اور ان کے علاوہ حضرات جوان طبقے میں ہیں۔ قدس اللہ اسرار زمرتہم، ان پر بھی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت واضح و عیاں ہے۔ اور جس نے اُس ذات والاصفات کے فضائل، اور حضرت کرخی و جناب حمد وغیرہما کے ساتھ

حضرت کے معاملات، اور حضرت حسین بن منصور حلاج ہم عصر حضرات جنید و شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں حضرت کا کلام کتب علماء مشائخ میں دیکھا ہے، اس کے سامنے میرا بیان بالکل واضح ہے۔ و باللہ التوفیق۔

آپ چاند ہیں، اور چاند آفتاب پر باعتبار ترقی فضیلت رکھتا ہے

۶۶ رویں شعر کے آئینے میں

گداۓ قادری اسیر نوری کہتا ہے کہ گزشتہ شعر میں حضرت ناظم (نظم اکسیر اعظم کہنے والے امام احمد رضا) نے کہا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان اس وجہ سے آفتاب ولایت کہے جاسکتے ہیں کہ انہوں نے آپ پر نور کا القا کیا، تو جس طرح لوگوں کے کہنے کے مطابق آسمان کا آفتاب چاند پر القاء نور کرتا ہے تو چاند روشن و تاباہ ہوتا ہے، اسی طرح مشائخ کرام نے القاء نور کیا تو وہ آفتاب ہوے اور آپ پر نور ڈالا تو آپ چمکے اور ایسا چمکے کہ سارے عالم کو چمکایا اور چمکا رہے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ چاند ہوئے، یہاں ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ رضا بریلوی قدس سرہ کے مذکورہ شعر سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کے مشائخ کرام، حضرت ابوسعید مخزوی، حضرت ابو بکر شبلی، حضرت جنید بغدادی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت و افضیلت ثابت نہیں ہوتی، جب کہ رضا بریلوی مشائخ کرام سے ان کی افضیلت کے قائل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چاند کی آفتاب پر اس جہت سے فضیلت ثابت

ہوتی ہے کہ آفتاب اگرچہ اپنی روشنی چاند پر ڈالتا اور اسے تاباں کرتا ہے مگر اس کی سیر و رفتار کے لیے ایک مستقر (قرارگاہ) ہے، ترقی نہیں ”وَالشَّمْسُ تَجْرِيٰ لِمُسْتَقِرٍ لَّهَا“، قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ اور چاند کے لیے ترقی منازل عطا کی گئی ہے، تو وہ ترقیوں پر ہے۔ اسی طرح سورج کے لیے یہ بھی ارشاد ہوا۔ ”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ“ (سورج کو یہ نہیں پہنچتا کہ چاند کو پالے)۔ تو حضور غوث اعظم ایسے روشن و تاباں چاند ہیں کہ ہر لمحہ ترقی پذیر ہیں، ان کے رتبے کو دوسرے اولیائے کرام اگرچہ آفتاب ہوں، نہیں پاسکتے۔ جیسے آسمان کا آفتاب آسمان کے چاند کو نہیں پاسکتا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزلوں کی وہ ترقیاں ملیں، جو دوسرے اولیائے کرام کو نہ ملیں۔ اسی مفہوم کو شیدائے غوث اعظم قدس سر ہمانے اپنے شعر میں یوں کہا۔

۶۶۔ لیکن ان کی سیر ایک مستقر پر تھی، مزلوں کی وہ ترقیاں کہاں، جن میں ہر لمحہ آپ ہیں۔ (اے میرے محبوب سبحانی)

اور اس کی شرح ”مجھر معظم“ میں یوں رقم طراز ہیں۔

۶۷۔ قلتُ: لیک سیر شاہ، اخْ۔ اقول : ناظم نے کلام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے جیسا کہ لوگوں میں مشہور اور زبانوں پر مذکور ہے، پہلے حضرت مددوح کے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خورشید اور حضور پُر نور کو قمر کہتا ہے، پھر آفتاب پر چاند کی فضیلت کا، ان آیاتِ کریمہ کی تجلیات سے اقتباس کرتا ہے کہ حق۔ جَلَّتْ عَظُمَتُهُ۔ کا ارشاد ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِيٰ لِمُسْتَقِرٍ لَّهَا

ذِلْكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّمِ وَالْقَمَرَ قَدْرُنَاهُ مَنِازِلَ حَتَّىٰ عَادَ
كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (اور سورج
اپنی ایک قرارگاہ کے لیے چلتا ہے۔ یہ حکم زبردست علم والے کا، اور چاند کے لیے
ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر بھور کی پرانی خشک ڈال کی طرح ہو گیا۔
سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پالے۔ (یس، س، ۳۶، آیات ۳۸-۴۰)

دیکھو آفتاب کی سیر کے لیے ایک قرارگاہ رکھی ہے اور چاند کو ترقی منازل
عطافرمائی ہے پھر صراحةً ارشاد فرمایا ہے، کہ سورج کو لاکن نہیں کہ چاند کو پالے۔ یہ
کلام اس چاند سے متعلق ہے جس کی ترقی، تنزل سے بدلتی رہتی ہے اور پھر پہلی
حالت پہنچ کر ایک پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ اس کی
چال ایک مدارِ مستدر پر ہے، اس لیے دوری کے بعد پھر نزدیکی اس کے لیے ناگزیر ہے۔ پھر اس چاند کا کیا حال ہو گا جو ایک راہِ مستقیم پر بکمالِ رفت، حدِ بے نہایت
کی جانب ترقی فرمائے اور اس دامنِ عزت ”عاد کالعرجون القديم“ کے
 DAG سے پاک و محفوظ رہتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بغداد کے چاند کو کوئی نہیں پاسکتا

۷۶ رویں شعر کی روشنی میں

گزشته شعر اور اس کی تشریح سے واضح ہوا کہ اور مشائخ کرام اگر آفتاب
ہیں تو حضور غوث اعظم چاند اور آپ ایسے چاند ہیں کہ ہمیشہ ترقی پر ہیں، آپ کے
درجات کی ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے، آفتاب کی شان یہیں کہ چاند کو پاسکے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ آسمان کا چاند تو ترقی پر رہتا ہے مگر بعد میں پہلی حالت پر پہنچ کر اتنا پتلہ ہو جاتا ہے کہ کھجور کی پرانی خشک ڈالی (ٹہنی) کی طرح ہو جاتا ہے۔ مگر حضور غوث اعظم اس طرح ہونے سے پاک ہیں۔ وہ ہمیشہ ترقی منازل پر ہیں۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت درج ذیل شعر میں یوں کہتے ہیں،

ترجمہ شعر نمبر ۶۔ میرے چاند! قمر کو پالینا آفتاب کے شایاں نہیں، خصوصاً جب کتم ”پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے“ سے مطمئن ہو (پاک ہو)

بغداد کا چاند بے پایاں ترقی میں ہے

۶۸ رویں شعر کے اجائے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفتِ الہی، سیر فی اللہ قرب اور ترقی منازل کے اعتبار سے ایسے چاند ہیں کہ بھی ہلال ہیں، کبھی قمر اور کبھی بدربن کر چمکتے ہیں بلکہ آپ اس سے بھی بہتر ہیں۔

اس مفہوم کو امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ درج ذیل شعر میں اس طرح ڈھالتے ہیں، ہاں پہلے آپ کے رب تے کی بلندی اور ترقی درجات پر بروی نظر ڈالنے والے کو دھنکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بروی نظر والو! تم اندر ھے ہو جاؤ۔ میرے آقارِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات و منازل تو فضلِ مولیٰ سے یوں ہی ترقی پر رہیں گے۔ بروی نظر ان کا کچھ بگاڑنہ سکے گی۔ چنانچہ امام احمد رضا یوں لب کشا ہوئے۔

ترجمہ شعر نمبر ۶۸۔ بروی نظر اندر ھی ہو!۔ (اے میرے آقا) آپ کس قدر ترقی

میں ہیں، آپ پرسوں ہلال تھے، کل قمر (چاند) ہوئے، آج بدر (چودہویں رات کا چاند) ہوئے اور آپ اس سے بھی بہتر ہیں۔ ۷۳۲ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور پر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلال بھی ہیں، قمر بھی اور بدر بھی، یہ کیسے؟ اور آپ دن بدن ترقی میں ہیں، دن دونی رات چوگونی ترقی پر ہیں، یہ کیسے؟ اس کے شواہد کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں مذکورہ ترجمہ شعر کی تشریح امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ کیجئے، وہ رقم طراز ہیں:

۷۳۲ قلت: دی قمر کشتی، اخ - اقول : چاند تین رات تک "ہلال" ہے، اس کے بعد آخر ماہ تک "قمر" اور چودہویں رات کا چاند "بدر" کے نام سے مخصوص ہے۔ عرف یہی ہے اگرچہ بحساب تقویم چاند کے پورے ہونے کا وقت کبھی رات کو ہوتا ہے، کبھی دن کو، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیر ہویں رات کو ہی بدر ہو جاتا ہے اور چودہ کی رات کو محقق میں آ جاتا ہے یعنی گھنٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے اسی ماہ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ میں، میں نے مشاہدہ کیا کہ پنج شنبہ کی شب میں تیر ہویں رات کا چاند نصف شب کے ۲۹ منٹ (نجومی منٹ) کے بعد برج دلو کے اواخر درجہ نہم میں شمس کے مقابل ہو گیا، شمس اسی کی نظیر اپنے خانہ اسد میں تھا۔

سب حن اللہ! بات کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے، ہم اپنے چاند (غوثِ اعظم) کی ترقی سے متعلق ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ تحفہ قادریہ اور بہجۃ الاسرار میں سیدی قطب عالم علی بن ہبتی قدس سرہ سے روایت ہے کہ ایک دن سید نارضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معروف کرخی نور اللہ مرقدہ کی تربت پاک کو گئے اور وقتِ زیارت یوں کہا

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَيْخَ مَعْرُوفٍ ! عَبْرَتَنَا بِدَرْجَةٍ“ (سلام ہوا پر اے شیخ معروف۔ آپ ہم سے ایک درجہ آگے بڑھ گئے)۔ پھر جب دوسری بار زیارت کو آئے تو یوں فرمایا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَيْخَ مَعْرُوفٍ ! عَبْرُتُك بِدَرْجَتَيْنِ“ ہم آپ سے دو درجہ آگے بڑھ گئے۔

سیدی معروف نے قبر سے ندا کی: وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا سَيِّدَ أَهْلِ زَمَانِهِ“ اور تم پر بھی سلام ہو، اے اپنے اہل زمانہ کے سردار!

رقم الحروف گدائے قادری کہتا ہے کہ جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے معروف کرنی آپ مجھ سے ایک درجہ آگے ہیں اور بعد میں فرمایا کہ اب میں آپ سے آگے بڑھ گیا ہوں صرف ایک درجہ نہیں بلکہ دو درجہ تو واضح ہوا کہ آپ ہمیشہ ترقی پر ہیں۔ آپ کی ترقی کسی ایک حد پر رکنے والی نہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ اپنے سلسلہ کے شیخ سیدنا حضور معروف کرنی پر فالق اور ان سے افضل و فزوں تر ہیں۔ اسی طرح اپنے شیخ سیدنا حضرت ابوسعید مخزومی، اور ان سے اوپر سیدنا ابو بکر شبلی، سیدنا جنید بغدادی اور دیگر اولیاء و مشائخ پر بھی اسی تفصیل کے ساتھ فضیلت رکھتے ہیں، جو مقبل میں گزری۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضا ہم عنہما۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان

آپ کی زندگی شاہانہ ہے، اور آپ گلستان کی رونق

۶۹ رویں شعر کی روشنی میں

گداے قادری محمد عابد حسین کہتا ہے کہ محبوب و محبت میں زمین و آسمان کا
فرق ہے۔ محبوبیت الگ ہی شان رکھتی ہے۔ مثلاً محبوب کی ناز برداری کی جاتی ہے
اسے ہر حال میں منایا جاتا ہے، اور راضی کیا جاتا ہے، اسے ہر سامانِ راحت پہنچایا
جاتا ہے، اور محبت و عشق کی بھٹی میں جلنا ہوتا ہے، وہ ہمیشہ مشقت میں رہتا
ہے، آزمائش و امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ
میں اللہ و رسول سے محبت کرتا ہوں، اس سے دریافت کیا گیا کہ سچ کہتے ہو کہ تم اللہ
و رسول سے محبت کرتے ہو۔ کہا ہاں سچ کہتا ہوں۔ فرمایا گیا: تب تم امتحان و
آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اسی لیے یہ کہنا بجا ہے کہ بہت سے اولیا و اصفیا جو
محبوبیت کے مقام پر ہیں، محبوبیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکے وہ مشقت و آزمائش
میں ہیں، مگر غوث اعظم مشقت و آزمائش سے محفوظ ہیں۔ وہ شاہانہ زندگی گزارتے
ہیں کیونکہ وہ محبوبیت کی منزل پر فائز ہیں۔ ایسے مقام محبوبیت کے منصب پر فائز
ہیں کہ ہر سامانِ راحت و تعیش کے لا اُن ہیں اور ہر طرح کی آسائش و آرائش میں
ہیں، مقام محبوبیت کو سمجھنے کے لیے حضور غوث اعظم کے حوالے سے بہت سے
اقوال و واقعات ہیں۔ مگر حضرت سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ کے واقعہ

سے بھی بات ذہن نشیں ہو جائے گی، جو عنقریب آتا ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ بلبل جیسے عاشق کے لیے سوز و جلن اور درد و تکلیف، ہی مناسب ہے، اس کا سوز بڑھتا ہی رہے، اسی میں وہ مزہ پاتی ہے، اس کے برخلاف گل رخوں (خوبصورت محبوبوں و معشوقوں) کے لیے آرائش و آرام ہی زیب والاً ق ہے۔

اور حضور غوث اعظم تو گل رخوں کے گلستان کی رونق اور اس چمن کی بہار ہیں۔ کوئی محبوبیت ان کی محبوبیت جیسی کہاں؟ یہ تو محبوبوں کے سرو و سردار ہیں۔ اسی لیے آپ کھانا نہیں کھاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فتنمیں دے دے کر کھلاتا ہے، آپ پانی نہیں پینتے تو باری تعالیٰ آپ کو فتنمیں دے دے کر پانی پلاتا ہے، آپ کو لذیذ و نفس کھانے کا حکم ہوتا ہے، آپ کو عمدہ و نفس لباس پہننے کا حکم ہوتا ہے، یہ مقامِ ناز ہے جو سب کو نہیں ملتا ہے، اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حقائق بینی سے کام لیتے ہوئے یوں عرض کنائیں ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۲۹۔ اصفیا مشقت میں ہیں اور آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔

آپ کو مبارک ہو، اس لیے آپ خود ہی ہر سامانِ راحت کے لاُق ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۳۰۔ بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، ان کا سوز کم نہ ہو، گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے، اور اس گلستان کی رونق آپ ہیں ۳۸ (یا سیدی غوث اعظم)

شرح: گداۓ قادری نوری کہتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا: "مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ" (اے محبوب! ہم

نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔) یہ آیت اگرچہ حضور ﷺ کی شان اقدس سے متعلق ہے، مگر حضور غوث اعظم آپ کے ظل و سایہ ہیں اور ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کا سایہ ان پر بھی ہے۔ اس لیے ان کے حق میں بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشقت و پریشانی میں نہ ڈالا۔

اس لیے کہ آپ صرف محبیت کے درجے پر نہیں بلکہ محبوبیت کے مقام پر بھی ہیں اور محبوبیت کی شان ارفع و اعلیٰ ہے، اس شان والے کو مشقت و آزمائش میں نہیں ڈالا جاتا، چنانچہ مجری معظم شرح اکسیر اعظم میں مذکورہ شعر کی شرح کرتے ہوئے نائب غوث اعظم حضرت مجدد اعظم یوسف قم طراز ہیں:-

۳۸ قلت : گل رخان رازیب زید، اخ - اقول : طه' مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ۔ (اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ (طہ، ۲۰، آیت ۱-۲)

فلکِ علو کے نجمِ تاباں حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ کو ایک چلہ سے زیادہ مجاہدے میں نہ رہنے دیا۔ دوسرے چلے میں ان کی خلوت گاہ کے دروازے پر آئے، انگشت مبارک دروازے پر ماری اور آواز دی کہ ”اے سیف الدین!“ شعر

منم عاشق مراغم ساز دارست تو معشوقي ترا باغم چہ کارست
میں عاشق ہوں میرے لیے غم مناسب ہے، تم معشوقي ہو تمھیں غم سے کیا کام؟
”اٹھو باہر آؤ“ یہ کہا اور ان کا ہاتھ کپڑ کر خلوت سے باہر لائے اور بخارا کی جانب

روانہ کر دیا (نحوت الانس)

میں نے یہ حکایت اس غرض سے نقل کی ہے کہ تم یہ جان سکو کہ مقامِ محبوبیت کی شان الگ ہوتی ہے۔ پھر کوئی محبوبیت ہمارے آقا کی محبوبیت جیسی کہاں؟ وہ تو محبوبوں کے سرو روسردار تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔“

یہ دیکھئے محبوبیت کا مقام کیسا ہوتا ہے، محبوب کو مشقت و پریشانی سے کیسے بچایا جاتا ہے؟ خود اس نظم ”اسیرِ اعظم“ کے ناظم، نائب رسول اعظم، عاشقِ غوثِ اعظم، قطبِ عالم، مجددِ اعظم، فقيہ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ، تاجدارِ ولایت، کنزِ کرامت، شہزادہ رسول، گلشنِ فاطمہ کے مہکتے پھول، پیر طریقت، خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کی بارگاہ عالی میں مرید ہونے تاجِ الخول مولانا الشاہ عبدال قادر بدایونی قدس سرہ اور اپنے والد گرامی خاتم المحققین الحاج مولانا مفتی نقی علی خاں قدس سرہ کے ہمراہ مارہرہ مقدسہ ضلع ایڈہ (یوپی) پہنچے۔ حضرت خاتم الاکابر، صاحبِ کشف و کرامت آل رسول اور کامل ولی تھے۔ اپنی نگاہِ ولایت سے امام احمد رضا کو دیکھتے ہی پیچان لیا پھر کیا تھا؟ شرفِ بیعت و ارادت سے بھی نوازا اور اسی مجلس میں کئی سلسلوں کی اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کر دیا۔ حضرت خاتم الاکابر کے نبیرہ نور العارفین حضرت سرکار ابو الحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ سراپا سوال بن کر سائل ہوئے۔ دادا جان! آج تک آپ کا دستور یہ رہا ہے کہ سالکین کو مرید کرنے کے بعد سالہا سال ریاضت و مجاہدہ میں رکھتے، چلہ میں بٹھاتے ہیں، اس کے بعد اہل پاتے ہیں تو

اسے اجازت و خلافت سے نوازتے ہیں، مگر آج کیا بات ہے کہ مولانا احمد رضا کو بغیر مجاہدہ کرائے اسی مجلس میں مرید بھی کیا اور اجازت و خلافت سے بھی نواز دیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اور لوگ آئے تو انہیں ریاضت و مجاہدہ کرانے کی ضرورت تھی مگر مولانا احمد رضا قلب صافی لے کر آئے ہیں، یہ پہلے ہی سے باکمال ہیں، صرف نسبتِ اتصال کی ضرورت تھی، وہ کام مجھ سے ہو گیا۔ ہاں ایک فکر دامن گیر تھی کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے کہ آل رسول تم میری بارگاہ میں کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ تو کیا جواب دوں گا؟ الحمد للہ! اب وہ فکر و تشویش دور ہو گئی جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا تو احمد رضا کو پیش کر دوں گا کہ یا اللہ! تیری بارگاہ میں احمد رضا کو تحفہ کے طور پر لا یا ہوں۔

کیا سمجھا آپ نے؟ یہی نا کہ امام احمد رضا کو بغیر محنت و مشقت اور آزمائش و امتحان کے حضرت رسول ﷺ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل قادری دولہا، شہزادہ رسول حضرت خاتم الاكابر کے ہاتھوں رب تبارک و تعالیٰ نے کافی انعام و اکرام سے نوازا۔ وہ فیوض و برکات عطا ہوئے کہ قطب عالم اور مجدد اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور آج تمام سنیوں کے دلوں کی دھڑکن اور امام اہل سنت ہیں۔ حتیٰ کہ ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کا خطاب اسی خانوادے سے ملا، جو خاندانِ برکات مارہرہ مطہرہ کا عظیم تمغہ ہے۔ اسی خطاب سے حضرت خاتم الاكابر نے سر کار نور، نور العارفین حضرت سیدنا ابو الحسین نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کو نوازا تھا۔ مگر حضرت سر کار نور جاتے

جاتے یہ خطاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو دے گئے۔ پھر تو امام احمد رضا، برکاتی مفتی، قادری دوہما، اور چشم و چراغِ خاندانِ برکات کی حیثیت سے جانے پہچانے گئے۔ اور پوری دنیا میں قادری برکاتی اور رسولی فیوض و برکات کو پھیلا دیا، کیوں کہ ان کا وظیفہ تھا۔

اللہی: قادری کر، قادری رکھ، قادر یوں میں اٹھا

قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

اللہی: دین و دنیا کی ہمیں برکات دے برکات سے

عشقِ حق دے عشقِ عشقِ انتما کے واسطے

اللہی: دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر

حضرتِ آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

اچھا کھانے والے، اچھا پینے والے بادشاہ آپ ہیں

ایرویں شعر کے اجائے میں

ہاں بات چل رہی تھی کہ گل رخوں یعنی خوبصورت محبوبوں اور معشوقوں کے لیے مشقت نہیں، سوز نہیں بلکہ سامانِ راحت اور آسائش ہے، اور چمن کی رونق ہمارے حضور پر نور غوثِ اعظم محبوب سمجھانی ہیں۔ اس لیے آپ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں، ان کے لیے آسائش وزیبائش ہے۔ آغاز میں رضاۓ الہی کے لیے تو ایک سال تک کچھ نہیں کھایا، ایک سال تک پانی نہ پیا، اور ایک سال تک نہ

کچھ کھایا نہ کچھ پیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قسمیں دے دے کر کھلایا پلایا، تب کھانے پینے لگے۔ حکم الہی کے مطابق کھانا لذیذ و نیس تناول فرمانے لگے، اچھی سے اچھی زندگی گزارتے، بیش قیمت شاہانہ لباس پہنتے، کیوں کہ فضلِ مولیٰ سے آپ اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان تھے، اور بادشاہ و سلطان کو لذیذ کھانا، عمدہ لباس اور اچھار، ہن سہن اختیار کرنا ہی چاہئے۔ اب اگر کسی دشمن کی نگاہ میں آپ کی یہ خوبی کھٹکی تو کھٹکتی رہے، اس سے حضرت کی شخصیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ دشمنوں کی آنکھ انڈھی ہونے کا سبب تو ظاہر ہے کہ آپ بادشاہ و شہنشاہ ہیں۔ اور جو شہنشاہ کو آنکھ دکھائے اسے اندھا ہونا ہی ہے۔

ترجمہ شعر نمبر اے۔ اچھا کھانے، اچھا پہننے، اچھی زندگی گزارنے والے، دشمن کی آنکھ انڈھی ہونے کا سبب! اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان آپ ہیں۔ (اقلیم کا معنی ہے ملک و سلطنت۔ مطلب یہ ہے کہ یاغوث اعظم! آپ جسم و روح دونوں کے بادشاہ ہیں۔ (عبد قادری۔)

شرح: عبد حسین نوری کہتا ہے کہ اچھے کھانے کی مثال میں وہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے، جو ایک بوڑھی سے متعلق ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کو آپ کی تربیت میں رکھ دیا تھا۔ کچھ دن کے بعد اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے گئی تو دیکھا کہ بیٹا نہایت کمزور نا تواں ہو گیا ہے اور سوکھی روٹی کھار ہا ہے، پھر جب بارگاہِ یغوث اعظم میں پہنچی تو دیکھا کہ آپ روٹی اور مرغ تناول فرماتے ہیں۔ عرض کیا حضور یہ کیا بات ہے کہ میرا بیٹا سوکھی روٹی کھار ہا ہے اور آپ مرغ تناول فرماتے ہیں؟ آپ جلال

میں آئے اور سامنے پڑی ہڈی سے کہا قُمْ بِاْ دُنِ اللَّهِ (اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا)۔ اتنا کہنا تھا کہ فوراً ہڈی پر گوشٹ پوسٹ چڑھا اور زندہ ہو کر مرغ دوڑنے لگا۔ آپ بوڑھی ماں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس دن تیرا بیٹا اس کمال کو پہنچ جائے گا کہ مردہ کو زندہ کرنے لگے تو اس دن سے وہ بھی مرغ کھانے لگے گا۔

آپ لباس فاخرہ زیب تن فرماتے، اس کے لیے درج ذیل واقعہ تاریخ میں ملتا ہے۔ اسے آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نوک قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ مذکورہ مدعی کی شرح میں لکھتے ہیں:

۳۹ قلت: خوش خور و خوش پوش، اخْ۔ اقول: حضرت قادریت جاہ۔ جَعَلَنَا اللَّهُ فِدَاءُهُ (خدا ہمیں ان کا فدائی بنائے) کھانا لذیذ نفس تناول فرماتے اور بیش قیمت شاہانہ لباس پہنتے۔ ایک دن حضور کے خادم، شیخ ابوالفضل احمد بن ہاشم قریشی براز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گئے اور ایسا کپڑا طلب کیا جس کی قیمت فی ذراع ایک دینار ہو (ایک اشرفی میں ایک ہاتھ ملے) ابوالفضل نے پوچھا یہ کپڑا کس کے لیے لینا چاہتے ہو؟ خادم نے کہا: شیخ محی الدین عبدال قادر کے لیے۔ ابوالفضل نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ نے بادشاہ کے لیے بھی جامہ نہ چھوڑا، ادھران کے دل میں یہ خیال گزرا اور ادھر ایک کیل غیب سے آئی اور ان کے پاؤں میں چھگئی، لوگوں نے نکلنے کی بڑی کوشش کی مگر نہ نکال سکے۔ ابوالفضل نے کہا: مجھے شیخ کی خدمت میں پہنچاؤ، لوگ انہیں لے کر آئے، حضرت نے فرمایا: اے ابوالفضل!

دل میں ہم پر اعتراض کیوں کیا؟ قسم ہے عزتِ الٰہی کی، میں خود سے نہیں پہنچتا جب تک نہیں فرمایا جاتا کہ ”بِحَقِّیْ عَلَیْکَ اِلْبُسْ قَمِیْصًا ذِرَاعَهُ بِدِیْنَارٍ“، تمھیں قسم ہے! میرے اس حق کی جو تم پر ہے، گرتا وہ پہنوجس کا ایک ہاتھ ایک اشرفتی کا ہو۔ پھر فرمایا: ابوالفضل! یہ کفن ہے، اور کفن عمدہ ہونا چاہیے۔ اور کما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کے بعد دستِ حق پرست ان کے پاؤں پر گزارا۔ اب نہ کیل ہے، نہ اس کا درد۔ شیخ ابوالفضل کہتے ہیں: خدا کی قسم مجھے پتہ نہیں کیل کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی، جب میں اٹھا تو حضرت نے فرمایا: ہم پر جو اعتراض کیا تھا وہی کیل کی صورت میں اس پر نمودار ہو گیا۔ والعیاذ بالله تعالیٰ منہ۔ (تحفہ قادریہ وغیرہا)

حضور غوث اعظم عظیم شان والے نوشہ ہیں اور ہم ان کے باراتی

۲۷ رویں شعر کی روشنی میں

یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضور غوث اعظم ہمارے نوشہ و دو لہا ہیں، لاکٹ تعظیم وقابل احترام کے معنی میں اور ہم ان کے باراتی اور مقیم ہیں۔ وہ عظیم شان والے نوشہ ہیں، ہم ان پر فدا و قربان ہیں۔ لہذا وہ اپنے دوست و احباب اور ہم جیسے خدام کے مطالب و مرادیں پوری کریں بلکہ کرتے ہی رہتے ہیں، مدعا یہ ہے کہ آئندہ بھی کریں اور خوب کریں۔ کامل توجہ فرمائیں۔ اور جب ہمارے آقا حضور غوث اعظم سلطان و بادشاہ ہیں، ٹھاٹ ہاٹ اور شان و شوکت والے دو لہا ہیں، اچھا کھانے پینے، عمدہ لباس پہننے اور اچھی زندگی گزارنے والے شہنشاہ ہیں تو

ان کے حرم سر امیں رہنے والی مسرت و خوشی کی نئی عروس و دلہن کو یہ پیغام ہے کہ تو ہمیشہ خوش رہ اور ہمیشہ خوشی کی زندگی گزار، تیری خوش بختی ہے کہ تو غوث اعظم کے حرم سر امیں ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا اکسیر اعظم کے اشعار میں یوں عرض کنائیں ہیں،
ترجمہ شعر نمبر ۲۷۔ (یاغوث اعظم) دوستوں کے مطلب کی مرادیں آپ پوری کریں میں آپ پر فدا و قربان، حاصل کی نظر اندھی ہو، آپ شان والے نوشہ ہیں، (دولہا ہیں) ترجمہ شعر نمبر ۳۷۔ اے نئی عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ اس سلطان (غوث اعظم) کی حرم سر امیں ہے۔ (حزم سر بمعنی زنان خانہ، بیکموں اور حرموں کے رہنے کا مکان۔ عابدنوری)

یہ سب آپ نے حکم الٰہی سے کیا

۲۷ رویں شعر کے اجائے میں

اوپر گزر کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خور، خوش پوش یعنی اچھا کھانے اور اچھا پہننے والے تھے اور خوش زیست یعنی اچھی زندگی والے بھی تھے، وہ شاہانہ زندگی گزارنے والے تھے، قلیمِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان تھے اور آج بھی ہیں۔ وہ نوشہ ہیں اور سارا گزار ہستی باراتی۔ وہ ہمارے لیے سامانِ راحت، ہماری مرادیں پوری کرنے والے اور مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ اچھا بس زیب تن فرمانا، لذیذ و نفسیں کھانا، شاہانہ زندگی گزارنا وغیرہ وغیرہ کیا حضور قطب رب انبی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

خود سے اختیار کیا؟ اپنی طبیعت سے کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ، انہوں نے خود سے نہ کیا، اپنی طبیعت سے ہرگز نہ کیا، بلکہ انہوں نے اپنے پاک پروردگار جل مجدہ کے فرمان سے ایسا کیا، جیسا اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہوا ویسا کیا، یہ تو محظوظ ہیں، محظبوں کے محظوظ ہیں، یہ اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے حکم و فرمان کے تابع ہیں، حکمِ الٰہی سے ایک سرِ موبھی پھرنے والے نہیں، حکم ہوا اچھا کھانا کھاؤ تو اچھا کھایا، اچھا پہن تو اچھا لباس پہنا، اچھی زندگی گزارو تو اچھی زندگی گزاری جیسا کہ حضرت شیخ ابوالفضل بزاڈ کی روایت سے معلوم ہوا۔

اس کی تائید میں کیا خوب کہا عاشق غوث الوری امام احمد رضانے، وہ کہتے ہیں:
ترجمہ شعر نمبر ۲۷۔ خدا کی قسم! یہ سب آپ نے خود سے نہ کیا بلکہ ایسا ہی فرمان صادر ہوا، اور آپ اس فرمان کے تابع ہیں۔ ۲۰

شرح: اور اس کی شرح کرتے ہوئے ”مجیر معظم“ میں لکھتے ہیں:
قول نمبر ۲۰۔ اقول: یہ مضمون اسی روایت ابوالفضل سے عیاں ہے۔ اور ہجۃ الاسرار میں حضرت کا ایک خطبہ جلیلہ روایت کیا ہے، اس کے آخر میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں فرماتے ہیں: ”مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبد القادر! کلام کرو کہ ہم تم سے سنیں گے، اے عبد القادر تمھیں قسم ہے میرے اس حق کی جو تم پر ہے کھاؤ، اور میرے حق کی قسم کی قسم کلام کرو، میں نے تم کو رد سے بے خوف کیا۔“ اللہ اللہ! کیا شانِ محبوی ہے۔ شعر

قدرے بخند واڑ خ قمر نماے مارا سخن بگواز لب شکرے نماے مارا

ذر اخندہ زن ہو جاؤ اور رخ سے ہمیں ایک چاند کھاؤ کچھ بولو اور لب سے ہمیں شکر دکھاؤ)۔

اللہ تعالیٰ ان کے محبوبین کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائے۔ آمین۔

آپ مجی الدین بھی ہیں اور دین وايمان بھی

۵۷ رویں شعر کے اجائے میں

سارے ولیوں کے سردار حضرت پیر ان پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب مجی الدین ہے۔ یعنی دین کو زندہ کرنے والے۔ جب آپ راستہ سے گزرتے تو غیب سے ندا آتی، اے مجی الدین (اے دین کو زندگی بخشنے والے) اور یہ حقیقت ہے کہ جب آپ بغداد شریف میں جلوہ بار ہوئے اس وقت لوگوں کا حال عجیب تھا، دین متنین پر عمل کرنے والے خاص خاص لوگ تھے۔ سنتوں پر عمل کرنے والے بہت کم تھے، شیعوں اور فلسفیوں کا غلغله تھا، آپ نے سنتوں کو زندہ کیا، دین کا احیا فرمایا، شیعوں کے خرافات کو توڑا، دین اسلام کو نئی زندگی ملی اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا، روضہ اور دیگر بے دینوں کا منہ کالا ہوا، اس لیے آپ مجی الدین ہیں، مجی الدین میں اضافت ہے، یعنی مجی کی نسبت دین کی طرف کی گئی ہے۔ جس کا معنی ہے دین کو زندہ کرنے والا۔ مگر ایک عاشقِ غوث آپ کو صرف دین کو زندہ کرنے والا نہیں جانتا بلکہ علی سبیلِ العشق سراپا دین وايمان سمجھتا ہے، وہ گویا ترک اضافت کا قائل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یا غوثِ اعظم آپ نے دین پر اس قدر سختی سے عمل کیا اور اس طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کر کے اسے زندگی بخشی کہ میں یہ

کیوں کر کہوں کہ آپ دین اسلام کو زندگی بخشنے والے ہیں بلکہ آپ ہمارے دین ہیں، ہمارے ایمان ہیں، آپ کے ذریعہ ہمیں دین ملا، ایمان ملا، آپ کے وسیلے سے ہمیں توفیق عمل ملی اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی ملی۔

کوئی آدمی بہت حسین و جمیل ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ارے یہ حسین ہی نہیں، سراپا حسن ہے۔ کوئی زیادہ عدل و انصاف کرنے والا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ یہ عادل نہیں، سراپا عدل ہے۔ غالباً اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت رضا بریلوی قدس سرہ نے اکسیر اعظم کے شعر میں یوں کہا:

ترجمہ شعر نمبر ۷۵۔ میں ترکِ اضافت کا قائل ہوں، آپ مجھ سے لفظِ محی الدین کی خواہش نہ رکھیں، اس لیے کہ رضا کے مذہب میں آپ ہی دین ہیں اور آپ ہی ایمان ہیں، ۱۴۵

اور اس کے ذیل میں یہ شرح پیش کرتے ہیں:

”قلت: ترکِ نسبت۔ اخْ اقوُل : ”محی الدین“ ترکیب اضافی ہے اور اضافت غیریت کا پتہ دیتی ہے، دین اور ہوگا، دین کا زندہ کرنے والا اور جو محبوب کو دین جانے محی الدین کیسے کہے گا، دین کہے گا۔“

گداۓ قادری محمد عبدالحسین نوری کہتا ہے کہ رضا بریلوی قدس سرہ کا مذکورہ قول درج ذیل اشعار کے انداز پر ہے، جو شہزادہ گلگوں قباسیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہے گئے ہیں اور جن کو خواجه غریب نواز حضرت معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شہا است حسین، بادشاہ است حسین - دین است حسین، دین پناہ است حسین
 سردار نہ داد دست در دستِ یزید - حقاً کہ بناء لا الہ است حسین
 (ترجمہ: حضرت امام حسین شاہ ہیں، بادشاہ ہیں، دین ہیں، دین پناہ ہیں۔ انہوں
 نے اپنا سر تودے دیا، مگر یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام
 حسین کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی بنیاد ہیں۔

سرکار بغدادی کی تعریف کے محتاج نہیں

۶۔ رویں شعر کی روشنی میں

بار کی و لطافت اولیائے کرام کی شان و صفت ہے۔ ان کی روحوں کے
 ساتھ ان کے جسم بھی لطیف ہو جاتے ہیں، اسی لیے جب چاہتے اور جہاں چاہتے
 لمحوں میں پہنچ جاتے اور تصرفات فرماتے ہیں۔ دقیق سے دقیق علوم کے بھی یہ
 امین ہوتے ہیں، ظاہر و باطن کو جانتے ہیں، ان اولیا میں سے بہترے کو شہرت بھی
 ملتی ہے، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے اولیا کی بار کی و لطافت کا بیان، ان کی
 ولایت و بزرگی اور دیگر صفات کا اثبات کسی عاشق، مدح خواں اور مصنف و
 مؤلف کی مدح و ستائش کا محتاج ہو، ان کی شہرت بھی کسی کے بیان کی محتاج ہو اور وہ
 یہ کہے جانے کے بھی محتاج ہوں کہ ان کے اندر اولیا کی صفات و کمالات ہیں اور
 بلاشبہ وہی ہیں۔ لیکن شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم جیلانی قدس سرہ السامی کو اللہ
 تبارک و تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ایسا نوازا ہے کہ آپ علم و عمل، زہد
 و تقویٰ اور ولایت و بزرگی میں سارے اولیا کے سردار اور فردا الفراد ہیں، بار کی و

لطفت میں یگانہ روزگار ہیں، شہرت اور اولیا کی صفات میں کسی کی تعریف کے آپ محتاج نہیں، علامہ ابوالحسن شطنو فی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، ابوالمعالی، تھجی تادنی، ملا جامی، امام احمد رضا قادری، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں جیسے عاشقین، مصنفین، منقبت خوانوں اور اپنے گدا عابد حسین قادری نوری کی تعریف و ثنا سے بے نیاز ہیں۔

عرض حاجت کی تمہید

بے نواؤں کے لیے آپ کے ذکر کو حیات کا سامان کر دیا ہے

شعر نمبر ۷۷ کے آئینے میں

ابھی تک اکسیر اعظم کے اشعار کے ناظم امام احمد رضا محدث بریلوی بزم ولایت کے نوشہ حضرت غوث الوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت دلکش انداز میں وصف بیانی اور شاخوانی کر رہے تھے، شاونقابت کے بعد اب عرضِ حاجات کی منزل ہے، کیونکہ رضا بریلوی آپ کو عطاۓ الہی سے قاضی حاجات اور مشکل کشا جانتے اور مانتے ہیں۔ فریادیوں کا فریادرس اور بے کسوں کا کس گمان کرتے ہیں، درد کا درماں اور چارہ ساز دردمنداں ہونے کا یقین رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ آپ کی عطا و بخشش فراواں اور بے پایاں جوش زن ہے، وہ بادشاہ نہایت کریم ہیں، کریم بن کریم ہیں، ہم بے نواؤں کے لیے سرمایہ بخشش ہیں، رحمت (رحمتِ الہی) کی آیت و نشانی اور حُمَن کا آئینہ ہیں، وہ دنیا و آخرت میں ہمارے لیے بہترین وسیلہ اور شفیع و سفارشی ہیں، اس لیے وہ ان کی بارگاہ اقدس میں عرض

حاجت کرتے ہیں۔

ہاں دیکھئے کہ آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں رضا بریلوی کا استغاثہ کس نرالے انداز کا ہے۔ وہ کس طرح اپنے آقا کی بارگاہ میں الحاج وزاری کرتے ہیں۔ پھر اپنے دینِ اسلام کے تحفظ و بقا کے لیے اور تمام مسلمانوں اور اپنی ذات کے حق میں کس دل سوزی کے ساتھ فریاد کرتے ہیں۔ ہاں یہ گوشہ بھی قابل لحاظ ہے کہ عرضِ حاجات سے پہلے تمہید قائم کر کے مدح و شنا کرنا پھر طلبِ حاجت کرنا استغاثہ کا نرالا انداز ہے اور قبولیت میں نہایت موثر۔ جیسے بھکاری پہلے امیر و سخنی کی تعریف کا پل باندھتا ہے، پھر اپنے مطلب کا سوال اس کے سامنے رکھتا ہے۔

سورہ فاتحہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ سے مانگنے کا یہی دلکش طریقہ اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ الہزار رضا بریلوی نے اس طریقہ کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح و شنا کر کے اور ان کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ کا دلربا طریقہ بتا کر بنے نواوں کو آپ نے ان کے ذکر حیات کا سامان دیا ہے۔ اب بے نواوں کے کس عشقِ رضا بریلوی کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کا ذکر اس طریقے پر کر کے اپنا استغاثہ ان کی بارگاہ اقدس میں رکھتے رہیں گے اور مانگی مراد پاتے رہیں گے۔

چنانچہ رضا بریلوی کہتے ہیں:

۷۷۔ بے نواوں کے لیے میں نے آپ کے ذکرِ حیات کا سامان کر دیا ہے،
نا تو ان فریادی کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار آپ ہیں۔

شرح: رضا بریلوی قدس سرہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا ذکر، ان کی مدح و ثناء و منقبت خوانی کرنا، ان کی زندگی کے واقعات اور کرامات کو بیان کرنا بے نوادری یعنی بے سروسامانوں اور فقیروں کے لیے کامیابی اور مراد برآری کا سامان ہے، ان کے ذکر سے قلب کو چین واطمینان حاصل ہو گا اور بے نوائی دور ہو گی۔ لہذا اکسیر اعظم میں بے نوادری کی بے کسی دور کرنے اور دعا و استغاثہ قبول ہونے کے لیے آپ کے ذکر حیات اور مدح و ثناء کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ لہذا بے نوادری کے حضرات ان کی حیات طیبہ اور ان کی خوبیوں کو اسباب بنا کر معطی حقیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہو گی، کیونکہ آپ سب بے نوادری کے لیے بہترین وسیلہ اور ناتوان فریادیوں کی فریاد پر کان رکھنے والے اور سننے والے ہیں۔ اور جب وہ آقا ہماری فریاد پر کان رکھنے والی پکار ہیں تو دعا و استغاثہ ضرور قبول ہو کر رہے گا۔ لہذا امام احمد رضا قدس سرہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کو وسیلہ بنا کر رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دنیا و آخرت کے حوالے سے بہترین دعا کر گئے اور ہم بے نوادری کو بھی اس کا درس دے گئے۔

چنانچہ مندرجہ مدعایہ کے ذیل میں آپ رقم طراز ہیں:

”اقول: جب قدرتِ الٰہی کی عظمت اور رحمت نامتناہی کا کمال کسی انداز میں جلوہ فرماتا ہے تو دیکھنے سننے والے کو اسی انداز کی مناسب حاجتیں یاد آتی ہیں اور بے قصد و اختیار باطن میں دعا جوش زن ہوتی ہے۔ اور بمشیت خداوندی

اجابت وقبول سے قریب تر ثابت ہوتی ہے۔ **هُنَالِكَ دَعَازَ كَرِيَّا رَبَّهُ** -

(وہاں ذکر یا نے اپنے رب سے دعا کی۔ آل عمران، سورہ نمبر ۳۔ آیت نمبر ۳۸)۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب مشاہدہ کیا کہ مریم کو میوے بے
فصل (بغیر موسم کے) عطا ہو رہے ہیں، تو انہوں نے بھی غیر معہود وقت
میں فرزند ملنے کی دعا کی اور اجابت وقبول سے ہم کنار ہوئی۔

اَسْأَلُكُمْ جَوَادًا، اَخْرَاهُرَكُمْ دُورَتَ سَخَافَ وَشَفَافَ هُوَ اَمِينٌ، -
کا سائل ہوں جواوًا، آخر اہر کم دورت سے خالی اور صاف و شفاف ہو۔ آمین،

گداۓ قادری عابد حسین نوری بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے
مستجاب الدعوات کی اتباع کرتے ہوئے موقع کو غیمت جانتا اور دعا کرتا ہے کہ
” اے اللہ! تیرے بر گزیدہ بندے اور ہمارے فریادرس محبوب سبحانی سیدنا شیخ
عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مقدسہ کے طفیل ہمیں، ہمارے اہل و
عیال اور تمام سنیوں کو ایسی کامیاب و خوشحال زندگی عطا فرمائو جواوًا و آخر اہر
کم دورت سے خالی اور صاف و شفاف ہو، سلامتی ایمان رہے اور مسلک اہل سنت
، مسلک اعلیٰ حضرت پرموت نصیب ہو۔ **آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ بِجَاهِ رَسُولِنَا**
الْأَعْظَمِ وَغَوْثَنَا الْأَعْظَمِ وَالْمُجَدِّدِ الْأَعْظَمِ وَالْمُفْتَى الْأَعْظَمِ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ بَلْ عَلَى جَمِيعِ إِلَهِ الْكِرَامِ وَأَصْحَابِهِ الْعِظَامِ
وَمَشَائِخِنَا الْفِخَامِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.“

آپ کریم بن کریم کے کریم فرزند ہیں

۸۷ رویں شعر کے اجائے میں

فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے حضور پر نور نبی اکرم ﷺ نہایت کریم و سخنی ہیں، بلکہ اجوہُ الناس اور اکرمُ الخالق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے طفیل سر خیل اولیا، مولیٰ علی مشکل کشارِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کریم و سخنی اور مہربان بنایا۔ ان کے شہزادہ حضرت امام حسن مجتبی اور شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کر بلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی کریم و سخنی ہیں۔ پھر ان کے شہزادے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرم و سخاوت کے تاجدار ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ایسے فرزند رسول ہیں جو کریم بن کریم بن کریم ہیں۔ اور یہ فخر و ناز اور عظمت شان کی بات ہے۔

آنے والے شعر میں رضا بریلوی قدس سرہ کہتے ہیں کہ اے سخنی بن سخنی (امام حسن) کے سخنی فرزند و شہزادے! تدبیر کچھے۔ بلکہ فرزندِ کریم بن کریم کی عطا و بخشش تو میرے حق میں تدبیر کر معلوم ہے کہ میرا اظرف بہت چھوٹا ہے، مجھے لینے کا سلیقہ بھی نہیں اور تو بے حد فراواں اور جوش زن عطا ہے۔ اس لیے کہ تو بہت زبردست کریم بن کریم کے فرزندِ ارجمند غوث اعظم کی عطا ہے اور میرا اظرف چھوٹا ہے کہ میرے پاس لینے کو صرف یہی دو ہاتھ اور ایک تنگ و چھوٹا دامن ہے۔ ان ہاتھوں کے علاوہ کس سے لوں اور کس میں رکھوں، بڑے دیالو سے لینے کے لیے صرف دو ہاتھ نہیں بے شمار ہاتھ چاہئے، اور اس کی بے پایاں عطا و بخشش کو رکھنے کے لیے صرف ایک دامن نہیں بے شمار چیزیں اظرف کی صورت میں چاہئیں۔

مگر کیا کروں صرف یہی دو ہاتھ ہیں اور کوتاہ دامن مگر اے عطاے غوثِ اعظم تو تو
بہت بے پایاں و بے انہا ہے۔ جس وقت تو جوش میں آجائے اور جود و کرم کے
فیضان کی بارش بر سانے لگے تو پھاڑ کے برابر میرا دامن ہو، ہزاروں ہاتھوں تو وہ
سب بھی نا کافی ہو جائیں گے۔ بلکہ اے غوثِ اعظم کی عطاے عظیم! تو نہایت
وسع ہے، تیری وسعت کے مدنظر نہ پھاڑ دامن دے سکے گا اور نہ بازاروں سے
ہاتھ خریدے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ امام احمد رضا اپنے اشعار میں حضور غوثِ اعظم کے جود و عطا کو آواز
دیتے ہوئے یوں عرض کنائیں ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۔ میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ کوتاہ دامن، کس
سے لوں؟ کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے (بے انہا ہے)

ترجمہ شعر ۸۰۔ اے عطاے بے پایاں! جس وقت تو پر جوش ہو کر فیضان پر آ
جائے تو نہ پھاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جاسکے گا۔

۸۔ ویں نمبر کا شعر یہ ہے۔

چارہ کن اے عطاے بن کریم ابن الکریم
ظرف من معلوم و بے حد و افرو جوشان توئی

حضور غوث اعظم سے استمداد و استغاثہ پر مشتمل مطلع حضور پر نور سرمایہ بخشش، رحمتِ الٰہی اور رحمٰن کے آئینے ہیں

۱۸۱ رویں شعر کی روشنی میں

امام احمد رضا حضور غوث اعظم سے استمداد یعنی مدد چاہتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور آپ ہماری مغفرت و بخشش کے سرمایہ و پونجی، رحمتِ الٰہی کی نشانی، اور رحمٰن یعنی نہایت رحم فرمانے والے، اللہ کے آئینے ہیں۔ لہذا آپ میری مدد کبھی نہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۱۸۔ ہم بروں سے رخ نہ پھیریئے، کیونکہ ہمارا مایہ غفران ۳۲ یعنی (سرمایہ بخشش) آپ ہیں۔ آپ رحمت کی نشانی ہیں، آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں ۳۳۔
شرح:- حضور غوث اعظم سرمایہ بخشش ہیں، اس لیے کہ آپ کے وسیلے سے آپ کے مریدین و محبین کی باری تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے۔ حضور آیت رحمتِ الٰہی ہیں، اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر راحم و مہربان ہیں، آپ کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا پر نازل ہوتی ہیں۔

آپ رحمٰن کا آئینہ ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے ظل، مظہر اتم اور آئینہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ رَّأَنَىٰ فَقَدْ رَأَىٰ الْحَقَّ“ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے ظل، مظہر اتم، تحلیٰ کامل اور آئینہ

ہیں۔ اور مسلم حقیقت ہے کہ ظل کا ظل ظل ہوتا اور آئینے کا آئینہ آئینہ ہوتا ہے۔ لہذا آپ اللہ تعالیٰ کے ظل اور آئینہ ہیں۔

رضا بریلوی ندوہ شعر کی تشریح کرتے ہوئے آپ کے سرمایہ غفران و بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہونے کو درج ذیل عبارت سے مدلل کرتے ہیں:

۳۳ قلت: ما یٰ غفران توَیٰ۔ اقول : ”بِهِ الْأَسْرَارِ مِنْ سَيِّدِي عَبْدِ الرَّزَاقِ أُوْرَشَیْخُ
ابو الحسن علیٰ قریشی سے روایت ہے کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مجھے ایک رجسٹر تاحدہ نگاہ پھیلا ہوا عطا فرمایا ہے۔ اس میں قیامت تک ہونے والے میرے اصحاب اور مریدوں کے نام درج ہیں، اور مجھ سے فرمایا ہے: ”وَهَبْتُهُمْ لَكَ“ ان سب کو میں نے تمہیں بخش دیا۔ مالک داروغہ جہنم سے میں نے پوچھا، کیا تمہارے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ کہا نہیں۔ میرے رب کی عزت و جلال کی قسم! میرے مرید پر میرا ہاتھ اسی طرح سایہ فلکن ہے جیسے آسمان زمین پر۔ اگر میرا مرید جید نہیں میں خود جید ہوں۔ قسم ہے رب کی عزت و جلال کی! پروردگار کے حضور سے اس وقت تک اپنا قدم ہرگز نہ ہٹاؤں گا جب تک مجھے تم لوگوں کے ساتھ جنت روانہ نہ کر دے۔

سب حن الله! رب کی رحمت کس قدر وسیع ہے، خدا کا احسان کس قدر عظیم ہے! سنو سنو! اے سگان کوے قادری! شکستہ دل ہو کر بیٹھے کیوں ہو؟ اٹھتے کیوں نہیں، اور اپنی جان محبوب کے قدموں پر شمار کیوں نہیں کرتے؟ سنتے نہیں کہ کیا کیا ہو رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ عبد القادر توبہ کا دروازہ، قبول کی بارگاہ، حق کی

نعت اور رسول ﷺ کی رحمت ہیں۔

آخر میں اس بلند مضمون سے متعلق کچھ روایات قول ۵۲ کی شرح میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔“

وقت کے ولیٰ کامل، قطب عالم، مجددِ عظیم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العلی نے مذکورہ مضمون میں فرمایا:

”اے سگانِ کوے قادری! بیٹھے اور دل شکستہ کیوں ہو؟ اٹھتے کیوں نہیں، اور اپنی جان محبوب کے قدموں پر نثار کیوں نہیں کرتے؟ سنتے نہیں کہ کیا کیا ہو رہا ہے؟“

اس پیغامِ رضا پر لبیک کہتے ہوئے گدائے کوے قادری، اسیرِ مفتیِ عظیم کہتا ہے، اے میری دنیا و آخرت کے وسیلہ، شہنشاہِ بغداد! یقیناً آپ نعمتُ اللہ اور رحمتُ الرسول ہیں، میں اپنے پیر و مربی سرکار، مفتیِ عظیم مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کے توسط سے آپ پر نثار ہو چکا اور آپ کے قدموں میں اپنی جان میں نے ڈال دی ہے، اب دنیا و آخرت میں میری، میرے آباء و اجداد، خویش واقارب، اہل و عیال اور تمام سنی بھائیوں کی آبرور کھانا آپ کا کام ہے، اپنے گروہوں میں پورے طور پر شامل فرمائی پا قادری بنا کر قیامت کے دن اپنے جھنڈے تلنگانہ آپ کی ذمہ داری ہے، ازاب وجہ یعنی باپ دادا سے میں آپ کا غلام ہوں حتیٰ کہ میری بیوی، بچے، بچی اور سب کے سب آپ کی باندی اور غلام ہیں، انوار النساء قادری، محمد اولیس رضا قادری، محمد جنید رضا غوثی، محمد احمد رضا قادری، عائشہ فاطمی

نوری، محمد علی رضا برکاتی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔

رضا بریلوی قدس سرہ العلی کے شعر نمبر ۸۱ کے مندرجہ بالا ترجمے میں گزر اکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئینہ رحمٰن ہیں یعنی رحمٰن کا آئینہ ہیں، اس کی شرح کرتے ہوئے اس کے تحت وہ یوں خامہ فرسا ہیں:

۲۲) قلت: آئینہ رحمٰن توئی۔ اقول: ہر چیز کا آئینہ وہ ہوتا ہے جس کی جانب توجہ شی تک رسائی کی باعث ہو۔ اسی وجہ سے عنوانات کو ملاحظہ معنوں کا آئینہ کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے: أَوْلِيَاءُ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رُأُوا ذُكِرَ اللَّهُ " خدا کے اولیا وہ حضرات ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اسے ترمذی میں سیدی محمد بن علی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۱)

حاشیہ: (۱) یہ حدیث ثابت ہے، اس کے معنی نبی کریم ﷺ سے درجہ صحت و شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ (۲) اسے امام احمد نے اپنی مسند میں بسنده صحیح عبد الرحمن بن عنم سے روایت کیا۔ (۳) طبرانی نے مجمع کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت سے۔ (۴) یہیقی نے شعب الایمان میں بسنده حسن حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق سے۔ (۵) حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور انس بن مالک سے۔ (۶) اور حکیم ترمذی و عبد بن حمید نے بسنده صحیح ایک دوسرے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعیں۔ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسنده حسن، طبرانی و یہیقی کی روایت ہے: "إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِذِكْرِ اللَّهِ، إِذَا رُأُوا ذُكِرَ اللَّهُ" ، کچھ لوگ یادا ہی کی کلید ہیں، جب ان کا دیدار ہو تو خدا کی یاد آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ منه (حاشیہ مجبر معظم)

کہا گیا ”النَّظُرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةً“، علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ اسے طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا۔ اس قول میں بھی وہی رمز ہے جو اور پر بیان ہوا۔ یہ قول اگرچہ حدیث نہ ہو۔ اس لیے کہ ذہبی نے اسے موضوع کہا۔ مگر اس کے معنی کے حق اور درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور حدیث صحیح بھی گزر چکی: ”مَنْ رَا نَبِيًّا فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) اور آئینے کا آئینہ آئینہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر کے در پر ہم کیوں جائیں؟ ہر محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں

شعر نمبر ۸۲ کے آئینے میں

حضور غوث اعظم اور دیگر مشائخ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مریدوں اور غلاموں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کے فیض و برکات اپنے اپنے پیروآقا کے در پر پہنچ کر مانگیں۔ یا نہیں پہنچ پائیں تو جہاں ہوں، وہیں سے ان سے مانگیں، کسی دوسرے سلسلے کے در پر جا کرنہ مانگیں۔ اگرچہ محبت سارے محبوبانِ خدا سے رکھنی ضروری ہے۔ دوسرے سلسلہ کے مشائخ سے مانگنے یا ان کے در پر جا کر ان سے سوال کرنے میں شرم و غیرت محسوس کریں۔ یعنی اپنے شیخ و مرشد کی عظمت و جلال ان کے دلوں میں اس قدر راست ہو جائے کہ دوسرے کی طرف ہرگز نہ جھانگیں، اس کی قدر تے تفصیل مستند حوالوں سے راقم السطور نے ”شایے حضرت خواجه بربان امام احمد رضا“ میں کردی ہے۔ یہ غیرت و شرم کا آنا اسی

پیر و آقا کی عظمت و جلال کا لازم ہے۔ اور اگر کوئی مرید کسی دوسرے سلسلہ کے شیخ کے پاس چلا بھی جائے اور ان سے کچھ فیض پائے تو یہی سوچے کہ یہ نیرے ہی پیر و مرشد کا فیض ہے۔ اور حضور غوث اعظم تو غوث اعظم ہیں، وہ شیخ المشائخ اور سارے اولیاء کے سردار ہیں، اسی لیے پیر ان پیر اور بڑے پیر صاحب کے ناموں سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ غوثیت عظمی کا لازم ہے یہ ہے کہ طالب جہاں جائے گا آپ کی سلطنت و بادشاہت پائے گا۔

انہیں کامل ملے گا، کیونکہ تمام اولیاء مشائخ ان کے ماتحت ہیں، ان کے حکم کے تابع ہیں، ان کے حکم کے بغیر کوئی کسی کو دے نہیں سکتا، حضور غوث اعظم دریا و سمندر ہیں۔ باقی اولیاء کرام ان سے نکلی نہریں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا سے جو فیض نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے ان کے وزیر مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کے توسط سے آتا ہے، پہلے بارگاہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پہنچتا ہے، پھر دوسرے اولیاء، اقطاب و ابدال وغیرہم تک۔ تو اس طرح جو کسی ولی اور شیخ و مرشد کو فیضان ملا یا ملتا ہے یا ملے گا وہ آپ ہی کا فیضان ہے۔ لہذا اگر کوئی غلام و مرید کسی دوسرے ولی کے درپہ جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل و دربار کے بادشاہ بھی آپ ہی ہیں، اور جو فیض ملا وہ آپ کے محل سے ملا، یہ اللہ عز وجل کی رحمت ہے پایا ہے، جو سر کارِ مدینع ﷺ اور سر کارِ نجف اشرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درباروں سے ہوتی ہوئی سر کارِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی پھر مشائخ کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچی۔ اور پہنچ رہی ہے اور ان شاء اللہ الرحمن پہنچتی رہے گی۔

ہاں اس شعر نمبر ۸۲ کے معنی میں یہ احتمال بھی ضرور ہے کہ یا غوث اعظم!

ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے غلام کو غیرت و حیا آتی ہے کہ دوسرے کے درپہ جائیں، دوسرے کے سامنے دستِ سوال دراز کریں، لہذا آپ دوسرے کے درپہ نہ بھیجیں، جو کچھ عطا کرنا ہوا پنے درسے ہی عطا کریں اور ضرور عطا کریں۔

ع - تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

اس تمہید کے بعد اب رضا بریلوی کے شعر کا درج ذیل ترجمہ ملاحظہ کریں:

۸۲۔ آپ کے غلام کو غیرت آتی ہے (۲۵) اگر کسی اور دروازے پر جائے (۲۶)
اور اگر جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں (۲۷)

شرح: یہاں دوامر کا ذکر رضا بریلوی نے کیا ہے۔ اول یہ کہ آپ کے غلام کو غیرت و حیا آتی ہے کہ کسی اور کے دروازے پر جائے، دوم یہ کہ اگر کسی طرح دوسرے کے درپہ چلا بھی گیا تو وہاں یہی دیکھے گا کہ ارے اس محل اور دربار کے بادشاہ تو حضور غوث اعظم ہی ہیں۔ اول کی شرح کرتے ہوئے رضا بریلوی رقم طراز ہیں۔

۲۵۔ قلت: بندہ ات غیرت کرد۔ اخ - اقول: یہ غیرت خود آقا کی عظمت و جلال کا لازمہ ہے۔ وہ کتنا جو خاص سلطانی دروازے کا وظیفہ خوار ہے، اسے اس بات سے شرم ہونی چاہیئے کہ کوئی دوسرا دروازہ تلاش کرے۔ شاہ ابوالمعالی تحفہ قادر یہ میں شیخ ابوالبرکات موصی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چھاؤںی اجل حضرت عدی بن مسافر قدس سرہ الطاہر ہمارے حضرت کے ہم عصروں میں سے

تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”شیخ عبدالقدار کے نیاز مند بے نہایت محبت اور بے غایت عنایت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انہیں کسی کی ضرورت نہیں، یہ کسی اور کی طرف التفات کیوں کریں؟ کوئی سمندر کو چھوڑ کر نہر کی طرف نہیں آتا۔

ع۔ ہر کہ در جنْتِ عَدْنٍ سُتْ لَكْسَتَانٍ چَهْ كَنْد۔

جنت عدن میں رہنے والا لکستان لے کر کیا کرے گا۔“

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جو کہا کہ اگر کسی اور کے دروازے پر جائے تو اس کا مطلب ہے کہ کسی اور کے دروازے پر جانے کا قصد واردہ کرے، (جیسے نماز کے تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ“) اس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو چہروں وغیرہا کو دھوو، مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا قصد واردہ کرو تو چہروں اور ہاتھوں کو دھوو۔ اخ— (یعنی وضو بناؤ) مطلب یہ ہے کہ اپنے آقا حضور غوث اعظم کی چوکھٹ چھوڑ کر غیر کی چوکھٹ پر جانا تو دور کی بات ہے، جانے کا قصد بھی نہ کرے۔ ان کی مجلس سے بالکل دور نہ ہو، کیونکہ خلعتیں (انعام و اکرام کے جوڑے) اسی دربار سے ملتی ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ مذکورہ کلمہ کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

۲۶۔ قلت: گر بر در غیرت رو د۔ اقول: ”یعنی جانے کا قصد کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ”إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ“ کے انداز پر ہے۔ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میری مجلس سے دور نہ ہو، اس لیے کہ اس میں خلعتیں دی جاتی ہیں، اس پر افسوس جس سے یہ دولت فوت ہو۔ شعر

ہر کہ ایں عشرت نخواہد ختنی بروے مباد و آنکہ ایں مجلس نجویں زندگی بروے حرام
ترجمہ: جو اس آساںش کا خواہش مند نہ ہوا سے خوشی نصیب نہ ہو، اور جو اس دربار کا
طلب گارنہ ہواں پر زندگی حرام ہو۔ (تحفہ قادریہ)

دوسرے امر (یعنی یہ کہ اگر آپ کا غلام دوسرے کے دروازے پر جائے
تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ آپ ہی ہیں) کی شرح امام احمد رضا قدس سرہ
نے یوں کی ہے۔

۷۴ قلت: وَرَوَدْ چُونَ بَلْگَرْدَ، اَلْخَ - ”اقول: ”یہ مقامِ غوثیت عظیمی کا لازم ہے،
اس لیے کہ تمام اولیاء ان کے ماتحت ہیں، ان کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کر
سکتے، جو فیض اللہ کے خلیفہ اعظم محمد ابو القاسم علیہ السلام کی بارگاہ سے سرکار کے وزیر
حیدر کر کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے آتا ہے پہلے درگاہِ غوثیت میں پہنچتا ہے پھر
حسب مناسب، اقطاب اور اصحاب خدمات پر تقسیم ہوتا ہے۔ نہر سے پانی لینے والا
در اصل دریا ہی سے پانی لیتا ہے۔ نادان یہ سمجھتا ہے کہ پرانالہ برس رہا ہے۔ شیخ
ابوالبرکات قدس سرہ فرماتے تھے: ”حق تعالیٰ کا شیخ عبدالقادر کے ساتھ عہد ہے
کہ کوئی ولی اس سید الاولیاء (غوث اعظم) کے اذن کے بغیر ظاہر و باطن میں تصرف
نہ کرے گا۔ انہیں بعد انتقال بھی تصرف عام عطا فرمایا ہے جیسے قبل رحلت تھا۔
(تحفہ قادریہ)

آپ ہی درد بھی ہیں اور آپ ہی میرے درد کی دوا بھی

۸۳ رویں شعر کے اجائے میں

عاشق رسول اور عاشق غوث الوری کی شان عظیم ہوتی ہے، وہ خود کو عشق کی بھٹی میں جلاتے ہیں، ان کے جسم کا گوشت بریاں ہو جاتا ہے اور ہڈی سوکھ کر کاٹا ہو جاتی ہے، اس لیے امام احمد رضا، مفتیِ عظم، حافظ ملت اور دیگر اولیاء کرام کے جسم میں گوشت نہیں تھا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے خود کو عشق کی بھٹی میں ایسا جلایا کہ فنا فی الغوث، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے درجے کو عبور کر کے باقی باللہ ہو گئے، بلفاظ دیگر سیرالی الغوث، سیرالی الرسول، سیرالی الرسول، سیرالی اللہ کی منزلیں طے کر کے سیراللہ کے منصب پر فائز ہو گئے۔ امام احمد رضا کا عشق دیکھئے، وہ کہتے ہیں:

الروح فداك فزد حرقا، يك شعله دیگر برزن عشقا

مرا تن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

مطلوب یہ ہے کہ میری جان آپ پر فدا و قربان ہے تو سوزشِ عشق کو اور بڑھا دیجئے، بلکہ عشق کی آگ کا ایک شعلہ اور میرے عشق پر ڈال دیجئے۔ میرے تن، من اور دھن سب کو تو پھونک ہی دیا (جلادیا) اب جان نچ گئی ہے۔ اے میرے پیارے! یہ جان بھی جلا دیجئے۔

امام احمد رضا کا عشق تو دیکھئے، وہ اپنے جسم میں جو درد و تکلیف پاتے ہیں،

وہ بھی عشق رسول اور محبت غوث ہی کا درد سمجھتے ہیں اور اسی میں وہ مزہ پاتے ہیں۔

وہ علاج بھی نہیں کرانا چاہتے، نازِ دوا بھی نہیں اٹھانا چاہتے ہیں۔

امام احمد رضا جیسے عاشقوں کا میہی حال ہے انہیں عشق ہی کا درد تھا، اسی کا سوز والم تھا، اسی لیے وہ کہتے ہیں:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

اس درد کی دوا اس لیے نہیں کراتے، وہ سمجھتے ہیں، بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ میرے محبوب ہی کے ذریعہ یہ درد بھی ہے اور اس کے ہی ذریعہ شفا بھی ہے۔ یعنی درد بھی اسی کا دیا ہوا ہے، اسی کی محبت میں اور اسی کے فراق میں یہ درد ہے۔ اور صحت و شفا بھی اسی سے ملتی ہے۔ اور جب محبوب ہی کی طرف سے الم و درد اور غم بھی اور صحت و شفا بھی تو اس درد و غم کو برقرار ہی رہنا چاہئے، اس کی دوا کا ناز کیوں اٹھایا جائے، اس لیے امام احمد رضا کا یہ جملہ مجھ جیسے خدام کو بھاگیا (یا غوث اعظم) ”درد کو درمان کجا؟ ہم ایں توئی ہم آن توئی“ (درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں اور وہ بھی آپ ہیں)۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے حضرت سعد الدین محمد حموی کا قول ان شاء اللہ الرحمن کافی ہوگا، عنقریب تاجدارِ ولایت کنزِ کرامت امام احمد رضا کی زبانی آئے گا۔

ترجمہ شعر نمبر ۸۳۔ میری سادہ لوحی دیکھئے کہ آپ سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں۔ اور وہ بھی آپ ہیں ۸۸ (یعنی اے غوث اعظم! درد بھی آپ ہیں اور اس کی دوا بھی آپ ہیں، درد بھی آپ ہی کے

سبب ہے اور آپ ہی کی محبت میں ہے اور دوا و شفا بھی آپ ہی کے ذریعہ ملتی ہے)۔

شرح: اور ”درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی آپ ہیں اور وہ بھی آپ ہیں،“ کے تحت رضا بریلوی لکھتے ہیں:

۲۸۔ قلت: ہم ایس توئی ہم آں توئی۔ اقول: یہ اُس شعر کے رنگ میں ہے جو سیدی سعد الدین محمد حموی نے فرمایا: یہ سیدی نجم الدین کبریٰ قدس سرہما کے کبارِ اصحاب میں سے تھے، ان کا شعر یہ ہے:

أَنْتَ سُقْمِيُّ وَ صِحَّتِيُّ وَ شِفَائِيُّ ۝ وَ بِكَ الْمَوْتُ وَ الْحَيَاةُ تطیب
ترجمہ: آپ ہی میری بیماری، میری صحت اور میری شفا ہیں، اور آپ ہی کے سبب موت و حیات دونوں خوشگوار ہیں۔

غوث اعظم سے اسلام کی خاطرا استغاثت یعنی مدد چاہنا

۸۵ رویں اور ۸۶ رویں شعر کے اجائے میں

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا قدس سرہ مذہب اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے مسلمانوں کے ہمدرد اور سچے خیرخواہ تھے، اسی لیے جب بھی کفار و مشرکین، رواض، قادیانیوں، دیوبندیوں، وہابیوں، بے دینوں اور بد مذہبوں نے دین اسلام پر سخت حملہ کیا، تو بے چین ہو کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالی میں استغاشہ پیش کیا اور کہا کہ اے میرے آقا و مولیٰ! اپنے بابا (نبی کریم ﷺ) کے دین کو پھر سے زندہ کیجئے، اس لیے کہ دین اسلام سید

ادیان ہے۔ اور بقیہ سارے دینوں کا ناسخ ہے، اس کی زندگی آپ ہی ہیں کہ آپ کا لقب مجی الدین ہے، دین کو زندہ کرنے والا۔ کفار دینِ اسلام اور مسلمانوں کی علانیہ تو ہیں کر رہے ہیں۔ جب کہ آپ اہل اسلام کی آبرو ہیں ملت پر سخت وقت آن پڑا ہے۔ اسلام کی کشتنی پہاڑ جیسی موجودوں میں پھنس گئی ہے، آپ طوفان سے بچانے والے نوح ہیں، میں آپ پر قربان ہوں، آپ براہ کرم مد فرمائیے اور ملت کی ڈوبتی کشتنی پار لگائیے۔ ہاں طوفانوں کے تپھیرے ہیں، ہوا نے فتنہ موج پر موج مار رہی ہے، موجودین فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، ہم غریب و بے وطن اور بے سہارا مسلمان ہیں، ہم پر سخت مصیبت کی گھڑی آگئی ہے، لہذا آپ جلد پہنچ کر ہماری زندگی اور ہمارے دین متین کی کشتنی کا بیڑا پار لگائیے، اس لیے کہ ہم مسلمانوں کی کشتنی کے ناخدا (کشتنی بان) آپ ہی ہیں۔ اس وقت امام احمد رضا نہایت الحاج و زاری کے ساتھ رورو کر ملت کی کشتنی کے کھیون ہار گوث التقلین، کریم الظرفین، سیدنا سید غوث اعظم جیلانی کی بارگاہ میں اسلام کو زندہ کرنے، اس کے تحفظ و بقا، اس کی ترقی اور مسلمانوں کی مدد کی فریاد کر رہے ہیں۔ دیکھئے خیر خواہ امت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبہ امام احمد رضا کس طرح عرض کناں ہیں :

ترجمہ شعر نمبر ۸۲۔ پھر اپنے بابا کا دین زندہ کبھی، میرے سید و آقا! کیا آپ سید ادیان دینِ اسلام کی حیات و زندگی نہیں ہیں؟ (ضرور ہیں) ۳۹

اس کی شرح کرتے ہوئے یہ واقعہ خامہ فرماتے ہیں:

۳۹ عمر سید الادیان توفی۔ اقول: یہ واقعہ معروف و مشہور اور کتب علماء میں

مذکور و مسطور ہے کہ حضرت نے ایک نحیف و ناتوان بیمار کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، اس نے استدعا کی، حضرت نے اٹھایا، وہ تروتازہ ہو کر اٹھا اور کہا (میں آپ کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا لایا ہوا دین ہوں، آپ نے مجھ کمزور کو اٹھا کر مجھے زندگی بخشی) آپ محی الدین ہیں (دین کو زندہ کرنے والے ہیں) اس کے بعد لوگ ہجوم درہجوم آپ کے پاس آتے اور محی الدین لقب سے پکارتے ہوئے سلام کرتے ۔

امام احمد رضا قدس سرہ اکسیر اعظم میں آگے یہ شعر لکھتے ہیں:
ترجمہ شعر ۸۵۔ کفار دین اسلام کی علانیہ اہانت کر رہے ہیں، آہ! اے اہل اسلام کی آبرو! تو کہاں روپوش ہے؟

آپ ہمارے مسیحا ہیں اور امام مہدی کی شان رکھنے والے

شیعوں کا رد۔ ۸۶ رویں شعر کے اجائے میں

یہ مسلم حقیقت ہے کہ روافض، وہابیہ، دیابنہ، ندویوں، صلح کلیوں اور دیگر بد مذہبیوں سے نفرت امام احمد رضا قدس سرہ کی گھٹی میں پلا دی گئی تھی۔ اس لیے وہ جا بجا ان سب کا رد کرتے ہیں اور خوب رد کرتے ہیں۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، وہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں، طفویلت کو پہنچ کر ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ۔ جب

کہ ان من گھڑت مذہب والوں کے عقیدے کے خلاف حدیث میں یہ ہے کہ وہ قرب قیامت پیدا ہوں گے۔ لہذا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور مقامات کی طرح یہاں بھی روافض کا رد کرتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔ یہ مسئلہ بھی محقق و ثابت شدہ ہے کہ قطبیتِ کبریٰ و غوثیت عظمیٰ کا منصب جلیل سلسلہ بہ سلسلہ سیدنا امام حسن عسکری تک پہنچا۔ جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ بار ہوئے تو یہ منصب جلیل آپ کے سپرد ہو گیا۔ اور تاظہ ہو رہا امام مہدی آپ ہی اس پر فائز رہیں گے۔ جب وہ تشریف لا تین گے تو ان کو سپرد ہو گا۔ تو جب تک حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام جو مسیحا اور حکیم ہیں، آسمان سے تشریف نہیں لاتے، اس وقت تک مریضوں کی مسیحائی کا کام بحثیت مسیحا و طبیب حضور غوث اعظم کرتے رہیں گے۔ اور اس خاکداں گیتی پر جلوہ گرہ کر مخلوقِ خدا کو اپنے جلووں سے سرشار کرتے رہیں گے۔ اور تاظہ ہو رہا امام مہدی اس غوثیت کبریٰ کے عہدے پر آپ ہی فائز رہیں گے۔ اس طرح آپ مسیحا کار (مسیحا کا کام انجام دینے والے) ہیں اور امام مہدی کی شان رکھتے ہیں، اس لیے یہ کہنا خوب ہے کہ یا غوث اعظم! ”آپ خود جلوہ گر رہیں، اس لیے کہ مسیحا کا کام اور امام مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔“

چنانچہ کفار و مرتدین اور منافقین و بد مذہبوں پر اپنی فتح و کامرانی اور اسلام و تمام مسلمین کی مدد و نصرت کی بھیک مانگتے ہوئے رضا بریلوی حضور غوث اعظم سے یوں کہتے ہیں۔

شعر نمبر ۸۶۔ جب تک مہدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے تشریف لا میں ۵۰ ھے آپ خود جلوہ گر رہیں، اس لیے کہ مسیح کے کام ۴۵ ہے اور مہدی کی شان رکھنے والے آپ خود ہیں۔

اس کی شرح کرتے ہوئے ”مجیر معظم“ میں یوں لکھتے ہیں۔

”۵۰ قلت: تا بیا یہ مہدی از ارواح اخ۔ اقول: روافض کے مذہب کے رد کی جانب اشارہ ہے۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ”حضرت مہدی سیدنا عسکری کے فرزند ہیں، طفویلیت کو پہنچ کر ایک غار میں آرام فرمائیں“۔

شعر فَعَلَىٰ عُقُولِكُمُ الْعَفَاءُ فَإِنَّكُمْ ثَلَثُمُ الْعَنْقَاءَ وَالْغِيَلَا

ترجمہ: تو تمہاری عقلوں کی بر بادی ہے کہ عنقاء اور غول دو جاندار زبان زد تھے، جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں، تم نے اس کا تیسرا بھی بنالیا۔

وہ کہتے ہیں کہ: ”حضرت مہدی، اس انتظار میں ہیں کہ مومنین کی جماعت فراہم ہو جائے تو خروج فرمائیں“۔ یا رب! شاید ایران اور لکھنؤ میں شیعہ گروہوں میں سے بہتر (۲۷) نفر بھی با ایمان نہیں کہ انہیں ساتھ لے کر تقیہ کا نگ و عار ختم کریں۔ اور بازارِ امامت کی رونق پر حرف نہ آنے دیں یا شاید حضرت امام شہید۔ علی جده و علیہ صلوٰۃ المُجید۔ نے فرضِ تقیہ کو پس پشت ڈال دیا، اور اتنے ہی فدا کاروں کو لے کر یزیدیوں کے مقابلے میں صفائحہ ہو گئے۔“

رافضیوں کے خلاف امام احمد رضا محدث بریلوی کا یہ ردِ یکھنے اور وہابیوں دیوبندیوں کی خبر لیجئے۔ کہاں گیا وہ کذاب جس نے امام احمد رضا جیسے

متصلب سنی پر کبھی قادریانی اور کبھی شیعی ہونے کا جھوٹا الزام لگایا۔ لعنة اللہ علی الکذبینَ -

اسی سیر اعظم کے مذکورہ شعر میں رضا بریلوی کا قول یہ ہے ”حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیحا کار ہیں“۔ (یعنی مسیحا اور طبیب کا کام کرنے والے ہیں)، اس معنی کو مدلل کرنے کے لیے انہوں نے شرح میں درج ذیل عبارت پیش کی ہے رقم طراز ہیں:

قول اھ۔ ”اقول :مولانا جامی قدس سرہ السامی“ ”نفحات الانس“، میں نقل فرماتے ہیں کہ اکابر بغداد میں سے ایک شخص نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت کے بہانے اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دی، حضرت خچر پر سوار ہوئے، قطبِ اجل سیدی علی ہیتی نے دہنی رکاب، اور ایک دوسرے ولی بزرگ نے بائیں رکاب تھامی، اسی طرح داعی کے گھر پہنچے۔ بغداد کے تمام اولیاء، علماء، رؤساجمیع تھے، لوگوں نے انواعِ نعمت سے بھر پور دسترخوان بچھایا اور دس آدمی ایک بڑا ساٹو کرا جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا، اٹھا کر لائے اور دسترخوان کے آخری کنارے پر رکھ دیا، پھر صاحبِ دعوت نے اجازتِ تناول کی صدالگانی، مگر حضرت قدس سرہ سرجھ کائے بیٹھے رہے، نہ خود کچھ تناول فرمایا، نہ دوسروں کو اجازت دی، اہل مجلس حضور کی ہیبت سے خاموش و مدد ہوش ہیں، ”کَانَ عَلَى رُؤُسِهِمُ الطَّيْرَ“، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ حضرت نے ابو الحسن علی بن ہیتی اور ان کے ساتھ آنے والے دوسرے ولی بزرگ کو اشارہ فرمایا کہ وہ ٹوکر اٹھا کر سامنے لاے میں، انہوں

نے حاضر کیا، کھولنے کا حکم دیا، انہوں نے کھولا۔ دیکھا گیا کہ ٹوکرے میں صاحبِ
دعوت امیر کا فرزند ہے، مادرزاد اندھا، اپنی جگہ پڑا ہوا، اپا بچ، فانج زده۔ العیاذ
باللہ تعالیٰ۔ حضرت نے فرمایا، قُمْ بِاِذْنِ اللَّهِ مُعَافًی۔“ اللہ کے حکم سے عافیت
کے ساتھ اٹھ جا۔ معاً وہ لڑکا کھڑا ہو گیا، بینا، صحیح و سالم، دوڑتا ہوا، گویا اسے کوئی
بیماری نہ تھی۔ حاضرین میں شور بر پا ہو گیا۔ شعر

قادر اقدرت تو داری، ہر چہ خواہی آں کنی
مردہ راجانے دہی، وزندہ را بے جاں کنی

ترجمہ: اے قادر! آپ قدرت والے ہیں جو چاہیں کریں، چاہیں تو مردہ کو جان
بخش دیں اور چاہیں تو زندہ کو بے جان کر دیں (چاہیں تو مردہ کو زندہ کر دیں اور
چاہیں تو زندہ کو مردہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت خاصہ سے یہ
قدرت واختیار آپ کو دیا ہے)

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی بھیڑ میں باہر نکل آئے اور کچھ تناول نہ
فرمایا۔ شیخ اجل حضرت ابوسعید قیلوی قدس سرہ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی، انہوں نے
فرمایا: شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے ہیں، اور مردوں
کے جسم میں جان ڈالتے ہیں۔ باذنِ مولیٰ تبارک و تعالیٰ۔

فقیر (امام احمد رضا) کہتا ہے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ تناول نہ
فرمانا اس لیے تھا کہ اس حیرت انگیز کام کا پورا ثواب محفوظ رہے، جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے کہ ”جو کسی بیمار کی عیادت کرے اور وہاں کچھ کھائے تو یہی چیز اس کی

عیادت کا اجر و صلہ ہوگی۔“

دیلی کی روایت حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں، سرکار فرماتے ہیں: إِذَا عَادَ أَحَدُكُمْ مَرِيْضًا فَلَا يَا كُلُّ عِنْدَهُ شَيْئًا، فَإِنَّهُ حَظُّهُ مِنْ عِيَادَتِهِ ۔“ تم میں سے کوئی شخص جب کسی بیمار کی عیادت کرے تو اس کے یہاں کچھ نہ کھائے کہ یہ کھانا اس کی عیادت کا بدلہ اور حصہ ہو جائے گا۔

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ عمل سے ہمیں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ اجابت دعوت (دعوت قبول کرنا) جس کے متعلق امر وارد ہے وہ بمعنی حاضری ہے، بمعنی خوردن نہیں ہے۔ یعنی جانا ضروری ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو، اور نہ کھانا مباح ہے اگر دل شکنی نہ ہو۔ اس بارے میں حدیث صحیح وارد ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور فقہ کی بھی صراحت ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

نفحات الانس ہی میں ہے کہ ایک بڑھیانے اپنے لڑکے کو حضرت کے سپرد کر دیا۔ وہ مجاہدے کی شدت سے لاغر و کمزور ہو گیا۔ ضعیفہ خدمت مبارکہ میں آئی، دیکھا کہ ایک طبق ہے جس کے اوپر اس مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں، جو حضرت نے تناول فرمایا تھا۔ اس نے عرض کیا: حضرت مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہیں اور میرا لڑکا جو کی روئی کھاتا ہے۔ حضرت نے دست مبارک ہڈیوں کے اوپر رکھا اور فرمایا: قُوْمٌ بِإِذْنِ اللَّهِ الَّذِي يُحِيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۔“ اٹھ جا اللہ کے اذن سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔ فوراً مرغ کھڑا ہو گیا

اور بانگ دینے لگا۔ حضرت نے فرمایا: جب تیرا بیٹا اس کیفیت کو پہنچ جائے تو جو چاہے کھائے۔“

ہاں بات یہ چل رہی تھی کہ دین و ملت کی کشتی کے کھیون ہار (نادرا) سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فریاد کناں ہیں کہ ملت کی کشتی طوفان اور موجود میں پھنسی ہے۔ ہر طرف سے کفار و مرتدین اور بد مذہبوں کی یلغار ہے۔ طوفان کے نوح اور کشتی کے نادرا آپ ہیں، الہذا مدد کو پہنچئے اور ملت کے بیڑے کو غرق ہونے سے بچا لیجئے۔ پھر سے ملت کو زندہ کیجئے، کیونکہ آپ محی الدین ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ اکسیر اعظم کے دو شعروں میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

ترجمہ شعر ۸۷ ملت کی کشتی پہاڑ جیسی موجود میں پھنس گئی ہے، میں آپ پر قربان! آئیے کہ اس طوفان کے نوح آپ ہی ہیں۔ (حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے کئی افراد کو کشتی میں سوار کیا، جب طوفان آیا تو وہ سب بچ گئے، یقیناً فضل الہی سے حضرت نوح نے ان سب کو بچایا، اے غوث اعظم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت محمد یہ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا کی کشتی کے نادرا اور اس امت میں آنے والے طوفان کے نوح آپ ہیں الہذا طوفان سے بچائیے)۔ (نوری)

شعر ۸۸۔ بادِ قتنہ موج پر موج گرار ہی ہے، اور موجود فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں کی مصیبت کی گھڑی میں پہنچئے، اس لیے کہ ان کی کشتی کے نادرا آپ ہی ہیں۔

غوث اعظم سے رضا کی استعانت و استمداد خودا پنی ذات کے لیے

ابھی رضا بریلوی قدس سرہ دینِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت آہ وزاری کے ساتھ غوثیت آب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت و استمداد کر رہے تھے لیکن ان سے مدد چاہ رہے تھے اور رورو کر فریاد کر رہے تھے۔ اب خودا پنے لیے کچھ استمداد و استغاثہ کر رہے ہیں۔ لیکن رضا کا یہ انداز نہایت دل ربا و پسندیدہ ہے کہ استغاثہ سے قبل اپنے پاک پروردگار اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں، ”حاش اللہ“۔ (اللہ کی پاکی ہے)۔ نیز اس کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف، ان کے جود و کرم کا ذکر، ان کی عند اللہ وجاهت و مقبولیت کا ذکر، لوگوں کے درمیان بھی ان کی وجاهت و عزت اور شہرت کا چرچا، ان کے حسن و خوبی، ان کے دستِ سخا اور دامن کی وسعت کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ استغاثہ قبول ہو کر رہے اور سارے منتوں کو یہ درس بھی ملے کہ جس سے مانگا جائے تو پہلے اس کی تعریف کی جائے۔

اور رضا کا یہ وظیرہ بھی کتنا نرالا ہے کہ جب وہ کسی ولی کی بارگاہ میں پہنچت تو ہم عاصیوں کی طرح دنیوی و فانی چیزوں، مال و دولت، زمین جائیداد، مکان اور اولاد کے لیے دعا کی درخواست نہیں کرتے بلکہ مغفرت و حصولِ جنت کی دعا کرتے، کرواتے، اسی طرح اس مقام پر بھی نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ بارگاہِ غوثیت آب میں استغاثہ و فریاد کر رہے ہیں، مانگنے کا دلکش سلیقہ ملا حظہ ہو۔ ترجمہ شعر نمبر ۸۹۔ خدا کی پاکی ہے۔ تمہاری وجاهت کا دامن مجھ جیسے شخص کے

لیے تگ ہو؟ اے جو دعا موالے! تمہارا دامن بہت وسیع ہے۔ (اے عام بخشش و کرم والے! آپ تنگی دامن والے نہیں، وسعت دامن والے ہیں)

راقم کہتا ہے کہ اس شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاهت کا دامن یا عزت و حرمت اور مقبولیت والا دامن کہنے میں ان کی شناخوانی ہوئی۔ پھر یہ پوچھنا کہ تمہارا دامن مجھ جیسے کے لیے تگ وکوتاہ ہو سکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تگ ہرگز نہیں بلکہ یقیناً وسیع و عریض ہے۔ لہذا میرے اوپر کرم فرمائیے، عام جود و بخشش فرمائیے، میں آپ کے کرم و سخا اور جود و عطا کا محتاج ہوں۔ شعر میں اصل الفاظ یہ ہیں۔ یا عَمِيمُ الْجُودِ وَ وسْعَتِ دَامَانِ۔ یعنی عام جود و بخشش والے اور وسعت دامن والے تھی آقا واداتا۔

اب امام احمد رضا اصل مقصود کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حق ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور آپ کا غلام و خادم ہوں اور بطور عجز و انسار کہتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے کہ میں بہت گنہگار و نافرمان ہوں۔ میں نے اپنا دفتر (نامہ اعمال) گناہوں سے سیاہ کر لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کر کے میرے گناہوں کو مٹا دو۔ میرے سیاہ دفتر کو صاف و شفاف کر دو۔ نہیں، بلکہ اس میں نیکیاں لکھ دو لکھوادو۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے سنبھالو، سیاہی کو سفیدی میں بد لئے والے اور نامہ اعمال اور دلوں کو چپکانے والے تم ہی تو ہو۔ بلکہ میں ہی کیا، مجھ سے زیادہ گناہ کرنے والوں اور دفتر کو زیادہ سیاہ کرنے والوں کو بھی تھام لو بلکہ مزیداً یہ سکیڑوں کو تھام لو، اور ان کا بیڑا پا کر دو، اس لیے کہ نامہ اعمال

کو چمکانے والے، دلوں کو روشن کرنے والے اور مقدر میں چمک لانے والے تم ہی تو ہو۔ بلاشبہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

ان جملوں کے تناظر میں اب امام احمد رضا کے استغاثہ کو سمجھنے کی قارئین کوشش کریں، استمداد کر رہے ہیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۰۔ اگر میں نے اپنا فتر سیاہ کر لیا ہے تو اس سے زیادہ سیاہ کرنے والے کو تھام لو بلکہ ایسے سیکڑوں اور کوہی، اس لیے کہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

شرح: حضور غوث اعظم کس طرح دنیا و آخرت میں وجیہ ہیں، عند اللہ و عند الناس آپ کو کس طرح کی وجہت و عزت ملی ہے؟ مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو کیا کیا مرتبے عطا کئے ہیں؟ آپ کے احباب و مریدین اور محبین کو آپ کے صدقے کیا کیا فیوض و برکات عطا فرمائے؟ فضل الہی سے آپ سیاہ نامہ اعمال کو سفید کر کے جہنم سے نجات دلا کر جنت میں کس طرح لے جاتے اور کیسے چمکانے والے چاند ہیں؟ ان سب کے جوابات کو سمجھنے کے لیے ذرا ذہن کو حاضر کیجئے اور مندرجہ بالا شعر کے معنی کو ثابت کرنے کے لیے تشریح کرتے ہوئے قادری دولہا امام احمد رضا رضی عنہ المولیٰ نے جو دلائل کے طور پر روایات صحیحہ درج کی ہیں، انہیں پڑھ لیجئے۔

رقم طراز ہیں:

۵۲۔ قلت: نامہ نخود، اخ۔ اقول: او پر گزر اکہ حضرت (غوث اعظم) فرماتے ہیں: میر امریداًگر جید نہیں، میں خود تو جید ہوں (اگر میر امریداًچھا نہیں تو کیا ہوا میں تو اچھا ہوں) جید بمعنی اچھا (عبد) اور فرماتے ہیں:

”اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو ضرور اس کی ستر پوشی کر دوں گا“، اور فرماتے ہیں قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں میں سے اگر کسی کی سواری پھسلے تو میں اس کی دشگیری کروں گا۔

حضرات عالیہ سیدی عبدالرزاق و سیدی عبدالوہاب ابناۓ آں جناب اور حضرات مبارکہ ابوالسعود حربی وابن قائد اوانی و ابوالقاسم بزاں، قدست اسرارہم نے فرمایا کہ ہمارے حضرت (غوث اعظم) نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ تارو ز قیامت جوان کا مرید ہو گا ہرگز بے توبہ نہ مرنے گا۔

حضرت حماد دباس سے راتوں میں شہد کی مکھی جیسی آواز سنائی دیتی تھی، حضرت سیدنا (غوث اعظم) ابتداء امر میں ان کی خدمت میں رہتے تھے، ان سے اس بارے میں دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا: ”میرے بارہ ہزار مرید ہیں، ہر رات ان سب کو نام بنام یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں خدا سے طلب کرتا ہوں، اور اگر ان میں سے کوئی مرید کسی گناہ میں مبتلا ہے تو دعا کرتا ہوں کہ اسی ماہ میں اسے توبہ نصیب کرے، یاد نیا سے اٹھا لے تاکہ زیادہ دنوں تک گناہ میں نہ رہے۔“

ہمارے حضرت سر اپارحمت نے فرمایا: ”اگر حضرت حق جل وعلا سے مجھے کوئی مرتبہ ملے گا تو میں درخواست کروں گا کہ قیامت تک ہونے والے میرے مریدین بے توبہ نہ مریں، اس کام پر میں ان کا ضامن ہو جاؤں“۔

شیخ حماد نے کہا: حق سبحانہ نے مجھے مشاہدہ کرایا ہے کہ جلد ہی اسے اس

مراد کو پہنچائے گا، اور اس کی وجہت کا سایہ مریدوں کے سروں پر دراز فرمائے گا،
والحمد لله رب العالمين۔ یہ سب روایات کتب معتبرہ جیسے بہجۃ الاسرار و تحفۃ قادریہ
وغیرہما میں مذکور ہیں۔

ہاں! اے گداۓ قادری! تیری آنکھ ٹھنڈی ہو اور زیادہ صاف سن لے کہ تیرے آقا
(غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو میری طرف اپنی نسبت کرے حق جل و علا اسے قبول فرمائے، اور اس
کے جرم و گناہ بخشدے، اگرچہ کسی ناپسندیدہ روشن پر ہو۔ (تحفۃ قادریہ)
اللہ اللہ! کیا رحمت ہے اور کیا قدرت؟ ہاں ہاں! اے زخم دل رکھنے والے
درویش! بیدار و ہوشیار ہو جا کہ ایک عظیم سفر درپیش ہے۔ ع
مغرور مشوکہ خاص گان دربیم اند (مغرور نہ ہو، یہاں خواص بھی خائن ہیں)۔ مانا
تیرے پاس تریاق ہے مگر خود کو اثر در کے منہ میں نہ ڈال۔ (۱)۔ تیرے پاس مریم
شفا ہونا مستلزم، مگر از خود تلوار کی دھار پر ہاتھ نہ مار۔

تحقیق کچھ خبر ہے کہ ان کا مرید کون ہے؟ اور اس سرکارِ سعادت کی ارادت
کے معنی کیا ہیں؟ ”الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخُوفِ وَالرَّجَاءِ“ (ایمان امید و خوف کے
درمیان ہے) ایسا خوف چاہئے کہ نذر نہ ہو جائے، ”فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا
الْقَوْمُ الْخَسِرُونَ“ (تو اللہ کی خفیت تدبیر سے نذر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔

سورہ اعراف سورہ نمبر، ۷۔ آیت نمبر (۹۹)

حاشیہ۔ تریاق و تریاق: زہر دور کرنے والی دوا۔ اثر در: بھاری بھر کم سانپ۔ مترجم۔

اور ایسی امید ہو کہ مایوس نہ ہو جائے، ”إِنَّهُ لَا يَأْتِيْسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكُفَّارُونَ (اللہ کی رحمت سے نامید نہیں ہوتے، مگر کافروں۔ سورہ یوسف۔ سورہ نمبر ۱۲۔ آیت نمبر ۸۷)

ان دونوں میں سے اگر کوئی غائب ہے تو تو کافر ہے اور اگر کوئی کم ہے تو تو خاسر ہے۔ ”نَبِيٌّ عِبَادِيٌّ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِيُّ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ سورہ حجر، سورہ نمبر ۱۵، آیت ۳۹-۴۰)

مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي“، میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔ مگر کیا یہ روا ہو گا کہ ان کی شفاعت پرتکیہ کر کے بے باک ہو جائیں اور گناہ کی راہ میں تیز گام؟ ارادت بغیر محبت کے سچی ہونہیں سکتی، اور محبت بغیر اطاعت کے جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ شعر لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقاً لَا طُعْتَهُ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا فرماں بردار ہوتا، یقیناً محب اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

ہاں سنیوں کو شفاعت مصطفیٰ ﷺ سے ایک امید وابستہ ہے اور روز افزول، اور ان میں سے قادریوں کے لیے جو صحیح العقیدہ ہیں، کہ خدا کی قسم قادری نہیں مگر یہی، ناز ہیں گوناگوں۔ قطعہ

دی بخار ک رضا شدم گفتتم کہ تو چنیں کہ ماچنال شدہ ایم

ہمہ روز از غمہ بفکر فضول ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبرے گو بمازنخی مرگ گفت ماجام تلخ کم زده ایم

قادریت بکام ما کر دند سنیت را گدا میکدہ ایم

شیر بودیم و شہدا فزو دند ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

ترجمہ: کل میں رضا کی تربت پہ گیا، پوچھا کیسے ہو؟ ہم تو ایسے ایسے ہو گئے۔ دن بھر تمہارے غم کی وجہ سے بے کار فکر میں پڑے ہیں، رات بھر بیہودہ خیال میں رہتے ہیں، ہمیں موت کی تلخی سے متعلق کچھ خبر دو۔ اس نے کہا: ہم نے تو تلخ جام کم ہی پیا ہے۔ ہماری مقصد برآری کے لیے قادریت ساتھ میں لگادی گئی، ہم میکدہ سنیت کے گداٹھرے۔ دو دھنخھے اس پر شہدا کا اضافہ کر دیا گیا، ہم تو سراپا حلاوت ہو گئے۔ (شیرینی و مٹھاس ہو گئے)

محمد عابد قادری کہتا ہے کہ وہ روافض جو بعض مزارات کے مجاور بن کر زائرین سے روپیے حاصل کرنے کے لیے تقیہ سے کام لیتے اور خود کو قادری و چشتی کہتے ہیں جب وہ گمراہ و بے دین ہیں تو چشتی نہ ہوئے بلکہ زشتی ہوئے۔ زشت کے معنی ہیں ”برا“ وہ اس زشت کی طرف منسوب ہیں اور نہایت برے لوگ ہیں، اسی طرح یہ قادری نہیں ہو سکتے بلکہ یہ غادری ہیں۔ یعنی غادر کے معنی ہیں، غدر اور غداری کرنے والا، تو اس غادر کی طرف منسوب ہو کر یہ لوگ غدار اور فریب کار، عیار و مکار ہیں، جیسے فی زمانہ طاہر الغادری ہے۔ یہ نہایت ہی غدار اور شاطر آدمی ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ مندرجہ بالاعبارت کے متصل ہی

درج ذیل سطور صفحہ قرطاس پر لاتے ہیں۔

لیکن وہ ہوس کار، جن کے نزدیک خواہشِ نفس کی پیروی، کمالِ تصوف اور احکام کی تردیدِ تمعگاے تعرف، تاحدِ قدرت سرکار قادریت کی تو ہیں، کمالِ ہدایت اور اس بدرجہ قدرت و صدرِ صدارت کی تعظیم بے وفائی و گمراہی، تمام صحابہ کی تکریمِ کھلی ناصیبیت (۱) اور ان کی ایک جماعت کا برابن کے رہنا عین حبِ علی، علام پر لعن و طعن اجملِ اقوال، اور روافض کی بدعتاتِ شنیعہ افضلِ اعمال، مناہی و ملاہی (ممنوعات اور کھیل کی چیزیں) موصل الی اللہ، اور بتاہی و دواہی (بر بادی اور خراب آفات) اس راہ کی ریاضت۔ ہاں روزے رکھتے ہیں، مگر گردن پر، اور نماز گزار ہیں بمعنی ترک کردن۔ اور ایسا نہیں کہ ان سب پر کچھ خوف رکھیں اور نادم و پشیمان ہوں، بلکہ فارغ رہتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، ان کی کیا حکایت اور ان کی بدعتوں کی کیا شکایت؟ ان میں جو پورے بے باک ہیں وہ تو ضروریاتِ دین کے بھی خلاف ہیں، اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اسلامی عقائد پر خندہ زن ہیں، جناب امیرِ کرم اللہ وجہہ الممیر کونہ صرف ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں بلکہ انبیا و رسول سے بھی افضل کہتے ہیں، ان کے نزدیک وصول الی اللہ کے لیے اسلام کی شرط نہیں، اور خدا کا ہند میں ”خواجہ غریب نواز“ نام ہے اور بھی ان کی نجس خرافات اور ناپاک مجازفات ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق میں کہتا ہوں اور میرا خدا گواہ ہے کہ یہ نہ قادری ہیں، نہ چشتی بلکہ غادری اور زشتی۔ ع۔ سایہ شاہ دور بادا زمادور (ہم سے ان کا سایہ دور سے دور تر ہو)۔ (۲)

نقیر نے ان کا اور ان جیسے لوگوں کا حکم اپنے بعض فتاویٰ میں جو ہماری کتاب ”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ میں شامل ہیں تمام تر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۲) مجازفات: اُنکل پچھو باتیں۔ غادر: دھوکہ باز، بعد عہد، بے وفا۔ غادری: غادر کی جانب منسوب۔ زشت: برا، زشتی، زشت کی جانب منسوب تفضیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور خدا توفیق دینے والا ہے (مجیر معظم)

حاشیہ: (۱) ناصیبی:۔ خارجیوں میں سے ایک فرقہ۔ (قادری نوری)

غوث اعظم کے ہاتھ میں نگ مو میا ہو جاتا ہے،

آپ پشمہ حیات ہیں ۹۱ روئں شعر کے آئینے میں

سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قادر اور جلوہ شان قدرت ہیں۔ اسی لیے آپ کے قدرت و طاقت والے ہاتھ میں انگشتی کا نگ مو میا ہو جاتا ہے یعنی نگینہ مو م کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ لو ہے پر ہاتھ رکھ دیں تو وہ بھی مو م کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ پشمہ حیات ہیں، آپ نے فرمایا ہے ”إِنَّ لَمْ يَكُنْ مُرِيْدِيْ جَيِّدًا فَانَا جَيِّدٌ“ (ترجمہ: اگر میرا مرید جید نہیں تو کیا ہوا میں تو اچھا ہوں)

چنانچہ عاشقِ غوث الوریٰ امام احمد رضا کہتے ہیں:

شعر ۹۱۔ (اے غوث اعظم) گم کیا ہوا اگر میں ریزہ ہوا؟ تمہارے ہاتھ میں تو نگ

مومیا ہو جاتا ہے (۱) کم کیا ہوا اگر میں جل گیا، تم تو خود ہی چشمہ حیات ہو ۵۳ (۱)
نگ: انگوٹھی میں جڑ نے کا پھر نگینہ۔ مومیا: ایک دوا کا نام جو موم کی طرح ملائم
ہوتی ہے اور پھاڑوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (نوراللغات)

اور اس کے تحت اس کی شرح مجید معظم میں رقم طراز ہیں۔

قول نمبر ۵۴ - ”اقول: (میں کہتا ہوں کہ) حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا ہے ”اگر میرا مرید جید نہیں تو میں خود جید ہوں۔ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس
کی قبر سے لوگ رونے کی آواز سنائرتے تھے، چند دنوں کے بعد بارگاہ قادریت
میں گزارش کی، فرمایا: کیا اس نے میرا خرقہ پہنا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا، ہمیں علم
نہیں، فرمایا: کیا کسی وقت ہمارے پاس حاضر ہوا تھا؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: کیا
کسی وقت ہمارا کھانا کھایا؟ عرض کیا پہنچ نہیں۔ فرمایا: قصور و ارغاف و اور چھٹکارے کا
زیادہ حقدار ہے۔ تھوڑی دیر سرِ مبارک گریبان میں ڈالا، ہیبت و وقار کا اثر چہرہ
مبارک پر نمودار ہوا۔ فرمایا: ملائکہ کہتے ہیں: کہ ایک وقت آپ کا چہرہ دیکھ کر اچھا
گمان کیا تھا، حق تعالیٰ نے اسی کے سبب اسے بخش دیا۔ اس کے بعد لوگ اس کی قبر
سے بارہا گزرے مگر اس رونے چلانے کا کوئی اثر نہ پایا۔ یہ روایت تحفہ قادریہ
میں مذکور ہے۔ یہی مضمون اس مصرع میں ادا کیا گیا ہے۔ ع۔ مستحق کرامت گناہ
گاراند۔ (عزت و عفو کے حق دار خطا کا رلوگ ہیں)

آپ نے فرمایا: میرا شیدا ہو جا، اچھا و خوش حال ہو جا، اور بے خوف ہو جا ، پھر میرا نغمہ سرا ہو جا، اس فرمانِ غوث کو سن کر میں شاد ہو کر رقص کرنے لگا

۹۲ رویں شعر کے آئینے میں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”هُمْ وَ طِبْ وَ اشْطَحْ وَ غَنِّ“، (ترجمہ: شیدا، خوش حال اور بے باک ہو کر نغمہ سرا ہو جا) اپنے آقا کی زبان فیض ترجمان سے یہ مسرت افزار شاد ایک شیدا غلام سے گاتو بلاشبہ وہ خوشی کے مارے جھومنے لگے گا۔ وہ کمینہ ہی ہوگا جو اپنے با اختیار محبوب کا یہ فرمان و ارشاد سنے اور شاد و مسرور ہو کر رقص نہ کرنے لگے۔ لہذا امام احمد رضا قدس سرہ بھی جھومنے لگے اور کہنے لگے۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۲۔ بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں اگر شاد و مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں، جب تمہیں یہ فرماتے سن لیا ”شیدا، خوش حال اور بے باک ہو کر نغمہ سرا ہو جا۔“

نیکوں کے دن بہت اچھے اگر غوث اعظم نے انہیں محبوب بنالیا

میں تنکا ہوں، ڈوبنے والا نہیں ۹۳ رشیر کے آئینے میں

گھر کا معنی موتی۔ عمان سے مراد بحر اعظم (بڑا سمندر، بڑا دریا ہے)، مگر یہاں گھر (موتی) سے مراد صالحین (نیکوں کا رہنے والے) ہیں۔ اور بحر اعظم ہمارے غوث اعظم ہیں تو موتی کے لیے وہ دن بڑا ہی اچھا ہے جب دریا سے اپنے سینے میں رکھ لے۔ اسی طرح ابرار و صالحین کے لیے وہ دن بہت اچھے ہیں جب حضور

غوث اعظم جو دریاے کرم اور بحر اعظم ہیں، اپنے دل میں جگہ دیدیں اور اپنے انعام و اکرام سے نوازتے ہوئے اپنا محبوب و محترم بنالیں۔

امام احمد رضا کہتے ہیں کہ میں گھر اور صالحین کی طرح قیمت اور عزت نہیں رکھتا، مگر ایک لحاظ سے ان سے کم تر بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں تنکا اور خس و خاشاک ہوں اور تنکا دریا میں نہیں ڈو بتا ہے۔ تو میرے آ قادریا نے کرم اور بحر اعظم ہیں اور میں تنکا، لہذا اگر انہوں نے لطف و کرم فرماتے ہوئے مجھے قبول کر لیا تو ڈو بنے سے نجات پاؤں گا اور غرق ہونے سے محفوظ رہوں گا، اور اگر اپنے دل میں جگہ دے کر اپنا محبوب بنالیا تو عزت والا ہو کر ہلاکت سے مامون ہو جاؤں گا، اب اسی تناظر میں امام احمد رضا کے اکسیر اعظم کے ایک موّقر و معظم شعر کا ترجمہ دل کی گھرائیوں میں اتار لیں۔

ترجمہ شعر نمبر ۹۳۔ گوہر کے دن اچھے، اگر دریانے اسے جگہ دے دی ۵۴، تنکا بھی ڈو بنے والا نہیں، میں تنکا ہوں اور تم بحر اعظم ۵۵ ہے
اس کی شرح کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:

۵۴۔ قلت: وقت گوہر خوش اخ - اقول: (میں کہتا ہوں) گوہر سے مراد صالحین ہیں، اور دل میں جگہ دینا بمعنی محبوب و محترم رکھنا، یہ ظاہر ہے کہ موتی دریا کی گھرائی میں ہوتا ہے اور خس و خاشاک (تنکا) دریا میں غرق نہیں ہوتا۔ حاصل یہ کہ اگرچہ میں گوہر کی طرح عزت نہیں رکھتا، مگر اس سے کم تر نہیں ہوں کیونکہ ان کے لطف و کرم کے سبب ضرور نجات پاؤں گا اور غرق سے محفوظ رہوں گا۔ اس لیے کہ میں

بے قدر تنکا ہوں اور وہ دریاے کرم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۵ قلت: عُمَّان تُؤْتَى۔ اقول: یہاں بمجازِ مجاورت بحرِ اعظم مراد ہے۔ اور علاقہ جان لینے کے بعد جزئی پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں، جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی۔ (عُمَّان بحرِ اعظم سے قریب ایک شہر کا نام ہے، قرب اور مجاورت کی وجہ سے ایک شئی کی نسبت، اضافت یا اطلاقِ مجاور پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی بلاغت سے معلوم ہے۔ اب خاص عمان کا اطلاق بحرِ محیط (بحرِ اعظم) پر کسی نے کیا ہے؟ ایسا شاہد پیش کرنا ضروری نہیں۔ مترجم)۔

عُمَّان: نام شہر کا یمن میں دریاے محیط کے کنارے پر ہے۔ اسی لیے دریاے اعظم کو اس کی طرف نسبت کر کے دریاے عمان کہتے ہیں۔ (اغات کشوری)۔ آج کل عمان نام کا ایک ملک بھی ہے، ملک عمان سے متصل دریا کے دو نام ہیں (۱) بحرِ محیط (۲) بحرِ عمان۔ (قادری نوری)

غوث اعظم میزان پہ ہوں تو نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے

محبوب سجادی سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم تمام سنیوں کے لیے شفیع، دشیگیر اور وسیلہ عظمی ہیں۔ ان کے نانا جان رسول اکرم ﷺ کے طفیل اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک آپ کو عظیم وجاہت حاصل ہے۔ آپ کی شفاعت و دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے اور فرمائے گا۔ رسول کریم ﷺ اپنے لاڈلے بیٹی کے استغاثہ کو رد نہیں فرماتے ہیں۔ لہذا کل قیامت کے روز آپ کے مریدین کے

گناہ پھاڑ کے برابر بھی ہوں اور آپ دستگیری فرمادیں، سفارش کر دیں،
تو وہ سب ہیچ ہو جائیں اور حساب کے وقت میزانِ عمل کے پلے پر آپ پہنچ جائیں
تو ہلکی طاعتیں بلکہ معمولی نیکی بھی وسیع ہو کر پھاڑ کے برابر ہو جائیں۔ چنانچہ
عاشقِ غوث الوری، مجددِ اعظم محدث بریلوی قدس سرہ اکسیرِ اعظم میں یوں خامہ
فرسا ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۹۳۔۔ حساب کے وقت اگر تمہاری دست گیری ہو تو میرے
گناہوں کا پھاڑ بھی ہیچ ہے، اور میری معمولی نیکی بھی پھاڑ ہے اگر میزانِ عمل کے
پلے پر تم ہو۔

شرح: شعر میں ”کوہِ من“ ہے، جس کا ترجمہ میرے گناہوں کا پھاڑ کیا گیا۔ اسی
طرح ”کاہِ من“ کا ترجمہ میری معمولی نیکی سے کیا گیا۔ ان دونوں الفاظ کی
وضاحت خود رضا بریلوی نے کر دی ہے۔

۵۶۔ قلت: کوہِ من، اخ۔ اقول: یعنی معاصیٰ ثقلیہ۔ یعنی میرے گناہ پھاڑ جیسے
بھاری بھر کم ہوں۔

۷۵۔ قلت: کاہِ من، اخ۔ اقول: یعنی طاعاتِ خفیفہ و دلیلِ دعاویٰ بالا گزشت
یعنی میری نیکیاں و طاعات ہلکی و معمولی ہوں۔ ان دعووں کی دلیل اوپر گزر چکی۔

نسبت بندگی پر فخر (بندگی و عبدیت بمعنی غلامی)

میں باپ دادا سے آپ کا غلام ہوں اور قدیمی خانہ زاد ہوں

۹۵ رویں و ۹۶ رویں شعر کے آئینے میں

اچھا اور وفادار غلام و مرید وہ ہے جو نسبتِ غلامی واردات پر نازاں ہو۔

چنانچہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نہایت وفا شعار

غلام ہیں ہمارے آقا مولا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اس لیے وہ اس

غلامیت کی نسبت پر خوب فخر و ناز کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یا غوث اعظم : میں

احمد رضا ہند کا رہنے والا ہوں، مفتی نقی علی کا بیٹا ہوں اور مولا نا مفتی رضا علی کا پوتا

ہوں۔ آپ ہماری ہر چیز کو جانتے ہیں اور ہر عنوان سے واقف و آشنا ہیں، صرف

میں آپ کا غلام اور نسبت قادریت رکھنے والا نہیں۔ بلکہ میرے باپ دادا بھی آپ

کے غلام ہیں اس طرح ہندی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی، باپ دادا سے آپ

کی غلامی میں ہے۔ میری ماں آپ کی کنیز و باندی اور میرے باپ آپ کے غلام و

مرید۔ میں قدیمی خانہ زاد ہوں، ہمارے پورے گھر بار کے آقا مولا آپ ہیں۔

(خانہ زاد بمعنی غلام زادہ۔ مالک کے گھر میں پیدا ہونے والا غلام۔ نوری)۔

یا محبوب سمجھانی! میں آپ کا نمک پورودہ (نمک خوار) ہوں اور خداۓ تعالیٰ کا شکرو

احسان کہ آپ اپنے نمک خواروں کو شکر و چینی عطا فرمانے والے ہیں، میں آپ

کے دربار سے اور آپ کی نسبت واردات سے آزادی کسی طرح نہیں چاہتا، آپ کی

نسبت و غلامی ہی میں رہنا چاہتا ہوں، یہی میرے لیے بادشاہی ہے، کیونکہ آپ کا

غلام کسی جگہ بادشاہ سے کم نہیں ہے۔ میرے لیے بڑی خوشی ہے اور میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں تو آپ کتنے اچھے آقا ہیں۔

قارئین کرام: اس ترجمانی کے بعد آئیے نسبت غلامی پر امام احمد رضا قدس سرہ کا فخر و ناز ملاحظہ کیجئے اور اس موقع پر یہ ضرور دعا کیجئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس گدائے قادری نوری، آپ، آپ کے تمام خانہ زاد اور تمام خوش عقیدہ مسلمانوں کو یہ نسبت غلامی اور قادری فیضان سے سرشار کر دے اور اس پر ہمیشہ نازاں و فرحان رکھے۔

عاشقِ غوث الوریٰ ہندی رضا بارگاہِ غوثیتِ عظیمی میں عرضی لگاتے ہیں:
 ترجمہ شعر نمبر ۹۵۔ ہندی احمد رضا ابن نقی ۵۸ میں ابن رضا، ۵۹ میں باپ دادا سے تمہاری غلامی میں ہے۔ اور ہر عنوان سے تم آشنا ہو۔
 (واضح رہے کہ شعر میں اصل عبارت یہاں یوں ہے۔

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا ازاب وجد بندہ واقف زہر عنوان توی
 عنوان کے معنی ہیں: سرخی مطلب کی، دیباچہ، خط کا پتہ۔
 ترجمہ شعر نمبر ۹۶۔ میری ماں تمہاری کنیز ہیں اور باپ تمہارے غلام، میں قدری کی خانہ زاد ہوں، گھر بار کے آقا تم ہو۔

مذکورہ شعر میں حضرت مفتی نقی علی اور حضرت مفتی رضا علی کا ذکر آیا ہے۔ لہذا ان دونوں بزرگوں کا ذکر جمیل اس کی شرح میں درج ذیل طریقہ پر کرتے ہیں۔

حالاتِ مفتی نقی علی خاں والدگرامی امام احمد رضا خاں

قول ۵۸ قلت: ابن نقی۔ اقوال: یعنی امام الحفظین، خاتم المدققین، حامی سنن، ماحی فتن، بقیہ سلف، جحت خلف، یگانہ روزگار، یکتائے دوراں، حضرت جناب مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب۔ روح رُوحَه وَنُورَ ضَرِيْحَه۔ (خدا ان کی روح کو راحت اور ان کی قبر کو نور و تابندگی بخشے) وہ حضور پرنور، آقاۓ نعمت، دریائے رحمت سیدی و مرشدی، و ذخری لیومی و غدی (امر و ز و فردا کے لیے میرے ذخیرہ) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضہ عنہ کے خلفاء میں اعلم و بزرگ تھے۔ اول ماہ ربیع الاول ۱۲۳۶ھ کو ان کا ماہ تابان افق ہستی پر چکا، اپنے والد ماجد سے درس لیا اور تھوڑی مدت میں علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل اور اپنے زمانے کے فضلاۓ بلاد سے فائق ہو گئے۔ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات بہت عمدہ و دلکش ہیں۔ دوسرا جزا سے زیادہ۔ دین کے دشمنوں اور بد مذہبوں کو لا جواب کرنے میں انہیں پید طولی حاصل تھا، اور فراست صادقة سے حصہ بلند ملا تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور آخری ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں جوارِ رحمت میں جگہ پائی۔ خدا ان کے باطن کو مقدس بنائے اور ہمیں ان کی طاعت نصیب کرے۔ میں نے ان کے کچھ حالاتِ جلیلہ و تذکرہ جملیہ کتاب مستطاب ”جو اہر البيان فی اسرار الارکان“ کے آخر میں لکھے ہیں۔

یہ حضرت المکان کی تصنیف شریفہ میں سے ایک ہے۔ وہاں اس ذات عالی

صفات کی چند تاریخیں لادت ووفات بھی ذکر کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں ان کے مفصل حالات تحریر کروں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے، اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔

حالاتِ مفتی رضا علی خاں جد اکرم امام احمد رضا

مندرجہ بالا شعر اور اس کے ترجمے میں امام احمد رضا کے دادا مولانا مفتی رضا علی کا بھی ذکر ہے، اس کے تحت امام احمد رضا مجید معظم میں رقم طراز ہیں
 قول ۹۵ قلت: ابن رضا۔ اقول: یعنی عارفِ اجل، ولیِ اکمل، صاحبِ کراماتِ باہرہ (روشن و غالب) و کمالاتِ ظاہرہ (روشن) عالم آفاق، پاکیزہ اخلاق، زاہد، قانع، حلیم، متواضع، راس الفقہا، رئیس الکمالا، ملاذ الطالبین، (طالبوں کی پناہ گاہ)
 معاذ المساکین (ناداروں کی پناہ گاہ) حضرت جناب مولانا و مقتدا نامولوی محمد رضا علی خاں صاحب، رضی عنہ الملک الواہب (عطافرمانے والا بادشاہ ان سے راضی ہو)

تینیس (۲۳) سال کی عمر میں تکمیلِ علوم فرمائی، دن رات مجاہدہ میں اضافہ کرتے، بڑے علم و فضل اور انتہائی عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ ان کی کرامتوں کی شهرت حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ شاید ہی ایسا کوئی شخص ہو جو چند دن ان کی خدمت میں رہا ہو اور ان کی کوئی روشن کرامت نہ دیکھی ہو۔ لوگوں نے انہیں حج میں دیکھا جب کہ وہ بریلی میں تھے، بنaras میں ان سے مسئلہ دریافت کیا حالانکہ وہ اپنے وطنِ اصلی میں

تھے۔

ان کے وعظ و نذکر میں ایسا اثر تھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ کسی بھر زخار سے موجیں اٹھ رہی ہیں، اور ہر جنپش میں ہزار ہزار درِ شاہوں اور حاضرین کے دامن میں برستے جا رہے ہیں۔ بسا اوقات ویرانوں میں ٹھلتے، گھر میں بھی اپنے لیے تنہائی کی جگہ اختیار کرتے، کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ لوگوں میں جو انہتائی ذلیل شمار ہوتا اسے بھی وہ ذلیل نہ سمجھتے۔ (سلام میں پہل کرتے) لوگ عمر بھر کوشش میں رہے کہ کسی دن ان پر سلام میں پہل کریں، مگر نہ کر سکے۔ استقامت میں ایک پھاڑ تھے، جس میں ذرا بھی جنبش نہ ہو، اپنی ذات کے لیے کبھی غضناک نہ ہوتے، یہاں تک کہ ایک بے دین نے انہیں تلوار ماری، مگر اسے معاف کر دیا۔ ان کا آٹھ سالہ محمد عبد اللہ خاں نامی فرزند ایک کنیز کے ہاتھوں قتل ہو گیا، مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔

۲/ رجماڈی الاولی ۱۲۸۲ھ میں اس مہر شریعت و ماہ طریقت کو سپردخاک کیا گیا۔ اس تاریک دیار سے اسرار کی رونق اور انوار کی بہار دونوں رخصت ہو گئیں۔ ”**أَكْرَمَ اللَّهُ نُزُلَهُ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا فَضْلَهُ**“ (اللہ ان کی مہمانی با تو قیر کرے اور ان کے فضل کے فیضان سے ہمیں نوازے)۔

فقیران کی ولادت، اختتام درس اور وصال اقدس کی تاریخوں سے متعلق

عرض کرتا ہے۔ شعر

(۱) **جَدِيدٌ كَانَ عَالِمًا** **لَمْ يَرِ مِثْلَهُ النَّظَرُ**

(۲) **بَهْجَةُ جُلٍّ مَنْ مَضَى** **حُجَّةُ كُلٍّ مَنْ غَبَرُ**

- (۳) بَانَ بِرَمْزِهِ الزُّبُرُ دَانَ لِزُمْرِهِ الْزُّمْرُ
- (۴) قُلْتُ لِطَائِفٍ سَرَى طَيْفُ جَمَالِهِ السَّحَرُ
- (۵) تَعْلَمُ عَامَ إِذْ وُلِدَ سَيِّدُنَا الرَّضَا الْأَبَرُ
- (۶) قَالَ : أَمَا نَظَرُتُ الْجَمَ� قُلْتُ نَظَرُتُ قَالَ ذَرْ
- (۷) قُلْتُ فَكَيْفَ نَهْتَدِيُ قَالَ : أَضَانَنَا الْقَمَرُ (۱۲۲۳)
- (۸) قُلْتُ خِتَامُ دَرْسِهِ قَالَ أَخَاهِيرُ الدُّرَرُ (۱۲۲۷)
- (۹) قُلْتُ فَعَامُ نَقْلِهِ قَالَ مُحَاجِلُ أَغْرِ (۱) (۱۲۸۲)
- قادری نوری کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مولانا مفتی رضا علی خاں ایسے تحریک اور حکمت والے عالم تھے کہ ان کے جیسا کوئی نظر نہ آیا۔ ان کے صرف اشاروں سے کتابوں کے لمبے لمبے مضامین روشن ہو جاتے اور دماغ میں اتر جاتے اور جب ان کا رمز و اشارہ اس خوبی کا حامل تھا تو ان کا بیان و تقریر اور وعظ و تذکرہ کس قدر دلوں کو روشن کرنے والی ہوگی۔
- (۱) کئی حدیثوں میں امت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبہا کی یہ صفت و خصوصیت مذکور ہے کہ وضو کے آثار نمایاں ہوں گے، وضو کے سبب اس کی پیشانی، چہرے، ہاتھ، پاؤں چمکتے ہوں گے، جیسے وہ گھوڑے جن کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوتے ہیں۔ ”غراً محجلین“، امام احمد رضا نے حضرت مفتی رضا علی قدس سرہ کے لیے اس حدیث سے اخذ کر کے ”محجل اغر“ استعمال کیا ہے۔ اور واضح کیا کہ آپ بھی روشن دست و پا اور روشن چہرہ والے ہیں۔ مذکورہ اشعار کا ترجمہ:

- (۱) میرے دادا (رضا علی) ایسے عالم تھے جن کی نظر آنکھوں نے نہ دیکھی۔
- (۲) وہ گزشتہ بزرگوں کی بحث و رونق اور سارے بعد والوں کی بحث تھے۔
- (۳) اشاروں سے کتابوں کے مضامین روشن ہو جاتے، ان کی روشن وعیاں باتوں کے آگے (یا باعث) جماعتیں جھک جاتیں۔
- (۴) وقتِ سحر جوان کا خیالِ جمال سیر کرتا آیا تو میں نے اس سے کہا۔
- (۵) ہمارے نیک ترین آقا حضرتِ رضا کا سالِ ولادت تجھے معلوم ہے؟
- (۶) اس نے کہا: تو نے ان کی شخصیت دیکھی نہیں؟ میں نے کہا: دیکھی ہے۔
وہ بولا: تب چھوڑو۔
- (۷) میں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ اس نے کہا: ”اضاءَ نَا الْقَمَرُ“
۱۲۲۳ھ (چاندنے ہمیں روشن کیا)
- (۸) میں نے کہا: ان کے ختم درس کا سال؟ کہا: ”اخائیر الددر“ ۱۲۹۷ھ
(بہتر اور پختے ہوئے متوفی)
- (۹) میں نے کہا: ان کا سال رحلت؟ کہا: ”محجل اغرو“ ۱۲۸۲ھ (روشن
دست و پا، روشن چہرے والا)

بندۂ غوث اعظم یا عبد غوث اعظم کہنا جائز ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے درج بالا ۹۵ رویں شعر میں ”ازاب وجد
بندۂ“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے غوث اعظم! ہندی

امحمد رضا ابن نقی ابن رضا باپ دادا سے آپ کا بندہ معنی غلام ہے اور آپ کی بندگی و غلامی میں ہے۔ لہذا اس کی غلامی اور خادمیت قبول فرما کر استغاثہ کو قبول فرمائیے اور مولیٰ تعالیٰ کے اذن سے دنیا و آخرت کی برکات سے نواز دیجئے۔ اس بندہ کے لفظ پروہایوں، دیوبندیوں کو سخت اعتراض ہے، اسی طرح اگر عبد کی نسبت کسی بندے کی طرف کر دی جائے مثلاً عبد الرسول، عبد النبی کہہ دیا جائے تو ان بد طینتوں کی خود ساختہ توحید کے خلاف ہے۔ لہذا وہ صرف ناجائز کہنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ بلا دلیل شرک کا فتویٰ داغتے ہیں۔ جب کہ عربی کا لفظ ”عبد“ اور فارسی کا لفظ ”بندہ“ ان کے دو معنی ہیں (۱) عابد (عبادت کرنے والا)۔ اس معنی کے اعتبار سے صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت و نسبت ہوگی، غیر کے لیے کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ صرف اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ (۲) دوسرا معنی ہے۔ غلام، خادم۔ خدمت کرنے والا۔ اس معنی میں صرف بندوں، ہی کی طرف اضافت و نسبت ہوگی۔ اس لیے کہ بندہ خدا، عبد اللہ اور عبد اللہ کہنا جائز و درست ہے مگر غلام خدا، غلام اللہ اور غلام اللہ یا خادم خدا، خادم اللہ اور خادم اللہ کہنا جائز و درست نہیں اور ایسا استعمال بھی کوئی مومن بندہ نہیں کرتا ہے۔ لہذا عبد الرسول، عبد الغوث، غلام نبی، غلام غوث، بندہ رسول اور بندہ غوث کہنا یا نام رکھنا حرام نہیں، چہ جائیکہ شرک ہو (معاذ اللہ)۔ اس کی تفصیل ”احکام شریعت“ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس مقام پر بھی لفظ ”ازاب وجد بندہ“ کے تحت مجید معظم شرح اکسیر اعظم میں

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی دلائل قاہرہ سے بد مذہبوں کے پر نچے یوں اڑاتے ہیں:

”قول ۲۰ ازاب وجد بندہ۔ اقول: بندہ اور عبد باہم ایک دوسرے کا ترجمہ ہیں۔ ان کے حقیقی معنی غلام و بردہ ہیں، اس معنی حقیقی میں ان کا اطلاق واستعمال اس قدر عام اور شائع وذاائع ہے کہ اس کے بیان و اظہار کی حاجت نہیں۔

(۱) باری تعالیٰ کا ارشاد: ”وَالصِّلْحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ“، یعنی اپنے بندوں اور اپنی کنیزوں میں سے نیکوں کا نکاح کردو۔ (نور، س، ۲۲، ت ۳۲)

(۲) مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے: ”لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِيهِ صَدَقَةٌ“، مسلمانوں کے اوپر اپنے بندے میں اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ اسے امام احمد اور اصحابِ صحابٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۳) اور سرکار نے فرمایا: مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتْلَنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ۔ جو اپنے بندے کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے، اور جو اپنے بندے کے کان، ناک کا ٹੂہ ہم اس کے کا ٹیں گے۔ اسے امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۴) اور سرکار نے ایک خطبہ میں فرمایا: مَا بَأْلُ أَحَدٍ كُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ أَمْتَهُ۔ الحدیث۔

کیا بات ہے کہ تم میں کا کوئی شخص اپنے بندے کا اپنی باندی سے نکاح کرتا ہے؟

اسے ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(۵) اور ایک حدیث میں آیا: ”الَّا أُنْبِئُكَ بِشَرِّ النَّاسِ، مَنْ أَكَلَ وَحْدَةً، وَمَنَعَ رِفْدَةً وَسَافَرَ وَحْدَةً وَضَرَبَ عَبْدَهُ“ کیا میں تمہیں سب سے بدتر آدمی سے متعلق خبردار نہ کروں؟ وہ جو تھا کھائے، داد دہش روک رکھے، اکیلا سفر کر لے، اور اپنے بندے کو مارے۔ اسے ابن عسا کرنے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۶) امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”قَدْ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهُ وَخَادِمَهُ“ بے شک میں سید عالم حبیب اللہ کے ساتھ ساتھ تھا، تو میں ان کا بندہ اور خادم تھا۔

اسے ”الریاض النصرہ“ میں امام زہری وغیرہ علماء کی روایت سے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابو حذیفہ الحلق بن بشر صاحب فتوح الشام نے بھی اس کی روایت کی، اسے محدث دہلی ولی اللہ بن عبد الرحیم نے ازالۃ الخفا میں نقل کیا۔

(۷) امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں: مَنْ كَتَبَتْ عَنْهُ أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ أَوْ خَمْسَةً فَإِنَّا عَبْدُهُ حَتَّى الْمَوْتَ“ جس سے میں چار پانچ حدیثیں (روایت کرتے ہوئے) لکھ لوں، تا حیات اس کا بندہ ہوں۔ اسے امام سخاوی نے ”مقاصد حسنة“ میں ذکر کیا۔

(۸) فقہی کتابوں میں بزبان عربی ”أَعْتَقَ عَبْدَهُ وَبَاعَ عَبْدَهُ“ اور فارسی زبان میں ”بندہ خود را آزاد کر دہ و بندہ خویش را فروخت“ (اپنے بندے کو آزاد کیا اپنے بندے کو بیچا) اس کثرت سے آیا ہے کہ شمار سے باہر ہے۔ (ہلال میں دیا ہوا ترجمہ عربی اور فارسی دونوں فقہی عبارات کا ترجمہ ہے۔ نوری)

(۹) مولوی معنوی قدس سرہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خریداری و آزادی کے واقعہ میں حضور سید عالم حسینی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں: قطعہ

گفت مادوبندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بروے تو
ترجمہ: ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں، میں نے آپ کے واسطے اسے آزاد بھی کر دیا۔

(۱۰) سید عالم حسینی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ برے نام کو بدل دیتے تھے، خصوصاً ایسا نام جو بحکم شرع شرک ہو، مگر عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار کی طرح صحابی ابن صحابی اور سید ابراصلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و بارک و سلم کے سمجھتے ہیں۔ (کہ اسے نہ بدلا) گزشتہ مضمون میں نائب غوث الوری امام احمد رضا نے کہا تھا کہ ہندی احمد رضا بابا پ دادا سے آپ کی غلامی میں ہے۔ میری ماں بھی آپ کی کنیز ہے، میں قدیم سے آپ کا خانہ زاد ہوں، میرے گھر بار کے بھی آقا آپ ہیں۔ اب حضرت قدس سرہ کے مزید احسان کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کا نمک

خوارہوں اور شک نہیں کہ آپ اپنے نمک خواروں کو شکر (چینی) عطا فرمانے والے ہیں، تو میں نے آپ کی باندی (اپنی ماں) کا دودھ پیا ہے اور اس دودھ میں شکر ملانے کا کام آپ نے کیا ہے تو میں سراپا حلاؤت و مٹھاں بن گیا ہوں، کہتے ہیں:
ترجمہ شعر نمبر ۹۔ میں نمک پروردہ ہوں، اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے، خدا کا احسان ہے کہ تم نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہو۔

مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں

۹۸ شعر کے آئینے میں

اور نسبت بندگی کے اظہار میں واضح و جلی طور پر حضور غوث اعظم قدس سرہ کی بادشاہت اور اپنی غلامیت و خادمیت پر فخر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی غلامی سے کبھی آزادی نہیں چاہتا، غلامی کا پٹھہ گردن میں ڈال لیا اور مضبوطی سے آپ کا دامنِ اقدس قحامت لیا ہے تو مجھے آپ کے غلام و مرید رہنے ہی میں بھلائی ہے اسی میں مجھے بہت ناز و خوشی ہے، یہی میرے لیے بادشاہی ہے، چنانچہ عرض کنال ہیں:

میں آزادی نہیں چاہتا، تمہاری غلامی ہی میری بادشاہی ہے، بڑی خوشی ہے کہ میں غلام ہوں، تو تم کتنے اچھے آقا ہو ॥ (خوب اچھے مالکِ غلامان ہو۔ نوری)

رسول اکرم اور غوث اعظم کو مالک کہہ سکتے ہیں یا نہیں

حقیقت میں مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، جو سارے جہاں کا خالق و مالک

ہے بلاشبہ وہی مالک حقیقی ہے، وہی بادشاہ بھی ہے، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا سے بعض بندے بھی بعض چیزوں کے مالک ہیں، جیسے زمین، مکان، کپڑے والا کہتا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں اور دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ یہ فلاں کی ملک ہے۔ اسی طرح دنیوی بادشاہ کو مجازی طور پر ملک و بادشاہ کہا جاتا ہے بلکہ بعض علماء کا خطاب ملک الملوك (شہنشاہ) ہے۔ یہ سب مجازی ہی معنی میں مستعمل ہے ورنہ ملک و ملک الملوك، بادشاہ و شہنشاہ تو صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، اس کے سوا کوئی نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ، حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم اپنا مالک کہہ سکتے ہیں، جائز ہے، وہ ہمارے آقا ہیں، ہم اس کے مملوک اور غلام، مگر بدنہ ہبوب کے کلیج پھٹ جائیں گے، ان کی رگیں تن جائیں گی اور سینیوں کی آنکھیں ٹھنڈی اور قلوب مسرور ہو جائیں گے جب یہاں علوم و فنون کے بحرِ ذخیر امام احمد رضا کے اس مقام پر دیئے گئے دلائل کو پڑھیں گے۔ وہ مذکورہ شعر کے لفظ ”مالک غلام“ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قول ۱۔۔۔ قلت: مالک غلام توئی۔۔۔ اقول: اگر چہ ملک حقیقی، مالک حقیقی جل و علا کے ساتھ خاص ہے، مگر معنی مجازی میں بھی اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور اس کے اطلاق سے ہر گز کوئی ممانعت نہیں۔

(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (یا ان کے ہاتھ جس کے مالک ہیں۔ مومنوں، سورہ ۲۳، آیت ۶، معارج سورہ ۲۰، آیت ۳۰)

(۲) اور ارشادِ حق جل و علا ہے، فَهُمْ مِلْكُونَ (۱۷) (تو وہ ان کے مالک ہیں) (یہاں، س ۳۶۔ آیت ۱۷)

(۳) زبور مقدس میں فرمایا: ”إِمْتَالَاتِ الْأَرْضُ مِنْ تَحْمِيدِ أَحْمَدَ وَ تَقْدِيسِهِ، وَ مَلَكَ الْأَرْضَ وَ رِقَابَ الْأَمَمِ“، زمین احمد علیہ السلام کی تحمید و تقدیس (تعریف اور اظہار پاکی) سے بھرگئی۔ احمد تمام زمین اور ساری امتیوں کی گردنوں کے مالک ہوئے۔

اسے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اشناعشریہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) سید عالم علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهِ بِالزِّنَانِ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ، جواپنے مملوک کو زنا سے مطعون کرے اسے روز قیامت حد لگائیں گے، مگر یہ کہ سچ کہا ہو۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، اور ترمذی نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۵) اور حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا: ”مَنْ مَلَكَ ذَارَحُمِ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ“، جواپنی قرابتِ محرمہ والے کا مالک ہو وہ (مملوک) آزاد ہو جائے گا۔ اسے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا، اور حاکم نے بھی ایسی سند سے روایت کیا جو برشرط شیخین ہے۔

(۶) ایک دوسری حدیث میں آیا: ”اتَّقُوا اللَّهَ فِي الضَّعِيفِينَ: الْمُمْلُوكِ وَالْمَرْأَةِ“، دو کمزوروں کے حق میں اللہ سے ڈرو: مملوک اور عورت، اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۷) ایک اور حدیث میں ہے: ”سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ يَمْلِكُونَ

اَرْزَاقُكُمْ ”، الحدیث۔ آئندہ زمانے میں تم پر ایسے بادشاہ ہوں گے جو تمہاری روزیوں (رزق) کے مالک ہوں گے۔

اسے طبرانی نے مجھم کبیر میں ابو سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۸) اور حدیث میں ہے: مَمْلُوكَ يَكُفِيْكَ ، فَإِذَا صَلَّى فَهُوَ أَخْوَوكَ ”۔ تیرا مملوک تیرے کاموں کی کفایت کرتا ہے تو جب وہ نماز گزار ہو تو تیرا بھائی ہو گا۔

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(۹) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمَالِيْكَ لَهُ ”۔ ایک شخص نے اپنے چھ مملوکوں کو آزاد کیا، اسے مسلم نے روایت کیا۔

(۱۰) حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كُنْتُ مَمْلُوكًا لِّأُمِّ سَلَمَةَ ”۔ میں حضرت ام سلمہ کا مملوک تھا۔ اسے امام احمد، ابو داؤد،نسائی اور حاکم نے روایت کیا۔

یہ دلائل و احادیث جو عبدو بندہ اور مالک و مملوک کا اطلاق غیر اللہ کیلئے جائز و درست ہونے پر فقیر نے جمع کی ہیں، سب ایک سرسری نگاہ کا نتیجہ ہیں۔
ورنه استقرار، چھان بین اور تلاش کی باذنه تعالیٰ کچھ دوسرا شان ہوتی۔ وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللَّهِ۔ وَاللَّهُ تَعَالَى عَلَمُ،

سگان باب عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب

میں تیرے در کا سگ اور تو صاحبِ دستِرِ خوان ہے۔ ۹۹ رویں شعر کی روشنی میں سگ کے معنی ہیں ”کتا“، مگر محاورۃ پھرہ دار اور وفادار غلام کو بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کتا و فاداری میں تیز ہے اور یہ مشہور بھی ہے۔ امام احمد رضا اپنے رسول اعظم ﷺ اور اپنے غوثِ اعظم اور اپنے تمام سرکاروں کی بارگاہ کے نہایتِ مودب ہیں، ان درباروں کے وفادار غلام اور ایسے پھرہ دار ہیں کہ جب جب گستاخوں نے رسول اکرم ﷺ اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر حملہ کیا یا اعتراض کیا تو آپ نے وفادار پھرہ دار کی حیثیت سے ان کے سارے حملوں کو ناکام کر دیا، دشمنانِ رسول اور دشمنانِ غوث پر شیر ببر کی طرح جھپٹ کر دفاع کیا، امام احمد رضا بطور عاجزی و انكساری جا بجا اپنے کو رسول اعظم اور غوثِ اعظم کی بارگاہ کا کتا کہتے ہیں، جیسے مدینہ شریف میں ایک نعمت شریف بارگاہ عالی میں پیش کی، تو یوں کہا،

کوئی کیوں پوچھے تیری باتِ رضا تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں
 اسی طرح یہاں بھی بار بار ”سگ“ کا لفظ لایا ہے اور خود کو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کا کتا کہا ہے، جو ان کے دربار کے ٹکڑوں پر مل رہا ہے،
 یہاں مداح اور مدح خواں سے مداح غوث الوری امام احمد رضا مراد ہیں۔ آپ نے اپنا انتساب حضور غوثِ اعظم کے باب عالی کے سگوں کی طرف کیا ہے کہ ان کی طرح میں بھی اس دربار عالی کا کتا ہوں۔ اس مقام پر عاشق غوث الوری امام

احمدرضا کا آپ سے فیوض و برکات کی بھیک مانگنے کا انداز نہایت حیرت انگیز اور قابل اتباع ہے۔ وہ انتہائی عاجزی و انکساری اور الحاح و زاری کے ساتھ اپنے کریم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رحمت و نور اور داد دہش کی بھیک مانگتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں، آقا! کریم وحی کے دسترخوان سے کتا محروم نہیں رہتا، کچھ پا ہی لیتا ہے۔ میں بھی آپ جیسے کریم وحی کا کتا (بھکاری) ہوں، مجھے بھی نواز دیجئے۔ آپ ایسے عالی میزبان اور صاحب دسترخوان ہیں کہ آپ کے مہمان معمولی لوگ نہیں بلکہ آپ کے دسترخوان پر عالی مرتبت ابرار و صالحین ہیں۔ الہذا مجھ کے پر بھی نوازش فرمائیے اور فضل الہی سے صالحین و ابرار میں شمار فرمائیجئے۔

قارئین کرام! اس طرح کا فصاحت و بلاغت سے لبریز انداز نائب غوث الوری ہی کی زبان میں ملاحظہ کرتے چلئے۔ اس طرح کے موتیوں کو چنتے ہوئے آپ یقیناً عش عش کریں گے۔ عرض کرتے ہیں۔ ترجمہ شعر نمبر ۹۹۔ کریموں کے دسترخوان سے کتا محروم نہیں رہتا، میں سگ (کتا) ہوں، ابرار مہمان ہیں اور تو صاحب دسترخوان ہے ۲۲ (اے میرے غوث!) ترجمہ شعر نمبر ۱۰۰۔ سگ قوتِ بیان نہیں رکھتا، اور تیری سخاوت پابندِ بیان بھی نہیں۔ تجھے سگ کا مقصد معلوم ہے اور تو اسے عطا کرنے پر قادر ہے۔ ۲۳۔

اس دعوے پر کہ ”ابرار و صالحین آپ کے مہمان ہیں اور آپ میزبان و صاحب دسترخوان“، مجھری معظم میں رضا بریلوی نے درج ذیل دلیل پیش کی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

قول ۲۲: قلت: ابرار مہمان و صاحب خواں توئی۔ اقول: بہجتہ الاسرار میں فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”قد می حذہ اخْ“ فرمایا، اس کے بعد جب اولیا، ابدال، اور اوتادان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو تسلیم و تحيیت یوں عرض کرتے نظر آئے۔

”يَا مَنِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ مَائِدَتُهُ، وَأَهْلُ وَقْتِهِ كُلُّهُمْ عَائِلَتُهُ“۔ سلام آپ پر اے وہ کہ آسمان و زمین ان کا دسترخوان ہے اور تمام مخلوق زمانہ ان کی عیال و وظیفہ خوار ہے۔

غوث اعظم قادر ہیں

امام احمد رضا قدس سرہ نے درج بالا دوسرے شعر میں یہ مفہوم ادا کیا تھا کہ آقا تجھے سگ کا ارادہ و مقصد معلوم ہے۔ اور تو اسے عطا کرنے پر قادر بھی ہے، لہذا مجھے بغیر زبان کھو لے عطا کر،۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادر و قدیر یہ اللہ تعالیٰ ہے پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام احمد رضا نے کیسے کہہ دیا کہ: ” قادر بر عطاے آں توئی“۔ (اور تو اسے عطا کرنے پر قادر ہے)۔ اس سوال کے جواب سے عاشقوں کے مشام جاں کو معطر کر دینے والے اور بد منہبوں کے خرمن کو جلا دینے والے دلائل ملاحظہ کرنے ہوں تو امام احمد رضا کے رس گھولتے ہوئے درج ذیل الفاظ کو دل میں جگہ دے دیجئے۔

۲۳۔ قلت: قادر بر عطاے آں توئی۔ اقول: و بِاللَّهِ التَّوفِيقُ۔ ”مردان راہ سلوک (سالکین و اولیا) کے نزدیک طے شدہ اور معلوم ہے کہ حق جل و علا نے

اپنی غناو بے نیازی کے باوجود جس طرح معاملات کی تدبیرِ ملنکہ مُدّبّرات امور کو سپرد فرمائی ہے۔ جن کی قسم قرآن عظیم میں یاد فرماتا ہے: ”فَالْمُدّبّراتِ أَمْرًا“ پھر کام کی تدبیر کرنے والے۔ (سورہ نازعات سورہ ۹۷۔ آیت ۵۔)

حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بتول عذر احضرت مریم، علی ابنہا و علیہا صلوٰۃ اللہ، کے پاس تشریف لائے، جانتے ہو کیا کہا؟ یہ فرمایا ”إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لَأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا“ (میں تیرے رب ہی کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔) (مریم سورہ ۱۹ آیت ۱۹)

سبحان اللہ! عطا فرمانے والا خدا ہے، مگر جبریل علیہ السلام جو عطا کا ذریعہ و واسطہ ہیں، وہ کہتے ہیں، میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے لڑکا عطا کروں۔

اسی طرح اس نے (اللہ تعالیٰ نے) نظامِ عالمِ خواصِ بشر کی رائے سے وابستہ فرمایا ہے اور انہیں ان مناصب اور فرق مراتب کے مطابق تدبیر و تصرف کا اذن دے دیا ہے۔ ہر خیر و برکت اور فوز و نعمت، چھوٹی یا بڑی، قلیل یا کثیر، ظاہر و باطن، دینی یا دنیوی حضرت رب العزت جل مجدہ کی طرف سے کسی پر فائز ہونی منظور ہوتی ہے تو اس کی تنفیذ کافرمان حضور پر نور سید عالم صلوٰات اللہ وسلامہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔ کی درگاہِ عرش جاہ میں پہنچتا ہے، اس لیے کہ وہی ہیں خلیفہ عظیم، نائبِ مطلق، مرجع عالم اور قاسمِ برحق۔ جیسا کہ خود سرکار نے فرمایا: ”إِنَّمَا آنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي“ (میں قاسم ہوں اور اللہ دیتا ہے)

(اسے طبرانی نے مجھم کبیر میں بسند حسن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ اللَّهُ يُعْطِيُ وَأَنَا قَاسِمٌ“ - میں ابوالقاسم ہوں، اللہ عطا فرماتا ہے اور میں بانتتا ہوں۔ حاکم نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا اور ناقدین نے اسے برقرار رکھا)۔ پھر سیدالکوئین ﷺ کی درگاہِ عالم پناہ سے وہ امور جو افلاک والوں سے متعلق ہوتے ہیں، سلسلہ وار مرتب ہو کر ان کے احکام، مدبرات امورِ قدسی مثل حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام تک پہنچتے ہیں۔ اور وہ حضرات اپنے ماتحتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور وہ امور جوز مین سے متعلق ہوتے ہیں ان کا حکم نامہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دربارِ دربار میں آتا ہے، وہاں سے حضرت عالیہ قادریہ میں، اور وہاں سے اقطاب اور اہل خدمات بلا د میں متفرق ہوتا ہے۔ ظاہری سلطنت کا نظام اس سچی سلطنت کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ مصطفیٰ ﷺ عرش تا فرش سارے عالم کے تاجدار، جبریل امین ممالک بالا کے وزیر، علی مرتضیٰ سلطنت زیریں کے وزیر، سرکار غوثیت، والا مرتبت مدارالمہام (۱)

(۱) مدار: گردش کی جگہ، محور، معتمد۔ مہام: میم اول کے فتحہ اور میم ثانی کے تشددید کے ساتھ۔ اہم امور، دشوار کام۔ مدارالمہام: اہم کاموں کا ذمہ دار۔ وہ حاکم اعلیٰ جو کاروبار سلطنت کا ذمہ دار ہو۔ صوبجات: صوبہ کی جمع (۱) ملک کا ایک حصہ جس کے تحت ضلع ہوتے ہیں۔ (۲) صوبے کا حاکم (۳) پیادہ فوج کا افسر۔

اور سارے اقطاب صوبجات و نائبین ہیں۔ اور بادشاہت اللہ ہی کی ہے، حکم اللہ کا ہے، اور اللہ سبحانہ کی طرف ہی سارے معاملات راجح ہیں۔

یہ ہیں اس کے معنی کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عراق مجھے تفویض کیا گیا۔ پھر ایک مدت کے بعد ارشاد فرمایا:

اب ساری زمین، مشرق و مغرب، بحر و بر، دشت و جبل، مجھے سپرد کر دی گئی۔ سیدی علی بن ہبیق قدس سرہ فرماتے ہیں: اس منصب کے بعد روئے زمین کے تمام اولیا حاضر ہوئے اور ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عہدہ قطبیت پر تسلیم و تہنیت پیش کی۔ (تحفہ قادریہ وغیرہا)

اور یہ ہے اس کا راز جو ہمارے آقارضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر زمین میں کچھ شہ سوار رکھتا ہوں، جن سے آگے ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرتا، اور ہر لشکر پر میری ایسی سلطنت ہے کہ کوئی اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور ہر منصب پر میرا کوئی نائب ہے، جو کبھی معزول نہ کیا جائے گا۔ اسے بھیجا الامساں میں شیخ پیشووا ابوالحسن جو سقی قدس سرہ سے روایت کیا۔ اور یہ ہے اس کا بھید کہ آفتاب طلوع نہیں ہوتا جب تک ان کی بارگاہ میں سلام نہ کر لے، اور ہر سال، مہینہ، ہفتہ، اور دن جو دنیا میں قدم رکھنا چاہتا ہے، ان کی سرکار میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہے، اور اس میں جو کچھ ہونے والا ہے، سب ایک ایک کر کے سمعِ اقدس (کانِ پاک) تک پہنچتا ہے، جیسا کہ خود سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی ہے۔

اسے ہجۃ الاسرار میں سیدی عمر بن مسعود بزاز وغیرہ سے روایت کیا۔

پاکیزہ سرِ شست، مخلصانہ اعتقاد رکھنے والے مومن کے لیے سیدُ الافراد و فردُ الائیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشادِ واجب الاعتقاد کافی ہے۔ اگر ہم یہاں حضرات اولیاءِ کرام کے اقوال بیان کرنا شروع کریں تو ایک ضخیم کتاب مرتب کرنی ہوگی، منکر بے بصر جونہ دیدہ بینا رکھتا ہے کہ خود دیکھے، نہ گوشِ شنووا کہ اہل مشاہدہ کا بیان تسلیم کرے، وہ اگر انکار پر آئے تو کیا کیا جا سکتا ہے۔ شعر

وَكَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا وَأَفْتَهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

ترجمہ: کتنے وہ ہیں جو صحت مند کلام پر طعنہ زن ہوئے ہیں، حالانکہ ان کی آفت ان کی بیمار سمجھ ہے۔

لیکن ہم اس نادان مسکین کی تسکین و تشفی کے لیے اس کے عائد اور بزرگوں کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں، اگر سودمند ہو تو یہی مقصد ہے، ورنہ ہماری طرف سے جیزاً للہیہ کا اتمام ہو جائے گا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحفۃ الشاعریہ میں فرماتے ہیں، جب کہ یہ کتاب باقرارِ میاں بشیر قنوجی، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متواترً اً منقول ہے:

”حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی اولادِ پاک کو پوری امت کے لوگ پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتے ہیں، ان کے نام سے فاتحہ، درود، صدقات اور نذر بھی راجح و معمول ہے، جیسے تمام اولیاء اللہ

کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں: ”بعض خاص اولیا جن کو اپنے بنی نوع انسان کے ارشاد و تکمیل کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، انہیں اس حاجت میں (یعنی بعد رحلت بھی) دنیا میں تصرف دیا جاتا ہے۔ اور ان کی ادراکی قوتیں اس قدر وسیع ہوتی ہیں کہ ان کا استغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ اولیی اولیا حضرات ان سے باطنی کمالات کی تحریک کرتے ہیں، اور ارباب حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ اور ان کی زبان حال اس وقت بھی یوں ترمومریز ہوتی ہے۔ ”من آیم بجا گر توئی بنن“۔ میں جان سے حاضر ہوں اگر تو جسم سے حاضر ہے۔

ان کے والد شاہ ولی اللہ قدس سرہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

”اولیاء کاملین کی ارواح کی ایک خاص نظر اور عنایت اپنے طریقے، مذهب، سلسلے، نسب و قرابت کی ہر چیز پر ہوتی ہے، اور ان چیزوں پر بھی جن کو ان سے نسبت و تعلق نہیں ہوتا۔ اور ان کی عنایت کے ساتھ عنایت الہی بھی شامل ہوتی ہے۔ انتہی مترجماً“۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ”سیف المسلط“ کے آخر میں غوثیت اور قطبیت ارشاد کا منصب اور تقسیم فیوض اور امداد میں توسط حضرت مرتضوی سے جناب عسکری تک پھر سرکار قادریت سے ظہورِ مہدی تک اس کے بعد قیامِ قیامت تک اس ہادی و مہتدی کو تسلیم و سپرد ہونا مانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ” یہ مضمون کشف و

الہام سے ثابت شدہ ہے، اور ہم اس مدعہ کا استنباط اللہ کی کتاب اور سرور پیغمبر اک صلوات اللہ وسلامہ علیہ وسلم کی حدیث سے بھی کرتے ہیں۔

مرزا مظہر جان شہید، جن کو شاہ ولی اللہ قدس سرہ اپنے مکتوبات میں ”نفسِ زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ، داعی سنت نبویہ اور انواع فضائل و فوایض سے آراستہ“ لکھتے ہیں۔ اپنے مفہومات میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ: ”غوث الشقلین کا التفات اپنے طریقہ عالیہ کے متولین پر بہت زیادہ معلوم ہوا، اس طریقہ کا ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر آں حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ ہو۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت اپنے معتقدین کے حال پر مصروف ہے۔ مغل لوگ صحرا میں یاسونے کے وقت اپنے اسباب اور گھوڑے حضرت خواجہ کی حمایت میں سپرد کر دیتے ہیں، اور غیبی تائیدات ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔“

یہ سب درکنار، یا اللہ! راسِ المنکر ہیں اسما عیل دہلوی کو کیا سمجھ میں آیا کہ صراطِ مستقیم میں بے باکانہ کہتا ہے:

”ان بلند مراتب والے حضرات عالمِ مثال و شہادت میں تصرف کے لیے ماذونِ مطلق ہوتے ہیں۔“

اور بجوری تقدیر سینے پر ایک بھاری پھر رکھ کر لکھتا ہے: ”قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہ سبھی مناصب، حضرتِ مرتضیٰ کے زمانہ کرامتِ مہد سے اختتام دنیا تک، ان ہی کے واسطے سے ہیں۔ سلاطین کی

سلطنت اور امیروں کی امارت میں ان کی اہمیت و توجہ کو وہ دل حاصل ہے،

سیاہانِ عالمِ ملکوت پر مخفی نہیں انتہی۔“ - شعر

گہہ بُت شکنی، گاہِ مسجد زنی آتش از مذهب تو گبر و مسلمان گله دارد
ترجمہ:- تو کبھی بُت توڑتا ہے، کبھی مسجد میں آگ لگاتا ہے، تیرے مذهب سے کافر
اور مسلمان ہر ایک کو گله و شکوہ ہے۔

گز شستہ اشعار سے ثابت ہوا کہ ہمارے سردار غوثِ اعظم ہمارے قادر آقا اور مالک و بادشاہ ہیں اور مالک کو اختیار و قدرت ہوتی ہے کہ اپنے غلام و خادم کی بات قبول کرے یا رد کر دے۔ بلفظ دیگر رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے تو جب ہمارے غوثِ اعظم مالک و قادر ہیں تو انہیں بھی رد و قبول کا اختیار ہے، خواہ ہمارے سوال کو قبول کریں یا رد، خواہ ہمیں پھر مار کر بھگا دیں (العیاذ باللہ) یا چکار کر اور قریب کر کے نعمتوں سے نواز دیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے جسم و جان کے مالک ہیں، وہ خداۓ منان (احسان فرمانے والے اللہ) کے احسان و رحمت ہیں۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و احسان کے مظہر ہیں۔ اور اس جہت سے وہ ہم پر احسان و رحمت فرمانے والے اور نعمتوں و برکتوں سے نوازنے والے ہیں۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے یوں کہتے ہیں:

ترجمہ شعر ۱۰۱ ”اگر پھر مارے تو جان و تن کا مالک تو ہی ہے۔ اور اگر نعمت سے نوازے تو تو خداۓ منان کا احسان ہے۔“

پھر مارنے اور نعمت سے نوازنے سے مراد کیا ہے اس کی شرح فرماتے

ہوئے لکھتے ہیں:

قول ۲۴۔ قلت: گر بسگے می زنی، اخ۔ اقوال: یہ کنا یہ ہے رد و قبول سے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الزکی زبدۃ الاسرار میں فرماتے ہیں: ”سید نارضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرق و مغرب کے حاکم، جن و انس کے مرجع ہیں، ان کے دور میں حکم ان ہی کا ہے اور تصرف ان ہی کا ہے۔ حکم عام اور تصرفِ تام انہیں کو حاصل ہے اور نصب و عزل اور رد و قبول ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔“ (انتمی مترجماً۔)

آپ دادو دہش والے ہیں، روٹی کا ایک ٹکڑا اعطاؤ کریں

نائب غوث الوریٰ امام احمد رضا اکسیر اعظم کے آگے والے شعر میں یہ واضح کرتے ہیں کہ یا محبوب سجھانی غوث صمدانی! جب خوب احسان فرمانے والے اللہ (خداۓ منان) کا احسان و رحمت، مظہر رحمت آپ ہیں تو مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیں۔ اس سے زیادہ مانگنے کی ہمت و حوصلہ آپ کے اس سگ کو نہیں، البتہ مزید جو دنوں وال اور دادو دہش کی بارش کرنے والے آپ ہیں تو مجھے ایک ٹکڑا سے زیادہ مانگنے کی ضرورت کیا ہے؟ آگے کرم و سخاوت کا بادل خود ہی فیضان کی بارش بر سادے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں:

ترجمہ شعر نمبر ۱۰۲۔ حکم ہو کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا امیری جانب ڈال دیں۔ سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے، مزید دادو دہش کی بارش کرنے والا تو ہے۔

اور اس کی تشریح کرتے ہوئے ”مجیر معظم“ میں خامہ فرسا ہیں:

قول ۲۵۔ قلت: پارہ نانے، اخ۔ اقوال: یہ ان دینی و دنیوی خیرات و برکات

سے کنایہ ہے، جن کی جانب اس گدا کا دل پیاسا ہے۔ جیسے کتوں کی چاہت والی نظر روٹی کے ایک ٹکڑے سے بند ہو جاتی ہے کہ وہی ان کی ہمت کی انتہا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکار کی نعمتیں اور عطا نئیں بے پایاں ہیں، ہر ایک دوسری سے بالا و بہتر، لیکن طلب کا داعیہ علم و آگہی سے پیدا ہوتا ہے اور مجھوں مطلق کا خیال کم ہی آتا ہے،

ع فکر ہر کس بقدر ہمت او سست

(ہر ایک کی سوچ اس کے حوصلے کے بقدر ہوتی ہے)۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ لوگ بہشت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے اس لیے کہ حق عز و جل ہر جمعہ کو انہیں اپنے دیدار سے نوازے گا اور اجازت دے گا کہ جو چاہیں آرزو کریں۔ یہ (سوچیں گے) کہ اپنے رب سے کیا طلب کریں، علماء کی جانب رخ کریں گے، اور ان کے سکھانے بتانے سے تمنا نئیں کریں گے۔ پس علماء سے نہ دنیا میں بے نیازی ہے، نہ آخرت میں۔ یہ حدیث کا مضمون ہے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان علماء کے افضل واجل افراد سے ہمارے سرکار معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تو ان سے روگرداں نہ ہوگا مگر وہی جو بہت بڑا بد بخت ہے۔
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ابن عساکر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہمما سے، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ ”اہل جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے۔ وہ یوں کہ انہیں ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا، تحقق تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جو چاہو بمحض سے تمنا کرو، تب وہ علماء کی جانب متوجہ ہوں گے۔ علماء کہیں گے، رب سے یہ تمنا کرو! تو وہ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے جیسے دنیا میں ان کے محتاج ہیں۔“

میری روزی کا ذریعہ آپ ہی ہیں

درج بالاشعر میں محب غوث الوری امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور غوث اعظم سے روٹی کا طکڑا مانگا، اب اس سوال کی تکمیل کے لیے آپ کی بارگاہ میں بڑی منت و سماجت کے ساتھ مزید سوال کر رہے ہیں۔ فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

ترجمہ شعر نمبر ۱۰۳۔ میں سگ (کتا) ہو کر تیری گلی سے باہر کہاں جاؤں جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ (کتا) کی روزی کا ذریعہ بھی تو ہی ہے۔ اور اس کی شرح یوں کی:

قول ۲۶ قلت: وجہ نا توئی۔ اقول: اس مضمون سے متعلق تشفی بخش دلائل گزر چکے لیکن دعوے کی تائید اور مدعای کی تقویت کے لیے ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں اور اس مبارک شرح (مجیر معظم) کو اسی حدیث کے مقدس الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

امام طبرانی ”معجم کبیر“ میں حضرت عبادہ بن صامت انصاری علیہ رضوان الباری سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسیلہ نے فرمایا: ”ابدال میری امت میں تیس ہیں، ان ہی سے زمین قائم ہے، ان ہی سے تمہیں بارش عطا ہوتی ہے، اور ان ہی سے تمہاری مدد کی جاتی ہے“۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ”ان ہی سے لوگوں کو روزی دی جاتی ہے“۔ اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ اور

یہ معلوم ہے کہ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے امام و مرجع اور سردار و پناہ گاہ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم۔

اے اللہ! اے عبد القادر کے معبود، اے عبد القادر کے رب، اے عبد القادر کے مالک، اے عبد القادر کے مُنْتَعِم! میں تجوہ سے عبد القادر کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں: تو ہم پر عبد القادر کے طفیل رحم فرماء، عبد القادر کے طفیل ہماری نصرت فرماء، عبد القادر کے طفیل ہمیں رزق عطا فرماء، عبد القادر کے طفیل ہمیں عافیت مرحمت فرماء، عبد القادر کے طفیل ہمیں معاف فرماء، عبد القادر کے طفیل ہمیں قبول فرماء، ہمیں عبد القادر عطا فرماء، اور ہمیں عبد القادر کے طفیل عبد القادر کا جوار عطا فرماء۔ آمین (قبول فرماء) اے عبد القادر کے سید و آقا عبد القادر کی وجاہت کے طفیل۔

اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو عبد القادر کے جد گرامی (رسولِ اکرم) پر اور جد عبد القادر کی آل پر، (یہاں جد بمعنی نانا ہے) جد عبد القادر کے اصحاب پر، اور عبد القادر پر، عبد القادر کے مشائخ پر، عبد القادر کے مریدین پر، عبد القادر کے اصول پر، عبد القادر کے فروع پر، اور اس بندہ گنہ گار بندہ عبد القادر پر، (یہاں بندہ غلام کے معنی میں ہے اور اس سے مراد یہاں پر امام احمد رضا ہیں) آمین برحمتك يا ارحم الراحمين (اپنی رحمت سے قبول فرماء، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے) محمد عبد حسین قادری نوری بن الحاج مولانا شیخ محمد یوسف قادری رضوی حامدی کہتا ہے کہ یہ نہایت جامع اور پرمغز دعا ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مانگی

ہے، یہ تو اس کا ترجمہ ہے، اصل دعا عربی میں ہے۔ عربی ذوق رکھنے والوں کے لیے ہم اصل عبارت بھی نقل کرتے ہیں، تاکہ اس کی چاشنی سے فارسین بھی محفوظ ہوں۔ اور چاہیں تو وہ بھی ان الفاظ میں دعا کریں، یہ فقیر قادری بھی قادری دولہا، عاشق غوث الوری امام احمد رضا ہی کی آواز میں آواز ملا کر اپنے کرم فرمانے والے مولی اللہ بتارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتا ہے، وہ اپنے اس بندے کی طرف سے بھی ان کے طفیل ضرور قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ کہ وہ مجیب الدعوات ہے۔

اللَّهُمَّ إِيَا إِلَهِ الْعَبْدِ الْقَادِرِ، يَا رَبَّ عَبْدِ الْقَادِرِ، يَا مَالِكَ عَبْدِ
الْقَادِرِ، يَا مُنْعِمَ عَبْدِ الْقَادِرِ، أَسْأَلُكَ بِعَبْدِ الْقَادِرِ، فَارْحَمْنَا بِعَبْدِ
الْقَادِرِ، وَانْصُرْنَا بِعَبْدِ الْقَادِرِ، وَارْزُقْنَا بِعَبْدِ الْقَادِرِ، وَعَافِنَا بِعَبْدِ
الْقَادِرِ، وَغُفْنَا بِعَبْدِ الْقَادِرِ، وَتَقَبَّلْنَا بِعَبْدِ الْقَادِرِ، وَهَبْنَا لِعَبْدِ
الْقَادِرِ، وَهَبْ لَنَا بِعَبْدِ الْقَادِرِ جَوَارَ عَبْدِ الْقَادِرِ، آمِينٌ يَا سَيِّدَ عَبْدِ
الْقَادِرِ، بِجَاهِ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى جَدِّ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَالِّ
جَدِّ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَصَاحِبِ جَدِّ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَعَلَى عَبْدِ الْقَادِرِ،
وَمَشَائِخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَمُرِيدِي عَبْدِ الْقَادِرِ، وَأُصُولِ عَبْدِ
الْقَادِرِ، وَفُرُوعِ عَبْدِ الْقَادِرِ، وَعَلَى هَذَا لَعْبِدِ الْأَثِيمِ عَبْدِ عَبْدِ الْقَادِرِ،
آمِينٌ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (وَيَقُولُ عَبْدُكَ مُحَمَّدٌ عَابِدٌ
حَسِينٌ الْمَحْمَدِيُّ الْقَادِرِيُّ الْبَرَكَاتِيُّ النُّورِيُّ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا أَكْرَمَ
الْأَكْرَمِينَ)

غور فرمائیے: امام احمد رضا قدس سرہ نے مذکورہ لا جواب دعا میں پچیس (۲۵) بار لفظ ”عَبْدُ الْقَادِر“ کا استعمال کیا ہے۔ اور یہ کتاب کے خاتمہ میں ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ کی وفات شریفہ یعنی خاتمہ اور عرس شریف کی تاریخ بھی پچیس (۲۵) ہے یعنی ۲۵ صفر المظفر ۳۲۰ھ۔ گویا سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و شخصیت لکھنے پر امام احمد رضا کا خاتمہ بالخیر بھی ۲۵/۲۵ کے عدد پڑھوا، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امام احمد رضا نے حضرت غوث الوری کے برکات و خیرات اور صدقات سے خط و افر پایا ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اکسیر اعظم کے مذکورہ شعر میں حضور غوث اعظم سے استغاثہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ”سگ کی روزی کا ذریعہ تو ہی ہے“، اس سے یہ ذہن نشیں کرنا چاہئے کہ آپ کو صرف وسیلہ و ذریعہ ہی سمجھ کر امام احمد رضا نے پکارا، اور ان کی بارگاہ میں فریاد کی، بلاشبہ معطی حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو وہ جانتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقامات پر اور خود یہاں مجیر معظم کے خاتمہ میں آپ کا وسیلہ دے کر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں دعا و استغاثہ کیا ہے اور کہا ہے کہ: ”يَا اللَّهَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْخَ

امام احمد رضا حضور غوث اعظم کے مهمان ہیں

ہاں اکسیر اعظم کے شعر کے مذکورہ مضمون کی طرف ذہن و فکر کو پھر سے متوجہ کیجئے، رضا بریلوی نے کہا تھا کہ یا غوث اعظم! میں آپ کا سگ ہوں، پھر آپ قادر اور آپ کی گلی چھوڑ کر کہاں جاؤ؟ جب کہ سگ کی روزی کا ذریعہ آپ

ہی ہیں اب آئیے دیکھیں کہ وہ آگے کیا کہتے ہیں اور کس طور سے انہیں وسیلہ خیرات و برکات سمجھتے اور ان سے مانگتے ہیں؟ کیسا سرمایہ بخشش سمجھتے ہیں؟؟ پھر یہ بھی دیکھیں کہ رضا تو خود کو اپنے آقا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار کا سگ (کتا) سمجھتے ہیں مگر دریفیض پران کی خاطرداری یوں ہوتی ہے کہ ندا آتی ہے، مر جبا، مر جبا، خوب خوب! اے احمد رضا آؤ، بیٹھو، تم سگ نہیں ہو، تم تو مہمان ہو، اور مہمان کی دل جوئی کی جاتی ہے، اس کی خاطر تواضع کی جاتی ہے، اس کو خوب نوازا جاتا ہے، لو یہ کھاؤ اور یہ داد دہش پاؤ۔ چنانچہ رضا بریلوی اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

شعر نمبر ۱۰۳۔ دروازہ کھلا ہوا، دستِ خوان بچھا ہوا، کتا بھوکا ہے، بادشاہِ کریم ہے، تو جانے کی بات کیا ہے؟ جب کہ بلانے بھگانے کا مختار تو ہے۔

۱۰۵۔ دور بیٹھتا ہوں، زمین چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تیرے خیال میں بند کرتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تو احسان فرمانے والا ہے۔

۱۰۶۔ اللہ ہی کے لیے عزت ہے (لہٰذ العزة) ہندی کتا (سگ ہندی) اور تیری گلی میں باریابی؟ ہاں اے محبوب! تو ان کا فرزند ہے جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں (شعر میں اصل لفظ ”ابنِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ ہے) یعنی رحمة للعالمين
صلوات اللہ علیہ کافر زند، شہزادہ)

۱۰۷۔ تیرے دریفیض پر ہر سگ کی یوں خاطرداری کرتے ہیں، مر جبا، خوب خوب!
آؤ بیٹھو، سگ (کتا) نہیں ہو، تم مہمان ہو

۱۰۸۔ اگر میری آواز نے تیرے خادموں کو پریشان کیا، تو جب درماں (دوا و علاج) تو ہی ہے تو چپ رہنے والے اہل درد کو پسند نہ کر۔

۱۰۹۔ مجھ پر افسوس! تو جلوہ فرمائے اور میرے ساتھ ”میں“ رہ جائے (ایسا کیوں کر) مجھ سے ”میں“ لے اور اس کی جگہ میرے دل میں ”تو ہی تو“ رکھ دے۔

فقیر قادری نوری کہتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے آقا، محبوب سجھانی! مجھ پر اور میرے دل پر آپ نے تخلی فرمادی ہے اور اس جلوہ تخلی کے بعد بھی میرے دل میں ”میں“ رہ جائے، میرے اندر ”خودی“ رہ جائے، یہ میرے لیے افسوس کی بات ہوگی۔ جب آپ نے جلوہ فرمادیا، تخلی دل میں آچکی، میرا دل آپ کے نور و تخلی سے روشن و محلی ہو چکا تو اتنا سا اور کرم فرمادیجئے کہ میرے دل سے میرا ”میں“ ختم ہو جائے اور اس میں ”تو ہی تو“ رہے۔ میں آپ کی تخلی میں ایسا گم ہو جاؤں کہ میں خود کو بھی بھول جاؤں اور تو ہی تو نظر آئے۔ ایک محب کو محبوب کے تعلق سے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا کہ کسی نے کہا

من تو شدم، تو من شدی، من تن شدم، تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازاں میں من دیگرم تو دیگری

غوث اعظم سرمایہ بخشش ہیں، قادریت نے ہمیں باغِ خلد میں پہنچا دیا

۱۱۰ رویں شعر کے آئینے میں

حضرت رضا بریلوی اور دیگر قادریوں کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے بخشش فرمائی اور باغِ خلد یعنی

جنت میں مفت میں پہنچا دیا۔ اس طرح نسبت مجازی کا لحاظ کریں تو یہ کہا جائے گا کہ نسبت قادریت نے یا قادری ہونے نے یا شیخ عبدالقادر کے غلام و مرید ہونے نے رضا اور دیگر قادریوں کو مفت میں باغِ خلد میں پہنچا دیا یا مفت میں باغِ خلد جنت دیدیا، اس لیے کہ حضور غوث اعظم مایہ غفران ہیں، سرمایہ بخشش ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہمارے سفارشی ہیں، وہ بہترین وسیلہ ہیں، وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے مقرب ولی ہیں کہ وہ ان کی دعا میں قبول فرماتا، رد نہیں فرماتا ہے۔ وہ ہمارے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ سے بخشو اکر جنت بھیجوائیں گے۔

یاد رہے کہ اس سے قبل ۱۸۶۰ء میں رضا بریلوی حضور غوث اعظم کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ تم ہی میرا مایہ غفران (یعنی سرمایہ بخشش) ہو۔ اسی لیے رضا بریلوی یہاں کہتے ہیں:

۱۱۰۔ قادریت نے رضا کو باغِ خلد مفت میں دے دیا، کیا میں نہیں کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایہ بخشش تو ہے۔ (یعنی آپ کے غلام ہونے نے رضا کو باغِ جنت میں پہنچا دیا اسی لیے تو میں نے کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایہ بخشش تو ہے) شعری ہے۔

قادری بودن رضا را مفت باغ خلد داد من نمی گفتم کہ آقا! مایہ غفران توئی
مجھر معظم کے اختتام پر مذکورہ جامع دعا کے بعد رضا بریلوی مسودہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

”الحمد لله! سال گز شتنمہ ۱۴۰۳ھ میں با غبانِ قلم نے اس تحریر کا پودا زمین
تسوید میں لگایا (۱۴۰۳ھ میں اس شرح کا مسودہ تیار ہو گیا) اور جیسے مدحیہ قصیدہ
متن کی طباعت کا وقت نہ آیا، اسی طرح شرح بھی طاق نسیان پر رہی۔

اموال کچھ دوسرے رسائل مقتضائے وقت کے لحاظ سے زیادہ اہم اور
مفید نظر آئے ان کی تصنیف و تالیف میں قلم پے در پے مخرا م رہا۔ جب ان سے
فارغ ہوا تو گلشنِ خاطر میں اس نہالِ مراد کی یاد آوری کی ٹھنڈی ہوا پھر چلی، یہاں
تک کہ ۲۸ ربیعہ ۱۴۰۳ھ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ کچھ تازہ مضامین کے
اضافے کے ساتھ بار آور ہو کر اور پھول ہی پھول بنانے کر چمن چمن گشت کرتی گئی۔
اور ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اول و آخر اور ظاہر و باطن میں خداۓ تعالیٰ متن و
شرح کو صاحبِ مدح (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاهت کے صدقے
قبول فرمائے آمین۔

الحمد لله! اس کتاب ”ثناۓ غوث اعظم بزبان مجد اعظم“ کا مسودہ بھی
بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مبارکہ مورخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۱۳ء کو پایۂ تمکیل کو پہنچا۔

رضا کی ایک نادر تحریر

حضور غوث اعظم کا رتبہ تمام اولیا سے بلند ہے

قصیدہ اکسیر اعظم کے ۹۵ رویں شعر کے ضمن میں ”مجیر معظم“ کے قول نمبر ۲۸ کے تحت تمام اولیاے کرام پر سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضليت کے ثبوت پر کافی دلائل گزرا چکے ہیں، فقیر کی کاوش ”مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا“ میں بھی اس تعلق سے شرح و بسط کے ساتھ دلائل پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس مسئلہ کو علامہ ابن عابدین شامي قدس سرہ کی تصنیف جلیل رد المحتار کی جلد اول کا نسخہ جو اعلیٰ حضرت کا اپنا مملوکہ تھا، جس پر انہوں نے جدا المختار کے نام سے حاشیہ لکھا، اس کے آخر کے منسلک صفحات پر بھی دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کو اجاگر کیا ہے۔

”اکسیر اعظم“ ماہ مبارک ربیع الآخر (ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ کا کلام ہے اور اس کی شرح ”مجیر معظم“ کا مسودہ ۱۳۰۳ھ میں معرض وجود میں آیا۔ جب کہ کچھ تازہ مضامین کے ساتھ اس کی تبیض ۲۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ جمعہ کو بعد نماز جمعہ صفحہ قرطاس پر آئی۔ اور رضا بریلوی کی یہ تحریر ۲۰ رمضان ۱۳۰۲ھ شب کو وجود پذیر ہوئی اس لحاظ سے واضح ہے کہ اس مسئلہ کو شرح و بسط کے ساتھ واضح کرنے والی درج ذیل تحریر انيق اکسیر اعظم کے معرض تحریر میں آنے اور مجیر معظم کے مسودہ کا جامہ پہننے کے درمیان کی ہے۔ اکسیر اعظم اور مجیر معظم کی طرح یہ تحریر بھی فارسی

زبان میں ہے۔ یہ سب سے پہلے ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، عظم گڑھ، بابت مارچ ۱۹۸۷ء کے شمارے میں مولانا محمد احمد مصباحی صاحب کے ترجمے کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ پھر دوبارہ مجید معظم مترجم کے آخری اوراق کے ساتھ بھی مسلک ہو کر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ حضرت رضا بریلوی کی تحریر بھی نہایت قیمتی اور کافی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے نفعِ قارئین کے لیے اس تحریر کو بھی ہم شاملِ کتاب کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ رضا بریلوی کی تحریر کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں!

اویا کے درمیان غوث اعظم کا رتبہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ”قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ“ (میرا یہ قدم خدا کے ہروی کی گردن پر ہے) کے متعلق قائل کا کہنا ہے کہ اس ارشادِ ہدایت بنیاد کو صرف اسی زمانہ مبارک کے اویا کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے۔ اور ارشادِ عالیٰ کے معنی یہ ہیں ”میرے زمانہ کے ہروی کی گردن پر میرا قدم ہے“، اس ارشاد کو تمام اویاے متقد میں و متاخرین کے لیے عام کرنا جائز نہیں اور یہ معنی لینا درست نہیں کہ ”اویاے متقد میں و متاخرین میں سے ہر ایک کی گردن پر میرا قدم ہے“۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس لیے کہ متقد میں میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ اور تمام اویاے امت پران کی تفضیل (انھیں سب سے افضل قرار دیا جانا) قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور متاخرین میں حضرت سیدنا امام مہدی ہیں، جن کی تشریف آوری کی خبر مصطفیٰ ﷺ نے دی، اور انھیں ”خلیفۃ اللہ“ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہ ان ساری باتوں کا خلاصہ ہے جو اس قائل نے کہا۔

جواب

اقول و بالله التوفيق۔ میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے۔
تمہیدی مقدمے:

(۱) وہ تمام حضرات جن کے اتفاق سے اجماع قطعی منعقد ہوتا ہے، اس مسئلہ پر
اجماع رکھتے ہیں کہ ”کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے، جب تک ظاہر
سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔“

(۲) اور تاویل بے دلیل قابل اعتبار نہیں، ورنہ تمام نصوص، اور خصوصاً عموم رکھنے
والے اقوال سے امان اٹھ جائے، کیوں کہ بے دلیل تاویل توہنچ میں ہو سکتی ہے
اور اسی طرح ہر عام کو خاص کر دنیا ممکن ہے۔

(۳) وہ تخصیص جو ضرورت ثابت ہو بس قدر ضرورت تک محدود رہے گی۔ اسے
جائے ضرورت سے آگے بڑھانا، حد سے تجاوز اور تعدی ہے۔

(۴) عقلی و عرفی تخصیصات اور ایسے ہی ہر وہ تخصیص جو اس حد تک ذہنوں میں
جی ہو کہ اس کے اظہار و بیان کی قطعاً حاجت نہ ہو، یہ سب شمارہ تخصیص سے خارج
ہوں گی، یہاں تک کہ (وہ عام جس سے کوئی فرد خاص نہ کیا گیا ہو قطعی ہوتا ہے، اور
جس عام سے تخصیص کر دی گئی ہو ظنی ہو جاتا ہے، مگر) ایسی بے ضرورت تخصیص
عام غیر مخصوص منہ البعض کو (عام مخصوص منہ البعض بنابر) درجہ قطعیت سے نپھے
(مرتبہ ظدیت میں) اتارنے کے قابل ہرگز نہ ہوگی۔ ان تمام باتوں پر فتن اصول
میں برہان قائم ہو چکی ہے۔

تخصیص صحابہ کی بحث

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں جس طرح امتیوں کے باہم ایک دوسرے سے افضل ہونے کا ذکر ہوتا نبیا علیہم السلام بے تخصیص مخصوص ہوں گے (اور کسی امتی کے سب سے افضل ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ دوسرے امتیوں سے افضل ہے، نہ یہ کہ حضرات انبیا سے بھی افضل ہے)۔ اسی طرح جب اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی درجات کے تفاوت کا بیان ہوتا ہے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے استثنائی مستثنی رہیں گے۔ (اور کسی ولی کی افضليت کا یہی مطلب ہو گا کہ وہ دوسرے تمام اولیاء سے افضل ہے، نہ یہ کہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہے)۔ اس لیے کہ مومنین کے عقیدے میں یہ بات راخ ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام تمام امت سے افضل ہیں، اور ان کے بعد کے کسی شخص کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے رنگ میں خیارِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی مستثنی رہیں گے، اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو میرے زمانے والوں سے متصل ہیں پھر وہ جوان سے متصل ہیں۔

اور سارا جھگڑا اُس سے ختم ہو جاتا ہے جو علماء ہند کے شیخ الشیوخ، شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا۔ اللہ ہم پر ان کی برکتوں کا فیضان عام کرے اور ان کے علوم و افادات سے ہمیں دونوں جہان میں

نفع بخشش (شیخ محقق کا افادہ یہ ہے) کہ

”عِرْفًا لفظ اولیاء اللہ اسی طرح عرفًا واصلین، سالکین، اور مشائخ کے الفاظ کا اطلاق صحابہ و تابعین کے علاوہ بزرگوں پر ہوتا ہے۔ بارہا سنا ہو گا کہ یہ ہے اور وہ ہے صحابہ اور تابعین اور اولیاء امت اور علمائے ملت کا مذہب۔ اگرچہ صحابہ و تابعین خود اولیاء و علماء بلکہ علماء اولیاء کے سردار تھے۔“

حاصل بحث یہ کہ جب عرفًا اولیاء کا اطلاق صحابہ و تابعین پر نہیں ہوتا تو لفظ ”کُلٌّ وَلِيٌّ اللّٰهِ“ سے ان حضرات کو خاص کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ لہذا حضرات صحابہ کا ذکر کر کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی تعمیم ختم کرنے کا عزم اور اس کے عموم کی قطعیت زائل کرنے کا قصد ایک ”ہوس خام“ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

تحصیص سیدنا امام مہدی کا جواب

رہی سیدنا امام مہدی کی بات، اللہ تعالیٰ ہم کو انھیں دوست رکھنے والوں میں سے بنائے۔ میں کہتا ہوں اور میرا رب مجھے بخشش!

(۱) کسی کو کسی سے افضل قرار دینے کا معاملہ سمعی، اور کسی نص معتبر کے سننے پر موقوف ہے، عقلِ محض کو اس میں دخل نہیں، کیوں کہ افضلیت کا دار و مدار قربِ خداوندی کی خصوصیت پر ہے، اور عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے، جب تک کسی دلیل سمعی کا سہارا نہ ہو۔ اور سیدنا امام مہدی کے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ جو ثبوتِ دلیل کا مدعی ہو دلیل

پیش کرے۔ اور جب دلیل نہیں تو افضلیت کا ثبوت بھی نہیں۔

(۲) اور یہ بات کہ مصطفیٰ ﷺ نے آمد سیدنا امام مہدی کی بشارت دی، تو میں کہتا ہوں کہ آمدِ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی بشارت دی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدتنا بتوں زہرا سے فرمایا: تم دونوں سے بہت سی طیب و پاکیزہ اولاد پیدا فرمائے گا۔ حضور غوث اعظم بھی ان کی اولاد طیبہ میں ہیں۔ لہذا یہ بشارت انھیں بھی شامل ہوگی۔

(۳) شاید قائل کی مراد یہ ہے کہ سیدنا امام مہدی کے نام کی تخصیص اور حالات کی تفصیل کے ساتھ سرکار نے بشارت دی ہے اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تفصیلی بشارت نہیں، تو میں کہتا ہوں بشارت تفصیلی بھی مبشرہ (جس کے بارے میں بشارت دی گئی ہے) اس کو دوسرے سے افضل قرار دینے کی موجب نہیں۔ پہلے کی آسمانی کتابوں میں حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلافت سے متعلق ان کے دوسرے فضائل و مناقب کے ذکر کے ساتھ بشارت آئی ہے، جیسا کہ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے۔ مگر یہ تفصیلی بشارت ہرگز سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہزاروں ان مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے افضل قرار دینے کا باعث نہیں، جن کا تذکرہ کتب سابقہ میں کسی جگہ بھی ان کے نام و نشان کی خصوصیت کے ساتھ سننے میں نہیں آیا۔

(۴) رہی یہ بات کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ اللہ ہوں گے۔

اقول:- بسر و چشم۔ مگر یہ خلافت الہیہ بہت واسطوں کے توسط سے ہو گی براہ راست نہ ہو گی، کہ افراد انسان میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں، سوا حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم کے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ براہ راست ہیں، اور ان کے علاوہ حضرات ان ہی کے خلیفہ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اکبر سید العالمین ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔ اور ان کے خلفاء ظاہری و باطنی ابو بکر پھر عمر، پھر عثمان پھر علی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور حضرت مہدی جو خلیفہ ہوں گے وہ درحقیقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہیں۔ بلکہ صحابہ کرام کے محاورات سے معلوم ہے کہ ”خلیفہ رسول اللہ“، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جناب صدقیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے۔ جب فاروق اعظم کرسی قیادت پر جلوہ گر ہوئے تو صحابہ نے چاہا کہ انھیں خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہیں۔ حضرت فاروق نے یہ تطویل ناپسند کی کہ مجھ کو خلیفہ خلیفہ کہیں میرے بعد والے کو۔ خلیفہ کے خلیفہ کا خلیفہ، پھر اسی طرح بعد میں آنے والوں کے لیے اضافتوں کا سلسلہ دراز کرتے جائیں، لہذا انہوں نے ”امیر المؤمنین“ کا لقب وضع فرمایا۔ مختصر یہ کہ خلافت الہیہ حضرت مہدی کو ہے، مگر براہ راست نہیں بلکہ بواسطے۔ اور اس معنی میں تو جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خلافت حاصل ہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ اور یہ بات کہ امر خلافت حضور غوث اعظم کے لیے حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ظہور پر نور تک ہے پھر حضرت مہدی کا سکھ راجح ہو گا اور بازار، بازارِ سیدنا مہدی ہو گا۔

اقول: اسی طرح یہ منصب منتقل ہوتا آیا ہے حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحمیۃ سے حضرت صدیق تک، صدیق سے فاروق تک، ان سے عثمان، ان سے علی مرتضیٰ، ان سے امام حسن، ان سے امام حسین تک، پھر امام زین الدین سے بترتیب حضرت عسکری تک، اور ان کے ہاتھ میں یہ منصب سیدنا غوثِ اعظم کے ظہور تک تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اگر یہ انتقالِ امر خلافت، منتقل ایہ (جس کے پاس منتقل ہو کر آیا ہے، اُس) کو افضل قرار دینے کا سبب ہو تو دیکھو بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچتی ہے۔ جہالت عجیب بلا ہے کہ قائل خلافت و نیابت کے اس طرح منتقل ہونے کو یہ سمجھتا ہے کہ ایک سے خلافت سلب ہو جائے گی اور اسے معزول کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے کی طرف یہ خلافت منتقل ہو گی، جس سے یہ گمان کر لیا کہ یقیناً بعد والاخیفہ معزول شدہ خلیفہ سے افضل ہو گا۔ **و لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم او رجب ايسانہیں تو تفضیل کیسی؟**

فقیر نہیں کہتا کہ حضرت مہدی کا مفضول ہونا قطعی ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ حضرت غوثیت پر ان کی تفضیل معلوم نہیں تو ان کا نام پیش کر کے حضور غوث پاک کے ارشاد مذکور (میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردان پر ہے) کی کلیت پر کیوں نقض و اعتراض وارد کیا جا سکتا ہے۔

ساری چنیں و چنان کے بعد آخری بات بس یہ کہی جا سکتی ہے کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منه البعض ہے (یعنی ایسا عام ہے جس سے بعض افراد خاص کر دیئے گئے ہیں) تو اس سے صرف ان ہی افراد کو خاص کیا جائے گا جن کی تخصیص پر

دلیل قائم ہو، اور دوسرے سارے افراد میں یہ ارشادِ کرامی اپنے عموم پر جاری رہے گا۔ جیسا کہ قاعدہ معروفہ ہے، نہ یہ کہ ان معمولی تخصیصات کی پناہ لینے کو خود اپنی طرف سے ایک عظیم تخصیص کر ڈالیں، جس کی بنیاد ہرگز کسی دلیل پر قائم نہیں۔ پس حق یہ ہے کہ کلام کو ظاہر پر محمول رکھیں، اور عموم پر جاری کریں، ہاں اگر تخصیص کریں تو صرف اس کی جو کسی دلیل سے مخصوص ہو۔ وَالْعِلْمُ بِالصَّوَابِ عِنْدَ الْمَلِكِ الْجَلِيلِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

تحریر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک

شب شنبہ ۱۳۰۲ھ۔

اکسیر اعظم

۱۳۰۵ھ

قصیدۃ مجیدۃ مقبولۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فی منقبۃ سیدنا
الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبۃ میں ایک قصیدۃ شریفہ جو مقبول ہے
اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔

مطلع تشبیب و ذکر عاشق شدن حبیب

تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ

۱۔ اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشہ داماں توئی
دامن افسانی وجاں بار د چرا بے جاں توئی
تم وہ ہو جس کے ہر گوشہ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوتی ہیں،
دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جان نظر آرہے ہو؟

۲۔ آں کدا میں سنگ دل عیارہ خوں خوارہ
کر غمش با جان نازک در تپ ہجراء توئی
وہ کون سا سنگ دل خوں خوار عیار ہے، جس کے غم کے باعث ایک
نازک جان رکھتے ہوئے تم درد فراق میں بنتا ہو۔

- ۳۔ سروناز خویشتن را بركه قمری کردا
 عندلیب کیستی چوں خود گلِ خنداب توئی
 اپنے سروناز کو کس پر قمری بنار کھا ہے؟ تم کس گل کے بلبل ہو جب کتم
 خود شلغفتہ پھول ہو؟
- ۴۔ ہم رخاں آئینہ داری ہم لباں شکرخن
 خود بخود در نغمہ آئی باز خود حیراں توئی
 تمھارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن۔ اس لیے خود نغمہ سرا ہوتے
 ہو پھر خود ہی حیرت میں پڑ جاتے ہو۔
- ۵۔ جوے خون نرگس چہ ریز دگر نچشماءں نرگسی
 بوے خون از گل چہ خیز دگر بہ تن ریحاں توئی
 اگر تمھاری آنکھیں نرگس ہیں تو نرگس سے خون کی نہر کیسے روائ
 ہے؟ اگر تمھارا بدن پھول ہے تو پھول سے خون کی بو کیسے آ رہی ہے؟۔
- ۶۔ آں حسینستی کہ جانِ حسن می نازد بتو
 می ندانم از چہ مرگِ عاشقی جو یاں توئی
 تم وہ حسین ہو جس پر حسن کی جان ناز کرتی ہے۔ نہ معلوم کیوں تم
 ”موتِ عشق“ کے طلب گار ہو؟
- ۷۔ نوغزالِ کمسنِ من سوے ویراں می رمی
 یچ ویرانہ بود جائیکہ در جولاں توئی

میرے کمسن اور نو خیز غزال تم ویرانے کی طرف بھاگے جارہے ہو، جہاں
تمہاری جولانی ہو وہ جگہ کوئی ویرانہ ہوگی؟

۸۔ سینہ حسن آباد شدت سم نمانی در دلم

زاںکہ ازو حشت رسیدہ در دل ویراں توئی
دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ "حسن آباد" ہو گیا۔ اب مجھے ڈر ہے کہ
میرے دل میں نہ رہو، اس لیے کہ تم جس وحشت و ویرانی کو دیکھ کر اُس میں آئے
تھے وہ نہ رہی۔

۹۔ سو ختم من سو ختم اے تاب حست شعلہ خیز

آتشت در جاں بیا ز دخود چرا سوزاں توئی
جل گیا میں جل گیا تمہارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے، تمہاری آتش
حسن میری جان سے کھیلتی ہے پھر تم خود کوس لیے جلا رہے ہو؟
۱۰۔ ایں چتینی اے کہ ماہت زیر ابر عاشقی ست

آہ اگر بے پردہ روزے بر سر لمعاں توئی
تمہارا چاند عشق کے بادل میں ہے تو تمہارا یہ حال ہے، آہ! اگر کسی دن
بے پردہ تمہاری درخشانی ہو تو کیا حال ہوگا؟

۱۱۔ سینہ گر بر سینہ ام مالی غمت چینم مگر

دانم انہم از غرض دانی کہ بس ناداں توئی
اگر میرے سینے سے سینہ ملا و تو میں تمہارا غم چن لوں، مگر میں جانتا ہوں

کہ تم اسے بھی ”غرض“، جانو گے اس لیے کہ بہت ناداں ہو۔

۱۲۔ ماہ من مہ بندہ آت مہ راچہ مانی کا ایں چنیں

سینہ و قفِ داغ و بے خواب سرگردان توئی

میرے چاند! چاند تو تمہارا غلام ہے پھر چاند کی مشا بہت کیوں اختیار کر رکھی
ہے کہ سینہ داغِ عشق کے لیے وقف ہے اور خواب و آرام چھوڑ کر سرگردان ہو۔

۱۳۔ عالم لگستہ بناز، ایں جاچہ ماندی در نیاز

کا فرم افتنه را آخر ہماں فتاں توئی

ایک جہاں کو اپنے ناز سے مارا، یہاں کیوں نیاز میں پڑ گئے، اپنے فتنے کو
کام میں لاو، آخر تم وہی فتنہ گرت تو ہو۔

۱۴۔ دامِ کا گل بہر آں صیا دخود ہم می کشا

یا ہمیں مشت پر مارا بلاے جاں توئی

زلفوں کا جاں اپنے اس صیاد کے لیے بھی پھیلاو، یا صرف ہمارے ہی
پروں کے لیے بلاے جاں ہو؟

۱۵۔ با غہا گشتم بجان تو کہ بے ماناستی

یارب آں گل خود چہ گل باشد کہ بلبل ساں توئی

میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمہاری جان کی قسم! تم بے مثال

ہو، یارب! وہ گل کیسا گل ہو گا جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔

۱۶۔ من کہی گریم سزا مے من کہ رویت دیدہ ام

تو کہ آئینہ نہ بنی از چہرو گریاں توئی

میرارونا تو بجا ہے اس لیے کہ تمہارا چہرہ دیکھ لیا ہے، تم تو آئینہ دیکھتے نہیں

پھر کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو؟

۷۔ یا مگر خود را بروے خویش عاشق کر دہ

یا حسیں تردیدہ از خود کہ صید آں توئی

شايدا پنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنالیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسیں

دیکھ لیا ہے جس کا شکار ہو گئے ہو؟

گریز ربط آمیز بسوے مدح ذوق انگیز

ربط آمیز گریز ذوق انگیز مدح کی جانب

۸۔ یا ہمانا پر توے از شمعِ جیلاں بر تو تافت

کا ایں چنیں ازتابش و تپ ہر دو باساماں توئی

یا شاید شمعِ جیلاں کا پر تو تم پر پڑ گیا ہے کہ ایسی روشنی اور حرارت دونوں

سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔

۹۔ آں شہے کا ندر پناہش حسن و عشق آسودہ اند

ہر دورا ایما کہ شاہا مل جا مایاں توئی

وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں، اے بادشاہ!

ذرادونوں کو اشارہ ہو، ہمارے مل جاتم ہی ہو۔

۲۰۔ حسن رنگش عشق بولیش ہر دو برو لیش نثار

ایں سرا ید جاں توئی واں نغمہ زن جاناں توئی

حسن اس کارنگ ہے عشق اس کی بو ہے دونوں اس کے رخ پر نثار ہیں،

یہ گاتا ہے ”جاں توئی“، (جان تم ہو) وہ نغمہ زن ہے ”جاں توئی“۔ (جاناں تم ہو)

۲۱۔ عشق درنازش کہتا جاناں رسانیدم ترا (۱)

حسن در بالش کہ خود شاخ ز محبو باب توئی (۲)

عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا، حسن ترقی کر کے کہتا ہے تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔

۲۲۔ عشق گفتش سیدا بر خیز و رو برا خاک بہ

حسن گفت از عرش بگزر پر تو یزاداں توئی (۳)

عشق نے کہا آقا! اٹھو چہرہ خاک پر رکھو، حسن بولا عرش سے بھی آگے

بڑھ جاؤ، تم تو خدا کا جلوہ ہو۔

الالتفات الى الخطاب مع تقرير جامعية الحسن والعشق

خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن و عشق کی جامعیت کا بیان

۲۳۔ سرورا جاں پرور احیرانم اندر کا رتو

حیرتم در تو فزوں بادا (۴) سر پنهان توئی (۵)

اے سرورا! اے روح پرور! میں تمہارے معاملے میں حیران ہوں، میری

حیرت میں اور اضافہ ہو، تم ایک پوشیدہ راز ہو۔

۲۴۔ سوزی افروزی گدازی بزمِ جاں روشن کنی

شب پا استادہ گریاں بادلِ بریاں توئی (۶)

جلتے ہو، اجالا پھیلاتے ہو، پکھلتے ہو، روح کی محفل روشن کرتے ہو، رات کو پاؤں
کھڑے رہ کر دلِ بریاں کے ساتھ گریاں رہتے ہو۔

۲۵۔ گرد تو پرواہاروے تو یکساں ہر طرف

روشم شد کنہ ہمہ روشم افروزاں توئی

تمہارے گرد پروانے ہیں، تمہارا رخ یکساں ہر طرف ہے، مجھ پر روشن
ہو گیا کہ تم ہر جہت سے شمع فروزاں ہو۔

۲۶۔ شہ کریم است اے رضامدح سر کن مطلع

شکرت بخشدا اگر طوی مدحت خواں توئی

بادشاہ کریم ہے، اے رضامدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمہیں شکر بخش گا

اگر تم طوی مدح خواں ہو۔

اول مطالع المدح

مدح کا پہلا مطلع

۲۷۔ پیر پیراں، میر میراں اے شہِ جیلاں توئی (۷)

اُنسِ جانِ قدسیاں وغوثِ اُنسِ وجاں توئی (۷)

پیروں کے پیر، میروں کے میر، اے شہِ جیلاں! تم ہو، قدسیوں کی

جانوں کے لیے اُنس اور انسانوں، جنوں کے فریادرس تم ہو،

زیب مطلع

۲۸۔ سر توئی سرور توئی سر را سر و سامان توئی
 جاں توئی جاناں توئی جاں راقر ارجاں توئی
 سر تم ہو، سرور تم ہو، سر کے لیے سر و سامان تم ہو، جاناں تم ہو، جان کے
 لیے قرار جاں تم ہو۔

۲۹۔ ظلِّ ذاتِ کبریا (۸) و عکسِ حسنِ مصطفیٰ
 مصطفیٰ خورشید و آں خورشید را المعاں توئی
 تم ذاتِ کبریا کا سایہ ہوا و حسنِ مصطفیٰ کا عکس، مصطفیٰ آفتاب ہیں اور
 اس آفتاب کی چمک تم ہو۔

۳۰۔ من رأى فقد رأى الحق گرگوئی می سزد
 زانکہ ماہِ طیبہ را آئینہ تاباں توئی (۹)
 اگر کہو کہ ”جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا“، تو بجا ہے، اس لیے
 کہ تم ماہِ طیبہ کے تابناک آئینہ ہو۔

۳۱۔ بارک اللہ نو بہار لالہ زارِ مصطفیٰ
 وہ چہ رنگ است ایں کہ رنگِ روضہ رضوان توئی
 بارک اللہ (خدا مبارک فرمائے) لالہ زارِ مصطفیٰ کے نوبہار، کیا خوب
 رنگ ہے، باغِ رضوان کا رنگ تم ہو۔

۳۲۔ جوشدار قدر تو سرو بارداز روے تو گل

خوش گلستانے کہ باشی طرفہ سر و ستان توئی

تمہارے قد سے سرو ابل رہا ہے، تمہارے رخ سے گلاب بر س رہا ہے۔

تم کتنے اچھے گلستان اور کیا خوب باغ سرو ہو۔

۳۳۔ آنکہ گویند ”اولیا را ہست قدرت ازالہ

بازگردانند تیرا ز نیم را، ایناں توئی

وہ جو کہتے ہیں کہ ”اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے وہ آدھے

راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں،“ تم وہی ہو۔

۳۴۔ از تو میریم وز تیم عیش جاویداں کنیم

جاں ستان جاں بخش جاں پرور توئی وہاں توئی (۱۰)

ہم تم ہی سے مرتے، جیتے اور دائی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے

والے، جان بخشندے والے، جان کی پرورش کرنے والے تم ہی ہو، ہاں تم ہی ہو۔

۳۵۔ کہنہ جانے دادہ جانے چوں تو دریافتیم

وہ کہ ماں چند اس گرانیم و چنیں ارز اس توئی (۱۱)

ایک پرانی جان دے کر تم جیسی جان کو آغوش میں پایا، عجب کہ ہم کس

قدر گراں ہیں اور تم کیسے ارز اس۔

۳۶۔ عالمِ امی کے تعلیمے محبت کر دہ است

لو حش اللہ! بر علومت سر و غائب داں توئی (۱۲)

عالِمِ امی نے تمہیں کتنی عجیب تعلیم دی ہے۔ تمہارے علم پر حیرت و آفریس! (۱)
تم پوشیدہ اور غائب کے جاننے والے ہو۔

فِي تِرْقِيَاتِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر

۳۷۔ قبلہ گاہِ جان و دل، پا کی زلوٹ آب و گل (۱۳)

رخت بالا بردہ از مقصورة ارکاں توئی

اے جان و دل کے قبلہ! تم آب و گل میں آلووہ ہونے سے پاک ہو،
قصرِ خاص سے بالا تر رخت سفر لے جانے والے تم ہو۔

۳۸۔ شہسوارِ مِنْ چہ می تازی کہ درگامِ خُست

پاک بیروں تاختہ زیں ساکن و گردان توئی

میرے شہسوار! تمہاری تیز روی عجیب ہے! پہلے ہی قدم میں زمین و
آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔

۳۹۔ تا پرے بخشودہ از عرش بالا بودہ

آں قوی پر باز اشہب صاحب طیراں توئی (۱۴)

اگر پروپروا ز بخشنا ہوا کوئی فرد عرش سے بھی اوپر گیا ہے تو وہ قوی پر، باز
اشہب، صاحب پروازم ہو۔

۴۰۔ سالہا شد زیر مہیز است اسپ سالا کاں

تا عنان در دست گیری آں سوے امکاں توئی (۱۵)

برسون گزر گئے سالکوں کا گھوڑا ابھی زیرِ مہیز ہے، اور تم نے ادھر لگام
ہاتھ میں لی کہ ادھر سرحد امکان پر پہنچے۔

فی کونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر الائید رک

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”رازنامہ معلوم“ ہونا

۳۱۔ ایں چہ شکل است ایں کہ داری تو کہ ظلّے برتری
صورتے بگرفتہ براندازہ اکواں توئی (۱۶)

تمہاری یہ شکل کیسے؟ تم ایک سایہ برتر ہو، مگر مخلوق کے انداز کی ایک
صورت اختیار کر لی ہے۔

۳۲۔ یا مگر آئینہ از غیب ایں سو کردہ روے

عکس می جو شد نہماں در نظر زیں ساں توئی
یا شاید آئینہ غیب نے اس طرف رخ کر لیا اس میں مخلوق کا عکس جوش
زن ہے اس لیے دیکھنے میں تم ان ہی کی طرح لگتے ہو۔

۳۳۔ یا مگر نوع دیگر را ہم بشر نا میدہ اند

یا تعالیٰ اللہ اذ انساں گرہ میں انساں توئی

یا تم ایک الگ نوع ہو مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی
ہے اور اگر اسی معروف نوع انسانی سے ہو تو اس نوع انساں پر تعالیٰ اللہ (برتر ہے
خدا) یعنی بڑا تعجب ہے۔

فی جامعیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمالات الظاہر والباطن

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جامع کمالات ظاہر و باطن ہونا

۳۲۔ شرع از رویت چکد عرفان ز پہلویت دم

ہم بہار ایں گل و ہم اب آں باراں توئی (۷۱)

شریعت تمہارے چھرے سے برستی ہے اور معرفت تمہارے پہلو سے
چمکتی ہے۔ تم اس گل کی بہار بھی ہوا اور اس بارش کا ابر بھی۔ (تم گلستانِ معرفت کی
بہار اور باراںِ شریعت کا ابردونوں ہو)

۳۳۔ پردہ برگیر از رُخت اے مہ کہ شرحِ ملتی

رُخ پوش اے جاں کہ رُمزِ باطنِ قرآن توئی (۱۸)

اپنے رُخ سے پردہ ہٹاؤ اے چاند! اس لیے کہ تم دین کی شرح ہو۔ چھرہ
چھپاؤ اے محبوب! اس لیے کہ تم باطنِ قرآن کا راز نہاں ہو۔

۳۴۔ ہم توئی قطبِ جنوب و ہم توئی قطبِ شمال

نے غلط کردم (۱۹) محیطِ عالمِ عرفان توئی (۲۰)

تم قطبِ جنوب بھی ہو قطبِ شمال بھی، نہیں! میں نے غلطی کی، تم جہاں
معرفت کے محیط ہو۔

۳۵۔ ثابت و سیارہ ہم درست و عرشِ عظمی

اہلِ تتمکیں اہلِ تلویں جملہ راسلطان توئی (۲۱)

ثابت اور سیارہ دونوں تمہارے اندر ہیں اور تم عرشِ اعظم ہو، تم اہلِ تمکین،
اہلِ تلوین دونوں کے بادشاہ ہو۔

فِي أَرْشِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْخَلْفَاءِ وَنَيَابَتِهِمْ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انبیا و خلفا کا وارث و نائب ہونا

۳۸۔ مصطفیٰ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ سلطانِ اعلیٰ جاہ و درسرا کاراؤ

نظمِ ذوالقدر بالادست والاشا توئی

مصطفیٰ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ مرتباً والے سلطان ہیں اور تم ان کی سرکار میں قدر
والے، اوپھی شان والے، بالادست ناظم ہو۔

۳۹۔ اقتدارِ کِنْ مکن حقِ مصطفیٰ رادادہ است

زیرِ تختِ مصطفیٰ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ بر کرسی دیوال توئی (۲۲)

امر و نبی کا اختیارِ حق تعالیٰ نے مصطفیٰ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کو دیا ہے، ان کے زیرِ تخت،
کرسیٰ محاسبہ پر تم ہو۔

۴۰۔ دور آخرِ نشویٰ تو بر قلب ابراہیم شد

دور اول ہم نشیں موسیٰ عمران توئی

دور آخر میں تمہاری نشوونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوئی،

دور اول میں تم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے ہم نشیں رہے۔

۴۵۔ ہم خلیلِ خوانِ رفق و ہم ذبحِ تنعِ عشق

نوحِ کشتیٰ غریبیاں خضرِ گمراہ توئی

تم خوانِ رفقِ وزمی کے خلیل بھی ہو، تنغِ عشق کے ذبح بھی، مسافروں کی
کشتوں کے نوح اور گمراہوں کے خضر بھی۔

۵۲۔ موسیٰ طورِ جلال و عیسیٰ چرخِ کمال

یوسفِ مصرِ جمال ایوب بِ صبرِ ستاں توئی

طورِ جلال کے موسیٰ، آسمانِ کمال کے عیسیٰ، مصرِ جمال کے یوسف اور شہرِ
صبر کے ایوب بھی۔

۵۳۔ تاجِ صدِ لیقی بِ سرِ شاہِ جہاں آرستی

تنغِ فاروقی بقبضہ داورِ گیہاں توئی

سرپر تاجِ صدِ لیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں تنغِ
فاروقی لیے جہاں میں انصاف کرنے والے حاکم تم ہو۔

۵۴۔ ہم دونوںِ جان و تن داری و ہم سیف و علم

ہم تو ذوالنورینی و ہم حیدرِ دوراں توئی

تم جان و تن کے دونوں بھی رکھتے ہو، تلوار اور جھنڈا بھی، اس لیے تم ذو
النورین بھی ہو اور حیدرِ دوراں بھی۔

فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاولیاء

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیاء سے افضلیت

۵۵۔ اولیا را گرگہر باشد تو بحر گوہری

ور بدستِ شاہ زرے دادند زر را کاں توئی

اولیا کے پاس اگر موتی ہے تو موتی کا سمندر تم ہو اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے تو سونے کی کان تم ہو۔

۵۶۔ واصل اراد مقامِ قرب شانے دادہ اند

شوکتِ شاں شد ز شاں و شاںِ شاں توئی
اہلِ وصل کو مقامِ قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے، ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی اور ان کی شان کی شان تم ہو۔

۷۵۔ قصرِ عارف ہرچہ بالآخر بتوم تج تر

نے ہمیں بتا کہ ہم بنیاد ایں بنیاں توئی
صاحبِ معرفت کا محل جتنا ہی بلند ہے وہ اتنا ہی زیادہ تمہارا حاجت مند ہے، نہ صرف یہ کہ تم اس محل کے معمار ہو بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی تم ہی ہو۔

فصل منه في شيء من التلميحات

فصل: افضلیت سے متعلق کچھ تلمیحات پر مشتمل

۵۸۔ آنکہ پائیش بر قابِ اولیاے عالم است

و آنکہ ایں فرمود حق فرمود باللہ آں توئی (۲۷)
وہ جس کا قدم اولیاے جہان کی گردنوں پر ہے، اور جس نے یہ فرمایا حق فرمایا، خدا کی قسم! وہ تم ہی ہو۔

۵۹۔ اندریں قول آنچہ تخصیصات بے جا کر دہ اند

از زلیل یا از ضلالت پاک ازاں بہتاں توئی (۲۸)

اس قول میں انگریز یا گرہی کی وجہ سے بعض لوگوں نے جو بے جا تخصیصات
کی ہیں تم اُس بہتان سے پاک ہو۔

۶۰۔ بہرپا یت خواجہ ہندوال شہ کیوال جناب
(”بَلْ عَلَىٰ عَيْنِي وَ رَأْسِي“، گوید آں خاقان توئی) (۲۹)

ہندوستان کے خواجہ، وہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے
تمہارے قدم کے لیے ”بَلْ عَلَىٰ عَيْنِي وَ رَأْسِي“، (بلکہ میری آنکھوں اور
میرے سر پر) کہا ایسے عظیم بادشاہ تم ہو۔

۶۱۔ درتن مردان غیب آتش زو عظمت می زنی
(”بَلْ عَلَىٰ عَيْنِي وَ رَأْسِي“، باز خود آں کشت آتش دیدہ رائیساں توئی) (۳۲)

رجال الغیب کے بدن میں اپنے وعظ سے آگ لگاتے ہو، پھر اس آگ
لگی ہوئی بھیتی کے لیے باراں بہار تم ہی ہو۔

۶۲۔ آں کہ از بیت المقدس تادرت یک گام داشت
(”بَلْ عَلَىٰ عَيْنِي وَ رَأْسِي“، از تورہ می پرسد منجیش از نقصان توئی) (۳۳)

جس کے لیے بیت المقدس سے تمہارے دروازے تک ایک قدم ہے
وہ تم سے رہنمائی کا طالب ہے اور اسے نقصان سے نجات دینے والے تم ہو۔

۶۳۔ رہروان قدس اگر آنجانہ بیندت رواست

(”بَلْ عَلَىٰ عَيْنِي وَ رَأْسِي“، زانکہ اندر حجلہ قدسی نہ درمیداں توئی) (۳۴)

بارگاہ قدس کے سالکین اگر تم کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہو سکتا ہے، اس لیے

کہ تم خاص حجرہ قدس میں ہو، میدان میں نہیں ہو۔

۶۳۔ سبز خلعت با طرازِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

آں مکرم را کہ بخشد ارنہ درایواں توئی

”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ کے نقش و نگار والی سبز خلعت اُس صاحب

اعزا ز کوکس نے عطا کی اگر محل میں تم نہ تھے۔

فصل منه: فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی مشائخ الکرام

فصل: حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے مشائخ کرام سے افضلیت

۶۴۔ گوشیوخت را تو اگفت از رہ القاء نور

کافتا باندرا شاں و مہتاباں توئی (۳۵)

تمہارے مشائخ کو القاء نور کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب ہیں

اور تم ماہِ تاباں ہو۔

۶۵۔ لیک سیر شاں بود بر مستقر وا ز کجا

آں ترقی منازل کا ندراء ہر آں توئی (۳۶)

لیکن اس کی سیر ایک مستقر پر تھی، منزلوں کی وہ ترقیاں کہاں جن میں ہر

لمحہ تم ہو۔

۶۶۔ ماهِ من لا ينبغي للشمس ادراک القمر

خاصہ چوں از ”عَادَ كَالْعُرْجُونَ“ در اطمینان توئی

میرے چاند! قمر کو پالینا آفتاب کے شایاں نہیں، خصوصاً جب کہ تم ”
پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے“ سے مطمئن ہو۔

۶۸۔ کو رِ چشم بد! چمی بامی، پری بودی ہلال
دی قمر گشتنی و امشب بدر و بہتر زاد توئی (۳۷)
بری نظر انڈھی ہو! تم کس قدر ترقی میں ہو، پرسوں ہلال تھے، کل قمر
ہوئے، آج بدر اور اس سے بھی بہتر ہو۔

فی تقریر عیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان

۶۹۔ اصفیا در جہد و توشاہانہ عشرت می کنی
نوش بادت زانکہ خود شایاں ہر سامان توئی
اسفیا مشقت میں ہیں اور تم شاہانہ زندگی گزارتے ہو، تمھیں مبارک ہو
اس لیے کہ خود ہی ہر سامان راحت کے لاائق ہو۔

۷۰۔ بلبل اس را سوز سازد، سوز ایشان کم مباد
گل رخاں را زیب زیبد، زیب ایں بستان توئی (۳۸)
بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، اس کا سوز کم نہ ہو، گل رخوں کے لیے
آرائش زیبا ہے، اور اس گلستان کی رونق تم ہو۔

۱۔ خوش خور و خوش پوش و خوش زی کو ری چشم عدو

شادِ اقلیمِ تن و سلطانِ ملکِ جان توئی (۳۹)

اچھا کھانے، اچھا سینے، اچھی زندگی والے، دشمن کی آنکھ اندھی ہونے کا

سبب! اقلیمِ بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان تم ہو۔

۲۔ کامرانی کن بکامِ دوستاں اے من فدات

چشمِ حاسد کو ربادا نوشہ ذی شاہ توئی

دوستوں کی مطلب کی مراد یہ پوری کرو، میں تم پر قربان، حاسد کی نظر

اندھی ہو، تم شان والے نوشہ ہو۔

۳۔ شادِ ذی اے نوعِ عروس شادِ مانی شادِ ذی

چوں بحمد اللہ درمشکوے ایں سلطان توئی

اے نئی عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ

اس سلطان کی حرم سرا میں ہے۔

۴۔ بلکہ لا واللہ کا نہہا ہم نہ از خود کردہ

رفت فرماں ایں چنین و تابعِ فرماں توئی (۴۰)

خدا کی قسم! یہ سب تم نے خود سے نہ کیا بلکہ ایسا ہی فرمان صادر ہوا اور تم

اس فرمان کے تابع ہو۔

۵۔ ترکِ نسبت گفتتم از من لفظِ محی الدین مخواہ

زانکہ در دینِ رضا ہم دین و ہم ایماں توئی (۴۱)

میں ترکِ اضافت کا قائل ہوں، مجھ سے لفظِ محی الدین کی خواہش نہ رکھو،
اس لیے کہ رضا کے مذہب میں تم ہی دین ہوا و تم ہی ایمان ہو۔

۶۔ ہم بدققت ہم شہرت ہم بہ نعمتِ اولیا

فارغ از وصفِ فلاں و محدثِ بہماں توئی

تم بار یکی ولطافت میں، شہرت میں اور اولیا کی صفات میں فلاں کی
تعریف اور فلاں کی ستائش سے بے نیاز ہو۔

تمہید عرض الحاجت

عرض حاجت کی تمہید

۷۔ بنوایاں رانوے ذکرِ عیشت کردہ ام

زارِ نالاں را صلاے گوش بر افغان توئی

بنواؤں کے لیے میں نے تمہارے ذکر حیات کا سامان کر دیا ہے،
نا تو اں فریادی کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار تم ہو۔

۸۔ چارہ کن اے عطاے بن کریم ابن الکریم

ظرفِ من معلوم و بیحد و افر و جوشان توئی

اے فرزندِ کریم ابنِ کریم کی عطا! کوئی تدبیر کر، میرا اظرف معلوم ہے اور تو
بے حد فراواں اور جوش زن ہے۔

۹۔ باہمیں دستِ دوتا و دامنِ کوتا و تنگ

از چہ گیرم در چہ نہم بس کہ بے پایاں توئی

میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ و کوتاہ دامن، کس سے لوں؟

کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے۔

۸۰۔ کوہ نہ دامن دہدوقت آنکہ پُر جوش آمدی

دست در بازار نفر و شند بر فیضان توئی

اے عطاے بے پایاں! جس وقت تو پُر جوش ہو کر فیضان پر آجائے تو نہ

پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جاسکے گا۔

المطلع الرابع في الاستمداد

چوتھا مطلع: استمداد پر مشتمل

۸۱۔ رومتاب از مابداں چوں مایہ غفران توئی (۲۳)

آیہ رحمت توئی آئینہ رحم توئی

ہم بروں سے رخ نہ پھیرو کیوں کہ تم ہی ہمارا سرمایہ بخشش ہو، تم رحمت کی
نشانی ہو، تم رحم کا آئینہ ہو۔

۸۲۔ بندہ آت غیرت برد (۲۵) گر برد غیرت رَوَد (۲۶)

وَرَوَدْ چوں بنگر دہم شاہ آں ایواں توئی (۲۷)

تمہارے غلام کو غیرت آتی ہے اگر کسی اور دروازے پر جائے، اور اگر
جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ تم ہی ہو۔

۸۳۔ ساد گیم بیں کمی جو یم ز تو در مان درد

درد کو در ماں کجا؟ ہم ایں توئی ہم آں توئی (۲۸)

میری سادہ لوچی دیکھو کتم سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، درد کون
اور دوا کہاں؟ یہ بھی تم ہو، وہ بھی تم ہو۔

الاستعانت للاسلام

اسلام کے لیے استعانت

۸۴۔ دینِ باباے خودت را از سر نوزندہ کن

سیدا! آخر نہ عمر سید الادیاں توئی (۳۹)

پھر اپنے بابا کا دین زندہ کرو، میرے آقا! کیا تم سید ادیاں۔ دینِ اسلام۔

کی زندگی نہیں ہو؟

۸۵۔ کافر اں تو پین اسلام آشکار امی کنند

آہ اے عزیز مسلمان ان کجا پہاں توئی

کفارِ دین اسلام کی اعلانیہ اہانت کر رہے ہیں، آہ! اے اہلِ اسلام کی

آبرو! تو کہاں روپوش ہے؟

۸۶۔ تا باید مهدی از ارواح عیسیٰ از فلک (۵۰)

جلوہ خود کن مسیحا کار (۵۱) و مهدی شان توئی

جب تک مهدی عالمِ ارواح سے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے تشریف

لائیں تو خود جلوہ گر رہو، اس لیے کہ مسیحا کے کام اور مهدی کی شان والے تم خود ہو۔

۸۷۔ کشتی ملت بموچے کا لجیال افتادہ است

من سرت گردم بیا چوں نوح ایں طوفاں توئی

ملت کی کششی پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے، میں تم پر قربان! آؤ کہ اس طوفان کے نوح تم ہی ہو۔

۸۸۔ بادر یزد مونج موچ و مونج خیز دفعج فونج

بر سر وقت غریبیاں رس چوکشتی باں توئی

باد فتنہ مونج پر مونج گرار ہی ہے، اور موجیں فونج در فونج اٹھ رہی ہیں، غریبوں، بے وطنوں کی مصیبت کی گھڑی میں پہنچو، اس لیے کہ ان کی کششی کے ناخدا تم ہی ہو۔

استمداد العبد لنفسه

اپنے لیے بندے کی استمداد

۸۹۔ حاش اللہ تنگ گرد جاہت از ہمچوں منے

یا عیم الجود بس با وسعت داماں توئی

خدا کو پا کی ہے، تمہاری وجہت کا دامن مجھ جیسے شخص کے لیے تنگ ہو؟ اے جو دعا موالے! تمہارا دامن بہت وسیع ہے۔

۹۰۔ نامہ خود گرسیہ کردم سیہہ تر کر دہ گیر

بلکہ زینشاں صدد گرہم چوں مہہ رخشاں توئی (۵۲)

اگر میں نے اپنا دفتر سیاہ کر لیا ہے تو اس سے زیادہ سیاہ کرنے والے کو تھام لو، بلکہ ایسے سیکڑوں اور کوہی۔ اس لیے کہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

۹۱۔ گم چہ شد گر ریزہ کشمکش نگ بدست مومیا

کم چہ شد گر سو ختم خود پشمہ حیواں توی (۵۳)

گم کیا ہوا اگر میں ریزہ ہوا؟ تمہارے ہاتھ میں تو نگ مومیا ہو جاتا ہے

(۱)، کم کیا ہوا اگر میں جل گیا، تم تو خود ہی پشمہ حیات ہو

۹۲۔ سخت ناکس مرد کے ام گرنہ قسم شاد شاد

چوں شنیدم ”ہُمْ وَ طِبْ وَ اشْطَحْ وَ غَنِّ“ گویاں توی

بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں اگر شاد و مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں، جب تمھیں

یہ فرماتے سن لیا ”خوش حال اور بے باک ہو کر نغمہ سرا ہو جا“

۹۳۔ وقت گوہ خوش اگر دریا ش در دل جائے داد (۵۴)

غرقہ خس را ہم نہ بیند خس منم عمناں توی (۵۵)

گوہر کے دن اچھے، اگر دریا نے دل میں اسے جگہ دے دی، تنکا بھی

ڈوبنے والا نہیں، میں تنکا ہوں اور تم بحر اعظم۔

۹۴۔ کوہ میں (۵۶) کا ہست اگر دست دہی وقت حساب

کاہ میں (۷۵) کو ہست اگر برپلہ میزان توی

حساب کے وقت اگر تمہاری دست گیری ہو تو میرے گناہوں کا پہاڑ بھی

یچ ہے، اور میری معمولی نیکی بھی پہاڑ ہے اگر میزان کے پلے پر تم ہو۔

المباهاة الجليلة باطهار نسبة العبدية

نسبت بندگی پر فخر

۹۵۔ احمد ہندی رضا ابن نقی (۵۸) ابن رضا (۵۹)

ازاب وجبد بندہ وواقف زہ عنوان توئی

ہندی احمد رضا ابن نقی ابن رضا، باپ دادا سے تمھاری غلامی میں ہے اور
ہر عنوان سے تم آشنا ہو۔

۹۶۔ مادرم باشد کنیز تو پدر باشد غلام

خانہ زادکہ نہ ام آقاے خان و ماں توئی

میری ماں تمھاری کنیز ہیں اور باپ تمھارے غلام، میں قدیمی خانہ زاد
ہوں، گھر بار کے آقام ہو۔

۹۷۔ من نمک پروردہ ام تاشیر مادر خوردہ ام

لَلَّهُمَّ شکر بخش نمک خوار اس توئی

میں نمک پروردہ ہوں اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے۔ خدا کا احسان
ہے کہ تم نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہو۔

۹۸۔ خط آزادی نخواہم بندگیت خسر وی است

یلے گر بندہ ام خوش مالک غلام توئی (۶۱)

میں آزادی نہیں چاہتا، تمھاری غلامی ہی میری بادشاہی ہے، بڑی خوشی
ہے کہ میں غلام ہوں تو تم کتنے اچھے آقا ہو۔

انتساب المدّاح الی کلاب الباب العالی

سگان باب عالی کی جانب مدح خوان کا انتساب

۹۹۔ بر سر خوان کرم محروم نگزار دسگ

من سگ وابر مہمان و صاحب خوان توئی (۶۲)

کریمou کے دستر خوان سے کتا محروم نہیں رہتا، میں سگ ہوں،

ابر ارمہمان ہیں اور تم صاحب دستر خوان ہو۔

۱۰۰۔ سگ بیان نتواند وجودت نہ پابند بیان است

کام سگ دانی و قادر بر عطاے آں توئی (۶۳)

سگ قوت بیان نہیں رکھتا، اور تمھاری سخاوت پابند بیان بھی نہیں، تمہیں

سگ کا مقصد معلوم ہے اور تم اسے عطا کرنے پر قادر ہو۔

۱۰۱۔ گر بسنگے می زنی خود مالکِ جان و تی

ور بہ نعمت می نوازی منّت مناں توئی (۶۴)

اگر پتھر مارو تو جان و تن کے مالک تم ہی ہو، اور اگر نعمت سے نواز و تو تم

خداے مناں کا احسان ہو۔

۱۰۲۔ پارہ نانے بفرماتا سوے من افگنند

ہمت سگ ایں قدر دیگر نوال افشاں توئی (۶۵)

حکم ہو کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا امیری جانب ڈال دیں، سگ کا حوصلہ بس اتنا

ہی ہے۔ مزید داد دہش کی بارش کرنے والے تم ہو۔

۱۰۳۔ من کہ سگ باشم زِکوئے تو کجا بیروں روم

چوں یقین دا نم کہ سگ رانیز وجہ ناں توئی (۶۶)

میں سگ ہو کر تمہاری گلی سے باہر کھاں جاؤں، جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ کی روزی کا ذریعہ بھی تم ہی ہو۔

۱۰۴۔ درکشا دہ خواں نہادہ سگ گرسنہ شہ کریم

چیست حرفِ فتن و مختار خواں و راں توئی

دروازہ کھلا ہوا، دستر خوان بچھا ہوا، کتا بھوکا ہے، بادشاہ کریم ہے، تو

جانے کی بات کیا؟ جب کہ بلانے بھگانے کے مختار تم ہو۔

۱۰۵۔ دور بُنْشینم ز میں بُوسْم فَتَم لابه کنم

چپشم در تو بندم و دانم کہ ذوالاحسان توئی

دور بیٹھتا ہوں، ز میں چومنتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ

تمہارے خیال میں بند کرتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تم احسان فرمانے والے ہو۔

۱۰۶۔ لَلَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

آرے ابنِ رحمۃ للعلمیں اے جاں توئی

خدا ہی کے لیے عزت ہے، ہندی کتا اور تمہاری گلی میں باریابی؟ ہاں

اے محبوب! تم ان کے فرزند ہو جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

۱۰۷۔ هر سگے را بر در فیضت چناں دل می د ہند

مر جا خوش آبنشین سگ نہ مہماں توئی

تمہارے دریض پر ہر سگ کی یوں خاطرداری کرتے ہیں، مرحبا، خوب
خوب! آؤ بیٹھو، سگ نہیں ہو، تم مہمان ہو۔

۱۰۸۔ گر پریشان کر دوقتِ خادِ مانست عَوْعَوم

خامش اہل در درامپسند چوں در ماں توئی

اگر میری آواز نے تمہارے خادموں کو پریشان کیا، توجہ در ماں تم ہی
ہو تو چپ رہنے والے اہل درد کو پسند نہ کرو۔

۱۰۹۔ وَاٰمَنَ گر جلوه فرمائی وَمَنْ مَانَدْ بِكُنْ

من زمَنِ بَسْتَاءَ وَجَالِيَشْ دَرَدَلْمِ بَنْشَاءَ تَوَئِي

مجھ پر افسوس! تم جلوہ فرماؤ اور میرے ساتھ ”میں“ رہ جائے، مجھ سے
”میں“ لے لو اور اس کی جگہ میرے دل میں ”تم ہی تم“ رکھ دو۔

۱۱۰۔ قَادِرِی بُودَنْ رَضَارَ امْفَتْ بَارَغِ خَلْدَ دَادْ

من نَمِیْ گَفْتَمْ کَه آقا مَایَهْ غَفَرَاءَ تَوَئِي

قادِریت نے رضا کو بارغ خلد مفت میں دے دیا، کیا میں نہیں کہتا تھا کہ
آقا! میرا سرمایہ بخشش تم ہو۔

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ